محرم کے لیے ۱۲ وعظوں کا مستند مجموعہ

خطباتِ محرم

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی پاکستان

www.waseemziyai.com

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ

نشان منزل
NISHANEMANZAL PUBLICATIONS

March 2019

اہلسنت وجماعت کا قرآن وسنت کا عظیم ادارہ

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی

جہاں اسلامی اور عصری علوم کا عظیم امتزاج

مختصر تعارف

طلبہ:

شعبہ حفظ: 145 شعبہ ناظرہ: 240

شعبہ درس نظامی: 105 شعبہ تجوید: 10

اور انہیں شعبہ جات میں 400 سے زائد طلبا اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم وبیش 100 طلباء مدرسے میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام وقیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔

مدرسہ کا اسٹاف

شعبہ حفظ و ناظرہ 14 اساتذہ شعبہ درس نظامی و تجوید 10 اساتذہ

شعبہ عصری علوم یعنی اسکول 11 اساتذہ باورچی 2 خادم 4 چوکیدار 2

کل طلبہ کم وبیش پانچ سو اور پورہ اسٹاف 43 افراد پر مشتمل ہے۔

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی پاکستان

DONATION

HABIB BANK LTD. BARNESS STREET BRANCH
ACC TITLE: MARKAZ UL ALOOM ISLAMIA (TRUST)
ACC NO: 0050002565700З - BRANCH CODE :0050

www.facebook.com/markazulooloom

https://www.waseemziyai.com https://www.youtube.com/waseemziyai

خطباتِ محرم

خلفاء راشدین و اہل بیت اطہار اور کربلا کے دلسوز واقعات پر مشتمل ایک خوبصورت کتاب

مصنف

مفتی جلال الدین احمد امجدی

NISHANEMANZAL PUBLICATIONS

نشانِ منزل پبلی کیشنز

نادر آباد نمبر 2، بیدیاں روڈ، لاہور۔فون 042-35709606: 03234878481

Web: www.nishanemanzal.com eMail: nishanemanzal@gmail.com

نشان منزل پبلیکیشنز شاپ نمبر ۲ ظہور ہوٹل، نزد مکتبۃ المدینہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور 04237114939

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : خطباتِ محرم
نام مصنف : مفتی جلال الدین احمد امجدی
اشاعت اول : اکتوبر ۲۰۱۳
ناشر: احمد فضیل خان
تعداد: 1100
پبلشر: نشانِ منزل پبلی کیشنز
صفحات: 395
قیمت: 350
معاونت: عارف جمیل، عاصم مجید خان، سلمان لطیف، لقمان لطیف
حماد، شوکت، سرفراز، اسلم، اقبال اور واجد

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ملنے کا پتہ

ادارہ نشانِ منزل (رجسٹرڈ) نادر آباد نمبر 2، بیدیاں روڈ لاہور۔فون:042-35709606
نشان منزل پبلیکیشنز۔شاپ نمبر ۲ ظہور ہوٹل، نزد مکتبۃ المدینہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور۔042.37114939

فہرست

نگاہِ اوّلین	۱۴
مرتبۂ شہادت	۱۶
عبدالقیوم کا واقعہ	۱۷
شہید کی قسمیں	۱۹
شہداء کے فضائل	۲۱
شہید اور احساس زخم	۲۳
مصر کی عورتیں	۲۴
شہادت کی لذت	۲۵
بے مثل کی شہادت	۲۵
شہیدوں کی زندگی	۲۷
تین مجاہد	۲۷
محبت والے	۲۹
وصال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۳۳
شہدائے احد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا	۳۵
آخری وصیت	۳۵
حقوق کی تفصیل	۳۶
علالت کی ابتدا	۴۰
حدیث قرطاس	۴۰
وصال کا اثر	۴۴
تجہیز وتکفین	۴۵

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

نماز جنازہ	۴۷
رَبِّ اُمَّتِی اُمَّتِی	۴۸
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غم	۴۹
انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں	۵۰
حیاتِ انبیاء علیہم السلام واقعات کی روشنی میں	۵۴
ایک سوال اور اس کا جواب	۵۷
اولیاء اللہ بھی زندہ ہیں	۵۸
امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۶۲
آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت	۶۲
آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آیاتِ قرآنی	۶۵
آپ رضی اللہ عنہ افضلُ البشر بعدَ الانبیاء ہیں	۶۶
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آیاتِ قرآنی	۶۸
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ	۷۰
آپ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب	۷۴
عہدِ طفلی میں بُت شکنی	۷۵
آپ رضی اللہ عنہ عہدِ جاہلیت میں	۷۶
آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ	۷۶
آپ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام	۷۷
آپ رضی اللہ عنہ کا کمالِ ایمان	۷۸
آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت	۸۱
آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت	۸۲
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت	۸۴

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مانعینِ زکوۃ ۸۸
غلط الزام ۹۰
علالت اور وفات ۹۱
آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں ۹۱
آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات ۹۳
امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ۹۴
نام ونسب ۹۴
آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ ۹۵
فاروق رضی اللہ عنہ کا لقب ۹۷
اظہارِ اسلام ۹۸
آپ رضی اللہ عنہ کی ہجرت ۱۰۰
آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ ۱۰۱
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ ۱۰۱
آپ رضی اللہ عنہ کی رائے سے قرآن کی موافقت ۱۰۴
آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت ۱۰۷
ایک اعتراض اور اس کا جواب ۱۰۹
کرامات حضرت عُمر رضی اللہ عنہ ۱۱۱
مقام رفیع ۱۱۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور غسانی بادشاہ جبلہ بن الایہم ۱۱۵
انتباہ ۱۲۰
گورنروں سے شرائط ۱۲۰
راتوں میں گشت ۱۲۱

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

بیتُ المال سے وظیفہ	۱۲۳
وسیلہ	۱۲۴
آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت	۱۲۴
امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	**۱۲۷**
نام ونسب	۱۲۸
قبول اسلام اور مصائب	۱۲۹
آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ	۱۲۹
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آیات قرآنی	۱۳۰
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ	۱۳۳
آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت	۱۳۸
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۱۴۱
آپ رضی اللہ عنہ کا پہلا خطبہ	۱۴۴
آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی فتوحات	۱۴۶
آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں	۱۴۷
محاصرہ میں سختی	۱۵۲
بلوائیوں کا آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دینا	۱۵۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برہمی	۱۵۵
امیر المومنین حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ	**۱۵۷**
نام ونسب	۱۵۷
آپ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	۱۵۸
آپ رضی اللہ عنہ کی ہجرت	۱۵۹
اُخوتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۶۰

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت ۱۶۰
آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ ۶۶
حضرت علی رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ ۱۶۶
ابوتراب ۱۶۹
خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ۱۶۹
آپ رضی اللہ عنہ کا علم ۱۷۳
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چند فیصلے ۱۷۳
آقا اور غلام ۱۷۴
حقیقی ماں ۱۷۴
ایک شخص کی وصیت ۱۷۵
۱۷ سترہ اونٹ ۱۷۵
آٹھ روٹیاں ۱۷۶
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامتیں ۱۷۷
فرات میں طغیانی ۱۷۹
پانی کا چشمہ ۱۷۹
آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت ۱۸۰
خارجیوں کی سازش ۱۸۱
آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۸۲
آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت ۱۸۳
آپ رضی اللہ عنہ کا مزار ۱۸۳
آپ رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں ۱۸۴
فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم ۱۸۵
اہل بیت اور اکابرین سلف وخلف رضی اللہ عنہم کے ارشادات ۱۹۷

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

خصوصیات اہل بیت رضی اللہ عنہم ۲۰۱
مناقب اہل بیت رضی اللہ عنہم ۲۱۲
ایک اعتراض اور اس کا جواب ۲۱۴
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۲۱۹
نام ولقب اور سال پیدائش، آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح، آپ رضی اللہ عنہا کا جہیز ۲۱۹
آپ رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی، آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل ۲۲۰
آپ رضی اللہ عنہا کی وفات، آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد ۲۲۳
امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ۲۲۵
آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ۲۲۶
خلافت اور اس سے دست برداری ۲۲۸
آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں ۲۲۹
آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ۲۳۰
زہر کس نے دیا ۲۳۲
عیب یا خوبی ۲۳۳
تعظیم اہل بیت کے چند واقعات ۲۳۴
امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۲۴۱
نام ونسب ۲۴۲
آپ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ۲۴۳
آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا عجیب وغریب واقعہ ۲۴۴
صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۲۴۵
صحابہ رضی اللہ عنہم اور احادیث کریمہ ۲۴۶
صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال ائمہ ۲۴۸

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۲۵۰
آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت	۲۵۵
آپ رضی اللہ عنہ حاکم کیسے بنے	۲۵۷
آپ رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت، آپ رضی اللہ عنہ کی وفات	۲۵۸
آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں	۲۵۹
آپ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات	۲۶۱
اختلاف کی وجہ	۲۶۵
سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۲۷۰
آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت	۲۷۰
آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل	۲۷۱
آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی شہرت	۲۷۶
ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۷۸
یزید پلید	۲۸۱
یزید اور احادیث کریمہ واقوال ائمہ	۲۸۱
یزید اور حدیث قسطنطنیہ	۲۸۵
یزید کی تخت نشینی اور طلب بیعت	۲۸۷
مدینہ منورہ سے رحلت	۲۸۹
کوفیوں کے خطوط	۲۹۰
کوفہ کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی روانگی	۲۹۲
حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ میں	۲۹۳
ابن زیاد کا کوفہ آنا	۲۹۴
جاسوس کی جاسوسی	۲۹۶

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

گورنر ہاؤس کا گھیراؤ	۲۹۸
حضرت مسلم رضی اللہ عنہ طوعہ کے گھر	۲۹۹
حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور گورنر ہاؤس	۳۰۱
حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد	۳۰۳
آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۰۴
شہادت فرزندانِ حضرت مسلم	۳۰۵
قاتل کا انجام	۳۰۹
کربلا کا خونی منظر (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ شریف سے روانگی)	۳۱۱
کربلا جانے والے اہل بیت	۳۱۴
حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۱۶
حضرت زہیر سے ملاقات	۳۱۸
شہادت مسلم رضی اللہ عنہ کی خبر	۳۱۸
حر کی آمد	۳۱۹
باپ اور بیٹے کی گفتگو	۳۲۱
زمین کربلا	۳۲۲
امام رضی اللہ عنہ اور ابن سعد کی ملاقت	۳۲۴
ساتھیوں میں امام کی تقریر	۳۲۶
کربلا میں قیامت صُغریٰ (دسویں محرم کے دل سوز واقعات)	۳۲۹
حُر کا شوق شہادت	۳۳۰
کوفیوں سے حر کا خطاب	۳۳۱
جنگ کی ابتداء	۳۳۲
کربلا میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی کرامتیں	۳۳۳

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

امام کے ساتھیوں کی شجاعت اور شہادت	۳۳۵
ہاشمی جوانوں کی بے مثل بہادری اور شہادت	۳۳۷
اولادِ عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۳۷
فرزندان علی رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۳۸
شہادت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ	۳۳۹
شہادتِ حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ	۳۴۲
شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ	۳۴۴
شہادتِ حضرتِ علی کرم اصغر رضی اللہ عنہ	۳۴۷
تاجدارِ کربلا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۴۸
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صدمہ جانکاہ	۳۵۵
واقعات بعد شہادت	**۳۵۷**
امام رضی اللہ عنہ کا سر انور اور ابن زیاد	۳۵۸
ایک جاں نثار کی اور شہادت	۳۵۹
غیبی شعر	۳۶۰
راہب کا قبول اسلام	۳۶۰
باجے بجے	۳۶۱
امام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اور یزید	۳۶۲
مدینہ منورہ کو واپسی	۳۶۳
کربلا کے بعد یزید کی خباثت و مدینہ منورہ پر چڑھائی	۳۶۴
فضائل مدینہ	۳۶۵
مکہ معظّمہ پر حملہ	۳۶۶
یزید کی موت کے بعد	۳۶۷

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ کا عبرتناک انجام ۳۶۸
ابن سعد کا قتل ۳۶۸
خولی بن یزید کو قتل کے بعد جلا دیا گیا ۳۶۹
شمر قتل کے بعد کتوں کے حوالے کیا گیا ۳۷۰
ہاتھ پاؤں کاٹ کر تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ۳۷۱
حکیم برہنہ کر کے تیروں کا نشانہ بنایا گیا ۳۷۲
نیزوں سے چھید چھید کر مارا گیا ۳۷۳
قاتل کو زندہ جلا دیا گیا ۳۷۳
ابن زیاد بدنہاد کا عبرتناک انجام ۳۷۴
مختار کا دعویٰ نبوت ۳۷۵
قاتلین امام حسین (رضی اللہ عنہ) پر طرح طرح کے عذاب ۳۷۵
مجالس محرم کے فائدے ۳۷۷
فضائل عاشورہ ۳۷۸
عاشورہ کے اعمال ۳۷۸
حور اور حلہ بہشتی ۳۸۰
امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی نذر و نیاز کرنا، سبیل لگانا، اُن کے لئے کھچڑا پکانا اور ۳۸۰
شربت غیرہ پلانا باعث ثواب و برکت
تعزیہ داری علمائے اہل سنت کی نظر میں ۳۸۱
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ۳۸۱
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ ۳۸۲
حضرت صدر الشریعۃ علامہ امجد علی صاحبؒ مصنف بہار شریعت ۳۸۴
ایک فتویٰ مع تصدیقات علمائے اہل سنت ۳۸۶
تصدیقات مظہر اسلام بریلی شریف ۳۸۷

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مناظر اسلام بریلی شریف	۳۸۷
جبل پور	۳۸۸
بمبئی	۳۸۸
ملتان۔ پاکستان	۳۸۸
جاورہ۔ ضلع رتلام	۳۸۸
مرادآباد	۳۸۸
مالوہ۔ اندور	۳۸۸۹
مظفرپور۔ بہار	۳۸۹
ناگپور	۳۸۹
مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ	۳۸۹
رائے بریلی	۳۹۰
کچھوچھہ شریف	۳۹۰
ٹانڈہ۔ ضلع فیض آباد	۳۹۰
التفات، گنج، ضلع فیض آباد	۳۹۰
بلرامپور۔ ضلع گونڈہ	۳۹۱
امروڈ بھا۔ بسڈ یلا ضلع بستی	۳۹۱
براؤں شریف ضلع بستی	۳۹۱
بھاوپور۔ ضلع بستی	۳۹۱
بڑھیا۔ ضلع بستی	۳۹۲
مصادر و مراجع	۳۹۳

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

نگاہِ اوّلیں

محرم شریف کی مجالس کا سلسلہ سال بہ سال بڑھتا ہی جا رہا ہے اب شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں بھی اس طرح کے پروگرام عام ہوتے جا رہے ہیں جن میں بارہ روز مسلسل ایک ہی اسٹیج پر بیان کرنے کیلئے نئے مقررین کو سخت دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔

اس لئے عرصہ سے ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو مستند روایات پر مشتمل ہونے کے ساتھ بارہ وعظوں کا مجموعہ ہوتا کہ مقررین غیر معتبر روایات بیان کرنے سے بچیں اور بارہ روز مسلسل وعظ کرنے پر آسانی کے ساتھ قادر ہو سکیں۔ اور ساتھ ہی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، خلفائے اربعہ، حضرت امیر معاویہ، حضرت امام حسن اور سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم پر بدمذہبوں کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے مدلّل جوابات بھی ہوں تاکہ عوام اور بعض خواص بھی جو ان حضرات کی جانب سے غلط فہمی میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں وہ گمراہ ہونے سے بچیں اور اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچائیں۔

ان ضرورتوں کے پیش نظر ہم نے قلم اٹھایا درس و تدریس اور دیگر ضروری کاموں سے وقت نکال کر تھوڑا تھوڑا لکھا یہاں تک کہ الحمد للہ کتاب مکمل ہو گئی اور کتابت وغیرہ کی بڑی بڑی پریشانیوں سے گذرنے کے بعد زیور طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچی۔

اگرچہ میں اس طرح کی کتاب لکھنے کا اہل نہیں تھا اس لئے کہ تقریری کتاب لکھنے کیلئے مصنف کو ادیب ہونا چاہئے اور مفتی عموماً ادیب نہیں ہوتے۔ فتویٰ نویسی میں ادبی الفاظ سے احتراز کرتے ہیں اس طرح مافی الضمیر کو مختصر اور جامع الفاظ میں ادا کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔

لیکن جو لوگ اس کے اہل ہیں جب انہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی تو ہمیں مجبوراً اس کیلئے قلم اٹھانا پڑا، اور کسی طرح کتاب مکمل کر کے ہم نے قوم کے سامنے پیش کر دی۔ لہٰذا جو لوگ ادبی الفاظ یا بازاری باتوں کے شوقین ہیں ان کی تشنگی اس کتاب سے دور نہ ہو گی۔ صرف ٹھوس مضامین اور مستند روایات و واقعات تلاش کرنے والوں کیلئے بے انتہا مفید ثابت ہو گی اور حتی الامکان مشکل الفاظ لکھنے سے بھی بچنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عورتیں اور کم لکھے پڑھے لوگ بھی زیادہ سے زیادہ اس کتاب سے فائدہ اٹھا سکیں۔

نبی علیہ السلام کے علاوہ دنیا میں کوئی بڑا سے بڑا علم والا ایسا نہیں ہوا ہے کہ جس سے بولنے یا لکھنے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہیں کہیں لغزش نہ ہوئی ہو تو بہت ممکن ہے کہ اس کتاب کی ترتیب میں کہیں ہمارا قلم بھی بہک گیا ہو۔ اس لئے اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر اس میں کوئی غلط بات نظر آئے تو لوگوں میں اس کتاب کی اہمیت نہ گھٹائیں بلکہ بذریعہ تحریر ہم کو مطلع کریں تاکہ نئے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے۔

عزیز گرامی حضرت مولانا غلام عبد القادر صاحب علوی، صاحبزادہ شعیب الاولیاء حضرت شاہ محمد یار علی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کتاب کا اکثر حصہ پڑھا اور مفید مشورہ دیا۔ اور جناب مولانا قاضی عطاء الحق صاحب عثمانی گونڈوی کی یاددہانی سے کتاب میں بعض اہم مضامین کا اضافہ ہوا۔ اور مولوی محمد شمیم برھیاوی فاضل فیض الرسول نے بعض کتابیں فراہم کیں جو اس مجموعہ کی تصنیف میں بہت معاون ثابت ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے علم و عمل میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے اور خلوص کے ساتھ دین متین کی بہت زیادہ خدمت کی توفیق بخشے اور دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب سے اہل سنت و جماعت کو تقویت بخشے، آخری دم تک خلوص کے ساتھ دین کی خدمتیں لیتا رہے، ہماری اولاد کو بھی اسلام و سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشر و اشاعت کا صحیح جذبہ عطا فرمائے، ایمان پر ہمارا خاتمہ ہو، قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے اور حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

بحرمة النبی الکریم الامین علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و اکمل التسلیم

جلال الدین احمد امجدی

۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ

۱۴ فروری ۱۹۸۸ء

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

مرتبۂ شہادت

الحمد للہ الذی اکرام الشھداء بالحیاۃ بقولہ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ و الصلوۃ و السلام علی صاحب الشفاعۃ و علی الہ و اصحابہ الذین فازوا بالشھادات ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ (آل عمران:۱۶۹) صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسول النبی الکریم و نحن علی ذٰلك لمن الشاھدین و الشاکرین و الحمد للہ رب العٰلمین

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار، مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے مالک و مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار دُربار میں بلند آواز سے درود و سلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی و الہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم صلاۃً و سلامًا علیك یا رسول اللہ

شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت ہیں مل جائے جنہیں دولت شہادت کی
شہادت پا کے ہستی زندۂ جاوید ہوتی ہے
یہ رنگیں شام صبح عید کی تمہید ہوتی ہے

برادرانِ اسلام! دنیا کے لحاظ سے انسان کے مختلف درجے ہیں۔ کوئی چوکیدار ہے تو کوئی کانسٹیبل، کوئی سب انسپکٹر ہے تو کوئی ایس پی، یہاں تک کہ کوئی وزیر اعظم ہے تو کوئی صدر اور بعض انتہائی ذلت و پستی میں ہیں جیسے شرابی، چور، ڈاکو، لٹیرے، دہشت گرد وغیرہ ان کے گھر والے بھی ان سے نفرت اور گھن کرتے ہیں۔

اسی طرح اسلامی اعتبار سے بھی انسان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مسلم۔ دوسرا کافر۔ کافروں میں بھی مختلف درجے ہیں ان میں مرتد سب سے برتر کافر ہے کہ اسے جینے کا بھی حق نہیں ہے۔ اور مسلمانوں میں سب سے اونچا درجہ سید الرسل نبی الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، پھر رسل عظام کا پھر دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا، پھر صدیقین پھر شہداء اور پھر صالحین یعنی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

اولیائے کرام کا۔ رضی اللہ عنہم۔

پھر اولیائے کرام میں بھی غوث، قطب اور ابدال واوتاد وغیرہ مختلف درجات ہیں۔ اور پھر علمائے اسلام ہیں وہ بھی مختلف درجے والے ہیں۔ پھر مومن متقی ہیں پھر فاسق۔ اور مسلمانوں میں سب سے کم درجہ گمراہ و بدمذہب کا ہے جس کی بدمذہبی حد کفر کو نہیں پہنچی ہے۔

نبی اس محترم ہستی کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل کی گئی ہو۔ عبادت و ریاضت سے کوئی نبی نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جسے چاہتا ہے نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔ مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا کہ وہ خاتم الانبیا ہیں۔ اور صدیق یا ولی بننا بھی بڑا مشکل کام ہے۔ اور شہید بننا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ مشکل تو اس لحاظ سے ہے کہ انسان کو اپنی جان بہت زیادہ پیاری ہوتی ہے اور آسان اس اعتبار سے ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں درجۂ شہادت حاصل ہوجاتا ہے یعنی شہید ایک ہی جست میں زمین کی پستی سے آسمان کی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔

عبدالقیوم کا واقعہ

۱۹۳۴ء کو عبدالقیوم کا واقعہ بہت مشہور ہے جو وکٹوریا گاڑی چلاتا تھا۔ جو کہ کوچوانی کر کے اپنی اور اپنے گھر والوں کی روزی حاصل کرتا تھا۔ اس کی رات جھونپڑے میں بسر ہوتی تھی اور دن وکٹوریا چلانے میں۔ گھوڑے کی لگام پکڑے پکڑے اس کی ہتھیلیوں کا چمڑا موٹا اور کھردرا ہوگیا تھا۔ پورے شہر کراچی میں جہاں وہ رہتا تھا کوئی اس کا ہمدرد و غم گسار نہیں تھا۔ اگر کوئی اس کا دوست اور شناسا تھا تو اس کا پیارا گھوڑا موتی تھا۔

عبدالقیوم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے اپنی کتاب میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی ہے جس پر مقدمہ چل رہا ہے اور آج اس کی تاریخ ہے وہ فوراً وکٹوریا لے کر کچہری کی طرف چل پڑا۔ ایک کنارے اپنی گاڑی کھڑی کی اور فاتحانہ شان کی طرح چل کر جج کے کمرہ میں پہنچ گیا جو آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ دو انگریز جج ابھی قانونی دفعات کا چہرہ دیکھنے میں لگے ہوئے تھے کہ اس نے مجرم کو اس طرح چاقو مارا جو اس کی گردن میں اترتا چلا گیا۔ لاش تڑپ کر ٹھنڈی ہوگئی اور عبدالقیوم نے بغیر کسی مزاحمت کے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔

عبدالقیوم جو اپنے ہی شہر میں اجنبی تھا اور کوئی اسے جانتا پہچانتا نہ تھا تھوڑی ہی دیر میں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

صرف کراچی نہیں بلکہ پورا ہندوستان اسے جان گیا اور سارے مسلمانوں کی محبتوں کا مرکز بن گیا اسے ضمانت پر چھڑایا گیا اور مقدمہ شروع ہوا۔ وقت کے ماہر قانون دانوں، بڑے بڑے وکیلوں اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے بیرسٹروں نے عبدالقیوم کے مقدمہ کی پیروی کرنی چاہی، اور اس سے کہا بس اپنا بیان ذرا بدل دو ہم تمہیں بچا لیں گے۔ کہنے والوں نے بہت کہا، منت سماجت کرنے والوں نے بہت منت سماجت کی مگر عبدالقیوم کے پاس ہر شخص کیلئے صرف ایک جواب تھا کہ میں نے جان بوجھ کر مرتبۂ شہادت خریدا ہے آپ اس نعمت سے مجھ کو محروم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ میں اقبالِ بیان بدل کر اپنی عاقبت نہیں خراب کروں گا۔

عبدالقیوم کی رہائی کیلئے مسجدوں میں دعائیں کی گئیں، عورتوں نے منتیں مانیں اور بوڑھوں کے لرزتے ہاتھ، نوجوانوں کے دل اور بچوں کی اداسیوں نے مالک حقیقی سے اس کی زندگی کی بھیک مانگی مگر عبدالقیوم ہی کی تمنا پوری ہوئی۔ قانون کے محافظوں نے اس کی موت کا حکم سنا دیا۔ وہ موت کہ جس پر ہر دل غمزدہ اور ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا جیسے کہ یہ اسی کے گھر کا المیہ ہو۔

پھر جب عبدالقیوم کا جنازہ اٹھا تو اس میں پچیس لاکھ سے زیادہ آدمی شریک ہوئے۔ چھتوں اور بالا خانوں سے عورتیں آنچلوں سے آنسو پونچھتی جاتی تھیں اور پھول نچھاور کرتی جاتی تھیں۔ کراچی کی تاریخ گواہ ہے کہ اس سے پہلے کسی بھی شخص کے جنازے میں اتنے لوگ نہیں شریک ہوئے۔ پھر یہ تو انسانوں کی تعداد تھی جو پچیس لاکھ سے زائد تھی اور فرشتے کتنے کروڑ تھے! پھر محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کس پیار و محبت سے عبدالقیوم کو خوش آمدید کہا ہو گا؟ اسے کون جان سکتا ہے؟

برادرانِ ملّت! دیکھا آپ نے وہ عبدالقیوم کہ جو کٹوریہ چلاتا تھا، کوچوان تھا، پورے شہر میں کوئی اسے جانتا پہچانتا نہیں تھا، لوگوں کیلئے اجنبی تھا، سماج اور معاشرے کے پست طبقہ کا ایک ناقابل توجہ آدمی تھا مگر ایک ہی جست میں رفعتوں کی ساری منزلوں کو طے کر لیا اور تھوڑی ہی دیر میں اس مقامِ رفیع کو پا لیا کہ جہاں برسہا برس کے مجاہدوں اور زندگی بھر کی ریاضتوں کے بعد بھی ہر انسان نہیں پہنچ پاتا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر شخص کے نصیب میں دار و رسن کہاں

اور جب عبدالقیوم جیسا ایک معمولی انسان راہِ حق میں شہید ہو کر لوگوں کے دلوں کی دھڑکن

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

بن گیا تو سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جو محبوب خدا سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر ہیں اور فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر ہیں اور جو تمام عزیز و اقارب یہاں تک کہ جوان بیٹے علی اکبر اور شیر خوار صاحبزادے علی اصغر کی دردناک شہادت کے باوجود ہمت نہیں ہارے اور راہِ حق میں قربان ہو گئے وہ شہید ہو کر ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گئے اور ان کی محبتوں کے مرکز ہو گئے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر سال جب ان کی تاریخ شہادت قریب آتی ہے اور محرم کا چاند نمودار ہوتا ہے تو پورا ماحول سوگوار ہو جاتا ہے، ان کی یاد لوگوں کے دلوں کو تڑپا دیتی ہے۔ جگہ جگہ ان کے ذکر کی مجلسیں قائم ہوتی ہیں، کھانے کھلائے جاتے ہیں، سبیلیں قائم کی جاتی ہیں اور طرح طرح سے ان کی بارگاہ میں نذر و نیاز پیش کی جاتی ہیں۔ اور انشاء اللہ یہ سلسلہ قیامت تک ایسے ہی جاری رہے گا یزیدیوں کی ہزار مخالفت کے باوجود کبھی نہیں مٹے گا

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

صلی اللہ علی النبی الامی و الہ صلی اللہ علیہ و سلم صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللہ

شہید کی قسمیں

شہید کی تین قسمیں ہیں۔

۱) شہیدِ حقیقی:۔ جو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید حقیقی ہے۔

۲) شہیدِ فقہی:۔ شہید فقہی اسے کہتے ہیں کہ عاقل بالغ مسلمان جس پر غسل فرض نہ ہو وہ تلوار و بندوق وغیرہ آلۂ جارحہ سے ظلماً قتل کیا جائے اور قتل کے سبب مال نہ واجب ہوا ہو اور نہ زخمی ہونے کے بعد کوئی فائدہ دنیا سے حاصل کیا ہو، اور نہ زندوں کے احکام میں سے کوئی حکم اس پر ثابت ہوا ہو۔ یعنی اگر پاگل، نابالغ یا حیض و نفاس والی عورتیں اور جنب شہید کیے جائیں تو وہ شہید فقہی نہیں، اور اگر قتل سے مال واجب ہوا ہو جیسے کہ لاٹھی سے مارا گیا یا قتل خطا کہ مار رہا تھا شکار کو اور لگ گیا کسی مسلمان کو، یا زخمی ہونے کے بعد کھایا، پیا، علاج کیا، نماز کا پورا وقت ہوش میں گذرا اور وہ نماز پر قادر تھا یا کسی بات کی وصیت کی تو وہ شہید فقہی نہیں۔

مگر شہید فقہی نہ ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ وہ شہید ہونے کا ثواب بھی نہیں پائے گا بلکہ اس کا

MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

مطلب صرف اتنا ہے کہ اسے غسل دیا جائے گا اور شہید فقہی کی نماز جنازہ تو پڑھی جائے گی مگر اسے غسل نہیں دیا جائے گا ویسے ہی خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے گا۔ اور جو چیزیں کہ از قسم کفن نہیں ہوں گی انہیں اتار لیا جائے گا جیسے زرہ، ٹوپی اور ہتھیار وغیرہ۔ اور کفن مسنون میں اگر کمی ہو گی تو اسے پورا کیا جائے گا۔ پاجامہ نہیں اتارا جائے گا اور سارے کپڑے اتار کر نئے کپڑے نہیں دیے جائیں گے کیونکہ مکروہ ہے۔

۳) شہید حکمی:۔ وہ ہے کہ جو ظلماً نہیں قتل کیا گیا مگر قیامت کے دن وہ شہیدوں کے گروہ میں اٹھایا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اَلشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ، وَالْغَرِقُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيْدٌ وَالَّذِي يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ'' (خدائے تعالیٰ کی راہ میں شہید کئے جانے کے علاوہ سات شہادتیں اور ہیں جو طاعون میں مرے شہید ہے۔ جو ڈوب کر مر جائے شہید ہے۔ جو ذات الجنب (نمونیہ) میں مرے شہید ہے۔ جو پیٹ کی بیماری میں مر جائے شہید ہے جو آگ میں جل جائے شہید ہے۔ جو عمارت کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہے اور جو عورت بچہ کی پیدائش کے وقت مر جائے وہ بھی شہید ہے)۔[1]

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔ حالت سفر میں مرا، سل کی بیماری میں مرا، سواری سے گر کر مرا یا مرگی سے مرا، بخار میں مرا، جان و مال یا اہل وعیال یا کسی حق کے بچانے میں قتل کیا گیا، عشق میں مرا، بشرطیکہ پاک دامن ہو اور چھپایا ہو، کسی درندے نے پھاڑ کھایا، بادشاہ نے ظلماً قید کیا یا مارا، اور مر گیا، کسی موذی جانور کے کاٹنے سے مرا، علم دین کی طلب میں مرا، مؤذن جو کہ طلب ثواب کیلئے اذان کہتا ہو، راست گو تاجر، جسے سمندر کے سفر میں متلی تے آئی اور مر گیا، جو اپنے بال بچوں کیلئے سعی کرے ان میں امر الٰہی قائم کرے اور انہیں حلال کھلائے، جو ہر روز ۲۵ بار یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ''

جو چاشت کی نماز پڑھے ہر مہینے میں تین روزے رکھے اور وتر کو سفر وحضر میں کہیں ترک نہ

[1] سنن ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث، متوفی ۲۷۵ھ، حدیث ۳۱۱۱، جلد ۳، صفحہ ۱۸۸، متوفی ۲۷۵ھ، المکتبۃ المصریہ، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کرے، فسادِ امت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ جو مرض میں ''اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ''(الانبیاء:۸۷) چالیس مرتبہ کہے اور اسی مرض میں انتقال کر جائے اور اچھا ہو گیا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، کفار سے مقابلہ کیلئے سرحد پر گھوڑا باندھنے والا، جو شخص ہر رات میں سورۂ یٰسین شریف پڑھے، جو باوضو سویا اور مر گیا۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سو مرتبہ روزانہ درود شریف پڑھے، جو سچے دل سے یہ دعا کرے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور جو شخص جمعہ کے روز انتقال کرے۔[1]

ان تمام قسموں میں سب سے اعلیٰ شہید وہ ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا اور شہادت حقیقیہ سے سرفراز ہوا۔ اس کے فضائل میں کئی آیتیں اور بے شمار حدیثیں وارد ہیں۔

شہداء کے فضائل

خدائے تعالیٰ شہدائے کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ''وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ'' (جو خدا کی راہ میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں) (البقرہ:۱۵۴)۔ اور ارشاد فرماتا ہے ''وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ'' (جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں مردہ ہرگز نہ خیال کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ روزی دیے جاتے ہیں)۔ (آل عمران:۱۶۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آیت کریمہ کا معنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جسم میں ہیں، ان کے رہنے کیلئے عرشِ الٰہی کے نیچے قندیلیں لٹکائی گئی ہیں۔ جنت میں جہاں ان کا جی چاہتا ہے وہ سیر کرتے ہیں اور اس کے میوے کھاتے ہیں۔[2]

اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدائے اسلام کی عظمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ

الْیَاقُوتَةُ مِنْهَا خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیهَا وَیُزَوَّجُ اثْنَتَیْنِ وَسَبْعِینَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِینِ وَیُشَفَّعُ فِی سَبْعِینَ مِنْ أَقَارِبِهِ'' (شہید کیلئے خدائے تعالیٰ کے نزدیک چھ خوبیاں ہیں۔ (۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اسے بخش دیا جاتا ہے اور روح نکلنے ہی کے وقت اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ (۲) قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ (۳) اسے جہنم کے عذاب کا خوف نہیں رہتا۔ (۴) اس کے سر پر عزت و وقار کا ایسا تاج رکھا جائے گا کہ جس کا بیش بہا یاقوت دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔ (۵) اس کے نکاح میں بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوریں دی جائیں گی۔ (۶) اور اس کے عزیزوں میں سے ستر (۷۰) آدمیوں کیلئے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[1]

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ لڑائی میں قتل کیے جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ مومن جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں لڑے اور دشمن سے خوب مقابلہ کرے یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے۔ یہ وہ شہید ہے جو صبر اور مشقت کے امتحان میں کامیاب ہوا۔ یہ شہید خدائے تعالیٰ کے عرش کے نیچے خدا کے خیمہ[2] میں ہوگا'' لَا یَفْضُلُهُ النَّبِیُّوْنَ اِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ'' (انبیائے کرام علیہم السلام اس سے صرف درجۂ نبوت میں زیادہ ہوں گے) یعنی مرتبۂ نبوت اور اس سے جو کمالات متعلق ہیں ان کے علاوہ ہر مرتبہ اور ہر کمال اس شہید کو حاصل ہوگا۔

اور دوسرا وہ مومن جس کے اعمال دونوں طرح کے ہوں یعنی کچھ اچھے اور کچھ برے۔ وہ اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرے۔ جس وقت دشمن سے سامنا ہو اس سے لڑے یہاں تک کہ قتل کر دیا جائے۔ یہ ایسی شہادت ہے جو گناہوں اور برائیوں کو مٹانے والی ہے پھر فرمایا ''إِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا، وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أَیِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ'' (بیشک تلوار گناہوں کو بہت زیادہ مٹانے والی ہے اور یہ شہید جس دروازے سے چاہے گا جنت میں چلا جائے گا)[3]۔

---

[1] سنن الترمذی، محمد بن عیسیٰ الترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، حدیث ۱۶۶۳، جلد ۳، صفحہ ۲۹۹، دار الغرب الاسلامی، بیروت۔

[2] یعنی در حضرت وے ومحل قرب وے تعالیٰ (اشعۃ اللمعات جلد سوم صفحہ ۲۶۰)۔

[3] سنن الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، متوفی ۲۵۵ھ، حدیث ۲۴۵۵، جلد ۳، صفحہ ۱۵۶۱، دار المغنی، المکہ۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اور تیسرا وہ منافق ہے جس نے اپنی جان اور اپنے مال سے جہاد کیا اور جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو خوب لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ یہ شخص دوزخ میں جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ ''اِنَّ السَّیْفَ لَا یَمْحُو النِّفَاقَ'' (نفاق یعنی چھپے ہوئے کفر کو تلوار نہیں مٹاتی ہے)[1]۔

اس حدیث شریف سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا مرتبہ نبوت اور اس کے متعلق کمالات کے علاوہ سارے درجات سے سرفراز کیا جاتا ہے اور اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ اگر دل میں کفر چھپائے ہو اور صرف ظاہر میں مسلمان ہو تو چاہے زندگی بھر جہاد کرے یہاں تک کہ اپنی عزیز ترین جان بھی قربان کر دے مگر وہ جہنم ہی میں جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض و عداوت کا کفر اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور ان کی عظمت کے دشمن ہیں۔ اگر وہ دن رات عبادت کریں اور زندگی بھر ساری دنیا میں اسلام کی نشر و اشاعت کریں اور تبلیغ کرتے پھریں یہاں تک کہ اسی حال میں مر جائیں تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا اس لئے کہ اس طرح کی کسی بھی نیکی سے کفر نہیں معاف ہوتا۔

شہید اور احساس زخم

میدان جنگ میں شہید ہر طرح سے زخمی ہوتا ہے کبھی ہاتھ کٹتا ہے، کبھی پاؤں گھائل ہوتا ہے، کبھی اس کے سینہ میں نیزہ داخل کیا جاتا ہے، خون کا فوارہ جاری ہوتا ہے، کبھی گردن کٹ کے الگ ہو جاتی ہے اور شہید خون میں نہا کر زمین پہ گر جاتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو سخت تکلیف و اذیت ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کو بہت معمولی سی تکلیف ہوتی ہے اور اسے ان زخموں کا پورا احساس نہیں ہوتا۔ مخبر صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''اَلشَّهِيْدُ لَا يَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ اَلَمَ الْقَرْصَةِ''[2] (شہید قتل کی صرف اتنی ہی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی کہ تم چٹکی بھرنے یا چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف محسوس کرتے ہو)۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شہید کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور اس کی گردن بھی جدا کر دی گئی مگر اس کو صرف اتنی تکلیف ہوئی جتنی کہ چیونٹی کے کاٹنے یا چٹکی بھرنے سے ہوتی ہے۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تو اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ شہید سے وہ شہید حق مراد ہے جس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ پیدا ہو گئی ہو کہ اس کا دل چاہتا ہے کہ ایک نہیں بلکہ کروڑوں جانیں ہوں تو میں سب کو اپنے محبوب پر قربان کر دوں۔ اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں ؎

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

جیسے ڈاکٹر مریض کو دوا سنگھا دیتا ہے پھر اس کے جسم کو چیرتا اور پھاڑتا ہے، ہڈیاں توڑتا ہے اور ٹانکے لگاتا ہے مگر چونکہ دوا کا اثر اس پر غالب ہوتا ہے اس لیے مریض کو کوئی تکلیف نہیں محسوس ہوتی۔ بالکل اسی طرح وہ شہید حق کہ جس کے دل میں اللہ و رسول کی محبت غالب ہو گئی تو اس کا جسم کٹتا ہے، ہڈیاں ٹوٹتی ہیں خون بہتا ہے اور گردن جدا ہوتی ہے مگر اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔

مصر کی عورتیں

مصر کے شریف گھر کی عورتوں نے جب زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت پر ملامت کی اور طعنہ دیا تو زلیخا نے ان عورتوں کو بلایا۔ ان کیلئے دستر خوان بچھوایا جس پر طرح طرح کے کھانے اور میوے چنے گئے پھر زلیخا نے ہر عورت کو پھل وغیرہ کاٹنے کیلئے ایک ایک چھری دی اور حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ان عورتوں کے سامنے آ جائیں۔ جب آپ تشریف لائے اور عورتوں نے ان کے جمال جہاں آرا کو دیکھا تو ان کے حسن نے عورتوں پر اتنا اثر کیا کہ بجائے پھل کے انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا اور خون بہنے لگا مگر ان عورتوں کو ہاتھوں کے کٹنے کا احساس نہیں ہوا اسی لئے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہائے! ہم نے تو اپنے ہاتھ کاٹ لئے بلکہ یہ کہا کہ یہ انسان نہیں ہیں فرشتہ ہیں ''وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًاؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ'' (یوسف:۳۱)۔ اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا عورتوں پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو ہاتھ کٹنے کی تکلیف کا احساس نہیں ہوا تو جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا چہرۂ اقدس ایسا روشن و تابناک تھا کہ بقول راویانِ حدیث آپ کے چہرے میں چاند و سورج تیرتے تھے، جس پر ان کے حسن و جمال کا اثر ہوتا اور ان کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے اس کا سر بھی کٹ جاتا ہے مگر اسے احساس نہیں ہوتا ؎

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

شہادت کی لذت

دنیا کی بے شمار نعمتوں سے انسان لطف ولذت حاصل کرتا ہے۔ کسی نعمت کو کھاتا ہے، کسی کو پیتا ہے، کسی کو سونگھتا ہے، کسی کو دیکھتا ہے، کسی کو سنتا ہے اور ان کے علاوہ مختلف طریقوں سے تمام نعمتوں کو استعمال کرتا ہے اور ان سے محظوظ ہوتا ہے لیکن مردمومن کو شہادت کی جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے دنیا کی ساری لذتیں ہیچ ہیں۔ یہاں تک کہ شہید جنت کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھائے گا اور ان سے لطف اندوز ہوگا مگر جب اس کو اللہ ورسول کی محبت میں سر کٹانے کا مزہ یاد آئے گا تو جنت کی بھی ساری نعمتوں کا مزہ بھول جائے گا اور تمنا کرے گا کہ اے کاش! میں دنیا میں واپس بھیجا جاؤں اور بار بار شہید کیا جاؤں۔

حدیث شریف میں ہے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد پھر کوئی جنتی وہاں کی راحتوں اور نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا میں آنا پسند نہ کرے گا کہ جو چیزیں ہمیں زمین میں حاصل تھیں وہ پھر مل جائیں ''اِلَّا الشَّہِیْدُ یَتَمَنّٰی اَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشَرَ مَرَّاتٍ '' (مگر شہید آرزو کرے گا کہ وہ پھر دنیا کی طرف واپس ہوکر اللہ کی راہ میں دس مرتبہ قتل کیا جائے)۔[1]

بے مثل شہادت

اسلام کی نشر واشاعت اور اس کی بقاء کیلئے بے شمار مسلمان اب تک شہید کیے گئے مگر ان تمام لوگوں میں سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بے مثل ہے کہ آپ جیسی مصیبتیں کسی دوسرے شہید نے نہیں اٹھائیں۔ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے شہید کیے گئے اس حال میں کہ آپ کے تمام رفقا، عزیز واقارب واہل وعیال بھی سب بھوکے پیاسے تھے اور چھوٹے بچے پانی کیلئے تڑپ رہے تھے۔ یہ آپ کیلئے اور زیادہ مصیبت کی بات تھی اس لئے کہ انسان اپنی بھوک و پیاس تو برداشت کر لیتا ہے لیکن اہل وعیال اور خاص کر چھوٹے بچوں کی بھوک و پیاس اسے پاگل بنا دیتی ہے۔

اور جب پانی کا وجود نہیں ہوتا تو پیاس کی تکلیف کم ہوتی ہے لیکن جبکہ پانی کی بہتات ہو جسے

---

[1] صحیح مسلم، حدیث ۱۸۷۷، جلد ۳، صفحہ ۱۴۹۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

عام لوگ ہر طرح سے استعمال کر رہے ہوں یہاں تک کہ جانور بھی اس سے سیراب ہو رہے ہوں مگر کوئی شخص جو تین دن کا بھوکا پیاسا ہوا سے نہ پینے دیا جائے تو یہ اس کیلئے زیادہ تکلیف کی بات ہے۔

اور میدان کربلا میں یہی نقشہ تھا کہ آدمی اور جانور سبھی لوگ دریائے فرات سے سیراب ہو رہے تھے مگر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام رفقاء پر پانی بند کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ آپ اپنے بیماروں اور چھوٹے بچوں کو بھی ایک قطرہ نہیں پلا سکتے تھے ۔

اس کی قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبان اہلبیت

اور پھر غیر ایسا کرے تو تکلیف کا احساس کم ہوگا اور یہاں حال یہ ہے کہ کھانا پانی روکنے والے خود کو مسلمان ہی کہلاتے ہیں، کلمہ پڑھتے ہیں، نمازیں ادا کرتے ہیں اور ان کے نانا جان کا اسم گرامی اذانوں میں بلند کرتے ہیں مگر نواسے پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑتے ہیں۔

اگرچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر بھی پانی بند کر دیا گیا تھا مگر وہ اپنے گھر اور اپنے وطن میں تھے اور امام عالی مقام اپنے گھر سے دور بے وطن ہیں اس کے ساتھ تیز دھوپ تپتی ہوئی زمین اور گرم ہواؤں کے تھپیڑے بھی ہیں۔

اور آپ کو یہ اندیشہ بھی دامن گیر تھا کہ میری شہادت کے بعد میرا تمام ساز و سامان لوٹ لیا جائے گا، خیمے جلا دیے جائیں گے، مستورات بے سہارا ہو جائیں گی اور انہیں قید کر لیا جائے گا۔

ان حالات میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے اور وہ اپنی گردن جھکا دیتا لیکن سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان مصائب و آلام کے ہجوم میں بھی باطل کے مقابلہ کیلئے صبر و رضا کا پہاڑ بن کر قائم رہے اور آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں پیدا ہوئی یہاں تک کہ بہتر زخم کھا کر شہید ہو گئے اور پھر آپ کی لاش مبارک گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی بھی گئی۔

آپ کی یہ شہادت بے مثل ہے جس نے یزیدیت کو مردہ کر دیا اور اسے دنیا میں نہیں پھیلنے دیا اور دین اسلام کو مسخ ہونے سے بچا لیا۔ اسی لئے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دیں پناہ است حسین

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

سر داد نداد دست در دست یزید
حقا که بنائے لا اله است حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا وعن سائر المسلمین۔

شہیدوں کی زندگی

شہید جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں وہ زندہ ہیں پارۂ دوم رکوع ۳ کی آیت کریمہ وَ لَا تَقُوْلُوْا . . . الخ میں خداوند قدوس نے شہیدوں کو مردہ کہنے سے روک دیا اور فرمایا کہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے ہو اور نہیں سمجھتے ہو کہ وہ کیسے زندہ ہیں۔

مگر انسان جبکہ دیکھتا ہے کہ شہید کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے، اس کی گردن جدا ہو گئی، وہ بے حس وحرکت ہو گیا اور سانس کی آمد و رفت بھی بند ہو گئی پھر اس کو زمین کے نیچے دفن کر دیا گیا، وارثوں نے اس کے مال کو آپس میں تقسیم کر لیا اور بیوی نے عدت گذار کر دوسرا نکاح بھی کر لیا تو ہوسکتا تھا کہ ظاہری حال دیکھ کر وہ گمان کرتا کہ شہداء مردہ ہیں۔ البتہ جب اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے تو اسے مردہ نہیں کہا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پارۂ چہارم رکوع ۸ کی آیت مبارکہ ''وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا الخ'' میں شہیدوں کو مردہ گمان کرنے سے بھی روک دیا اور تاکید کے ساتھ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو مردہ ہرگز گمان مت کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور بارگاہ الٰہی سے روزی دیے جاتے ہیں۔

قرآن کریم کی ان آیات مبارکہ سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ شہدائے کرام زندہ ہیں، ان کو مردہ کہنا قرآن مجید کی مخالفت کرنا ہے بلکہ انہیں مردہ گمان کرنے سے بھی سختی سے روکا گیا ہے۔ یعنی مردہ کہنا تو بڑی بات ہے ان کو مردہ خیال بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ وہ اللہ کی راہ میں قتل ہو کر زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں، رزق آخرت سے کھاتے پیتے ہیں اور جہاں خدائے تعالیٰ چاہتا ہے جنت وغیرہ کی سیر کرتے ہیں۔

آواز آرہی ہے شہیدوں کی خاک سے مر کر ملی ہے زندگیٔ جاوداں مجھے

تین مجاہد

شہیدوں کی زندگی کے بے شمار واقعات معتبر کتابوں میں درج ہیں۔ ان میں سے ایک

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

واقعہ ہم آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جس کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے شرح الصدور میں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلویؒ نے اپنے رسالہ مبارکہ ''الانتباہ فی حل ندائے یا رسول اللہ ''میں تحریر فرمایا ہے۔

تین بھائی ملک شام میں رہتے تھے جو بڑے جری اور بہادر تھے۔ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ رومیوں نے ایک مرتبہ ان کو گرفتار کرلیا اور اپنے عیسائی بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔اس نے کہا تم لوگ مذہب اسلام چھوڑ دو اور عیسائی بن جاؤ۔ان تینوں نے بیک زبان کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

بادشاہ نے کہا ''اِنِّیْ اَجْعَلُ فِیْکُمُ الْمُلْكَ وَ اُزَوِّجُکُمْ بَنَاتِیْ ''(میں تم لوگوں کو سلطنت دوں گا اور اپنی لڑکیوں سے شادی بھی کردوں گا۔تم لوگ عیسائی ہو جاؤ۔مگر مجاہدین اس پر بھی عیسائی بننے کیلئے تیار نہ ہوئے۔بادشاہ نے کہا اگر ہماری بات نہیں مانو گے تو قتل کردیے جاؤ گے۔ مجاہدین نے کہا ؎

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے　یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پروا نہیں کرتے

بادشاہ نے حکم دیا کہ تین دیگوں میں زیتون کا تیل کھولایا جائے۔جب تیل کھول گیا تو مجاہدین کو ان دیگوں کے پاس لایا گیا اور کہا گیا کہ اگر عیسائی نہیں بنو گے تو اسی کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیے جاؤ گے۔اب بھی موقع ہے خوب سوچ لو۔ان بہادروں نے کہا کہ ہماری آخری سانس کا جواب یہی ہوگا کہ ہم جان تو دے سکتے ہیں مگر مصطفی ﷺ کا دیا ہوا ایمان نہیں دے سکتے۔

انہوں نے یا محمداہ پکارا۔ پھر عیسائیوں نے بڑے بھائی کو تیل کے کھولتے ہوئے دیگ میں ڈال دیا۔اس کے بعد پھر باقی دونوں بھائیوں کو سمجھانے کی کوشش کی گئی مگر آنکھوں سے اپنے بھائی کا یہ انجام دیکھنے کے باوجود ان کے اندر کچھ فرق نہیں پیدا ہوا۔وہ اب بھی خوشی کے ساتھ اللہ کی راہ میں شہید ہونے کیلئے تیار رہے منجھلے بھائی کو بھی کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا۔

چھوٹے بھائی کی ابھرتی جوانی دیکھ کر وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اسے ہمارے سپرد کردیجئے ہم ایک ترکیب سے نہایت آسانی کے ساتھ اس کو عیسائی بنالیں گے۔بادشاہ نے اس کو وزیر کے سپرد کردیا۔وزیر نے انہیں ایک مکان میں بند کردیا اور اپنی حسین لڑکی کو انہیں بہکانے کیلئے مقرر کیا۔ رات کے وقت لڑکی داخل ہوئی۔وہ مرد مجاہد رات بھر نفل نمازیں پڑھتا رہا اور حسینہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔اور کیسے دیکھتا! جن نگاہوں میں حسن مصطفی ﷺ بس چکا ہو وہ نگاہیں بھلا کسی اور کی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

طرف کیسے اٹھ سکتی ہیں۔

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا سب سے بیگانہ ہے اے پیارے شناسا تیرا

لڑکی کیلئے یہ منظر بڑا ہی عجیب تھا کہ جس کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے دنیا بیتاب ہے یہ جوان اس کو ایک نظر بھی دیکھنے کیلئے تیار نہیں۔ صبح کے وقت وہ ناکامی کے ساتھ واپس آئی اور اپنے باپ کو بتایا کہ آج اس کی عبادت کی کوئی رات تھی۔ مگر اسی طرح چالیس راتیں گذر گئیں اور وہ مردِ مجاہد اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ آخر میں خود وہ لڑکی متاثر ہوگئی اور کہا اے پاکباز نوجوان تو کس کا شیدائی وفدائی ہے کہ میری طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا فرمایا۔

میں مصطفی کے جامِ محبت کا مست ہوں یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

لڑکی صدقِ دل سے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه'' پڑھ کر مسلمان ہوگئی اور اصطبل سے دو گھوڑے لائی۔ رات ہی میں دونوں وہاں سے فرار ہوگئے اور ابھی زیادہ دور نہیں پہنچے تھے کہ پیچھے سے گھوڑوں کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی اور جلد ہی وہ قریب آگئے۔ دیکھا تو نوجوان کے وہی دونوں بھائی ہیں جو کھولتے ہوئے تیل میں ڈالے گئے تھے ساتھ میں فرشتوں کا ایک گروہ بھی تھا۔ نوجوان مجاہد نے حال پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ ''مَا كَانَتْ اِلَّا الْغَطْسَةَ الَّتِیْ رَأَيْتَ حَتّٰى خَرَجْنَا فِی الْفِرْدَوْسِ'' (بس وہی تیل کا ایک غوطہ تھا جو تم نے دیکھا اس کے بعد ہم جنت الفردوس میں پہنچ گئے)۔ پھر دونوں بھائیوں نے فرشتوں کی موجودگی میں اس لڑکی کا نکاح اپنے بھائی سے کر دیا اور واپس چلے گئے[1]۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

اس واقعہ سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ اللہ کی راہ میں قربان ہونے والے شہید مرتے نہیں ہیں بلکہ زندہ ہو جاتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ مدد کیلئے یارسول اللہ پکارنا جائز ہے کہ مجاہدین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارا تھا اگر دور سے پکارنا شرک ہوتا تو انہیں جنت الفردوس میں جگہ نہ ملتی اور نہ چھوٹے بھائی کی شادی میں فرشتوں کی شرکت ہوتی۔

محبت والے

شہیدوں کے علاوہ دوسرے لوگ جو اللہ و رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں مرنے کے

---

1. شرح الصدور، امام جلال الدین السیوطی، متوفی ۹۱۱ھ، جلد ۱، صفحہ ۲۱۳، دار المعرفہ، لبنان۔

بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ عراق پر حکمرانی کے زمانہ میں شاہ فیصل اول کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ اسی حالت میں شاہ فیصل سے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی حُذیفہ ہوں۔ مجھے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو اپنی اپنی قبروں میں بے انتہا تکلیف پہنچ رہی ہے ہم دونوں کو موجودہ قبروں سے نکال کر دریائے دجلہ سے کچھ فاصلہ پر دفن کیا جائے۔ میری قبر میں پانی آ رہا ہے اور جابر کی قبر میں بہت زیادہ نمی آ گئی ہے۔

شاہ فیصل بیدار ہوا تو حکومت کے کاموں میں اس طرح مصروف ہو گیا کہ وہ رات کے خواب کی ہدایت بالکل ہی بھول گیا۔ دوسری رات میں حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے پھر اسی طرح ہدایت فرمائی مگر اس زمانہ میں ملکی اور سیاسی معاملات میں اس قدر پیچیدگی پیدا ہو گئی تھی کہ شاہ فیصل جلد مقدس جسموں کو نئی قبروں میں منتقل نہ کر سکے۔ اس کے بعد حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں عراق کے مفتیٔ اعظم کو اس طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ وہ دو بار شاہ فیصل کو بھی اس کیلئے ہدایت کر چکے ہیں مگر ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوا۔ اس لئے تم شاہ فیصل کے پاس جا کر کہو اور ان کی رائے سے ہمارے جسموں کو مناسب مقام پر منتقل کیے جانے کا انتظام کرو۔

دوسرے دن صبح بیدار ہوتے ہی مفتیٔ اعظم نوری السعید پہلے وزیر اعظم عراق کے پاس پہنچے اور ان کو اپنے ساتھ لے کر شاہ فیصل کے سامنے بیان کیا۔ شاہ فیصل نے ان کی تائید کی اور کہا بیشک مسلسل دو رات مجھے اس کی ہدایت کی گئی ہے مگر میں اب تک کچھ تو سیاسی الجھنوں اور کچھ مذہبی پابندیوں کے سبب اس کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ اس کے بعد مفتیٔ اعظم سے کہا گیا کہ اگر آپ اس کے متعلق فتویٰ صادر کریں تو میں فوراً ان حضرات صحابہ کے مقدس جسموں کو مناسب مقام پر دفن کرا کے مزار تعمیر کرنے کا مکمل انتظام کر دوں گا۔

مفتی اعظم نے اپنی آنکھوں سے ان قبروں کو دیکھا۔ درحقیقت قبروں تک دریائے دجلہ کا پانی پہنچ چکا تھا اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ان مقتدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک جسموں کو جلد ہی دوسری جگہ منتقل نہ کیا گیا تو ممکن ہے کچھ دنوں بعد دریائے دجلہ کا سیلاب ان کو بہا لے جائے اس اندیشہ کے پیش نظر مفتیٔ اعظم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جسموں کو دوسرے مقام پر دفن کرنے کا فتویٰ دے دیا اور اخبارات کے ذریعے اس کا اعلان بھی ہو گیا کہ خاص عید اضحیٰ کے دن بعد نماز ظہر مذکورہ صحابیوں کی قبریں کھولی جائیں گی اور ان کے بابرکت جسموں کو ایک دوسری جگہ پر دفن

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کر دیا جائے گا۔

اخبارات میں اعلان چھپتے ہی یہ خبر پوری دنیائے عرب میں پھیل گئی۔ حج کا زمانہ تھا دنیا کے چاروں طرف سے توحید و رسالت کے پروانے فریضۂ حج کی ادائیگی اور زیارت روضۂ انور کی غرض سے مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ میں حاضر تھے لیکن چونکہ خاص عیدالاضحیٰ کے دن صحابہ کے جسموں کو منتقل کیا جانے والا تھا اس لئے جو لوگ حج کرنے گئے تھے وہ اس موقع سے شرف اندوز نہیں ہو سکتے تھے۔ تو شاہ عراق سے درخواست کی گئی کہ ان دونوں صحابیوں کی قبروں سے ان کے جسموں کو اس وقت نکالا جائے جب حج کا زمانہ گذر جائے تا کہ تمام ملکوں کے مسلمان اس سعادت میں حصہ لے سکیں۔

شاہ نے تاریخ کی تبدیلی منظور کر لی اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ مقدس جسموں کو منتقل کرنے کا کام ۲۰ ذی الحجہ کو انجام دیا جائے گا اور ساتھ ہی ایسا انتظام کر دیا گیا کہ دریائے دجلہ کا پانی ان قبروں کو کوئی مزید نقصان نہ پہنچا سکے۔ حسب اعلان ۲۰ ذی الحجہ کی صبح ہی کو لاکھوں مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہما کی قبروں کے گرد جمع ہو گیا۔ ان تمام مسلمانوں کی موجودگی میں جب دونوں صحابیوں کی قبریں کھولی گئیں تو واقعی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر شریف میں پانی آرہا تھا اور حضرت جابر بن عبداللہ کے مزار مبارک میں بھی غیر معمولی نمی دیکھی گئی۔

جب قبروں سے مقدس جسم نکالے گئے تو لوگوں نے دیکھا کہ تیرہ سو سال کی لمبی مدت گذر جانے کے باوجود بھی جسم بالکل تر و تازہ ہیں اور عجیب و غریب خوشبو سے مہک رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان بزرگوں کو وصال فرمائے ہوئے شاید مشکل سے چند گھنٹے ہوئے ہوں گے۔ ان کے چہروں پر ایسا نور پھیلا ہوا تھا کہ دیکھنے سے قلب و نظر کو سرور حاصل ہوتا تھا اور ان پر نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی یہاں تک کہ کفن کا کپڑا ابھی بالکل تازہ معلوم ہوتا تھا اور ریش مبارک (داڑھی) کے بال بالکل سلامت تھے۔

اور ایک بات یہ بھی نہایت عجیب ہوئی کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک کو اٹھانے کیلئے اسٹریچر کو سامنے لایا گیا تو کسی کو ہاتھ لگانے کی ضرورت پیش نہیں آئی بلکہ وہ خود بخود اسٹریچر پر آ گیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا جسم اقدس بھی ایسے ہی آ گیا ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ ان دونوں جسموں کو اس کے بعد دو شیشے کے تابوتوں میں رکھ دیا گیا اور پھر بڑی احتیاط کے ساتھ نئے مزارات میں دفن کر دیا گیا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اس موقع پر شاہ فیصل اول مفتئ اعظم، وزیر اعظم اور دوسرے ملکوں کے بڑے بڑے امراء و سفراء بھی موجود تھے۔ جب یہ واقعہ اخبارات کے صفحات پر آیا تو ساری دنیا کو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑی کہ اللہ کے محبوب بندے بعداز وصال بھی زندہ رہتے ہیں۔

آسی شہید عشق ہوں مردہ نہ جانیو مر کر ملی ہے زندگئ جاوداں مجھے

وصلی اللہ تبارک و تعالیٰ و سلم علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ الہ و اصحابہ و شہداء ملتہ و اولیاء امتہ اجمعین

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

وصال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علیٰ سید المرسلین و علیٰ اٰلہ و أصحابہ اجمعین اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی القراٰن المجید و الفرقان الحمید أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ (آل عمران: ۱۴۴) صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علیٰ ذلك لمن الشاھدین والشاکرین و الحمد للہ رب العالمین

ایک بار آپ تمام حضرات ساری کائنات کے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں بلند آواز سے درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی و اٰلہ صلی اللہ علیہ و سلم صلاۃ و سلاما علیك یا رسول اللہ۔

جب کوئی شخص کسی مقصد اور کسی غرض سے اپنا مرکز چھوڑ کر دوسرے مقام پر جاتا ہے۔ تو مقصد پورا ہو جانے اور مطلب حل ہو جانے کے بعد وہ اپنے مرکز اصلی کی طرف واپس ہو جاتا ہے ہمارے اور آپ کے پیارے نبی جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد تھا دین اسلام کے احکام خدا کے بندوں تک پہنچانا اور ان کو توحید پرست بنا کر ان کے نفوس کا مکمل تزکیہ فرمانا۔

جب آپ کا مقصد پورا ہو گیا اور خدائے تعالیٰ نے آیت کریمہ ”اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ“ (المائدہ: ۳) نازل فرما کر آپ کے دین کے کامل ہونے کی خوشخبری سنائی اور اپنی نعمتیں آپ پر پوری فرما دیں تو آپ کو اپنے مرکز اصلی مقام قدس کی طرف جانے کا وقت قریب آ گیا جس کا علم آپ کو بہت پہلے سے تھا اسی لیے حَجَّةُ الْوَدَاعِ کے موقع پر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ”شاید اس کے بعد میں تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں“۔

سنن الدارمی میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورہ ”اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ“ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر نور نظر صاحبزادی حضرت فاطمہ

www.waseemziyai.com
MARKAZUL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا ''نُعِيَتْ اِلَيَّ نَفْسِيْ'' (مجھ کو میرے سفر آخرت کی خبر دی گئی ہے)۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لَا تَبْكِيْ فَاِنَّكِ اَوَّلُ اَهْلِيْ لَاحِقٌ بِيْ'' (اے فاطمہ روؤ نہیں میرے اہل بیت میں تم ہی سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو گی)۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ یہ دیکھ کر ازواج مطہرات میں سے بعض بیویوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ پہلے ہم نے آپ کو روتے دیکھا اور پھر ہنستے دیکھا۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو بتایا کہ آپ کو آپ کے سفر آخرت کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ آپ نے فرمایا روؤ نہیں۔ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تو ہی مجھ سے ملے گی۔ یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔[1]

دارمی شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس علالت میں کہ جس میں آپ نے وصال فرمایا گھر سے باہر تشریف لائے اس حال میں کہ اپنے سر پر کپڑا باندھے ہوئے تھے۔ ہم لوگ اس وقت مسجد میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہو کر منبر کی طرف تشریف لے گئے اور اس پر رونق افروز ہوئے۔ پھر آپ نے ایک خطبہ دیا اور فرمایا ''وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَى الْحَوْضِ مِنْ مَّقَامِيْ هٰذَا'' (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں اس منبر پر بیٹھے ہوئے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں)۔ پھر فرمایا خدا کا ایک بندہ ہے جس کے سامنے دنیا اور دنیا کی زینت پیش کی گئی مگر اس نے آخرت کو اختیار کر لیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھ سکا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ پر قربان ہو جائیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو سن کر بہت متعجب ہوئے کہ وہ ایسا کیوں فرما رہے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے کہا کہ اس بوڑھے کو دیکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک بندہ کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تروتازگی اور آخرت کے درمیان اختیار دیا ہے۔ اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ لیکن رازدارِ نبوت

[1] سنن الدارمی، حدیث ۸۰، جلد ۱، صفحہ ۲۱۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

فوراً سمجھ گیا تھا کہ وہ بندہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔[1]

اصدق الصادقین سید المتقین رازدار نبوت پہ لاکھوں سلام

شہدائے احد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا

بخاری اور مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے احد پر آٹھ برس کے بعد نماز جنازہ پڑھی (حضرت ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا شہدائے احد کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ نے آٹھ برس کے بعد ان پر نماز جنازہ پڑھی) گویا آپ زندوں اور مردوں کو رخصت فرمارہے ہیں۔ شہدائے احد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمانے کے بعد لوٹے تو منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا میں تم سے پہلے جا رہا ہوں۔ میں تم لوگوں کی دعوتِ اسلام قبول کرنے اور اطاعت وفرمانبرداری کے بجالانے پر گواہ ہوں۔ اور تم سے ہماری ملاقات کا مقام حوض کوثر ہے اور میں اس جگہ سے حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں اور فرمایا ''اِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ'' (بیشک مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔[2]

آخری وصیت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ اے بلال! جا کر اعلان کردو کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ میں ان کو وصیت کروں گا۔ اور کہہ دو کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ آخری وصیت ہوگی۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف کے بازاروں اور گلیوں میں اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت سننے کیلئے مسجد نبوی میں سب لوگ حاضر ہو جائیں تو اس اعلان کو سن کر لوگ اس قدر گھبرا گئے کہ دوکانوں اور گھروں کو ایسے ہی کھلے ہوئے چھوڑ کر مسجد میں حاضر ہو گئے۔ اور اتنے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد نبوی میں گنجائش نہ رہی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر رونق افروز ہوئے اور طویل خطبہ فرمایا جو وقت اور حال کے مناسب نصیحت اور احکام شرع پر مشتمل تھا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو!

---

[1] سنن الدارمی، حدیث ۷۸، جلد ۱، صفحہ ۲۱۵۔

[2] صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، متوفی ۲۵۶ھ، حدیث ۱۳۴۴، جلد ۲، صفحہ ۹۱، دار طوق النجاۃ۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

میرا سفرِ آخرت قریب ہے۔ جان و مال اور سامان وغیرہ کا کوئی بھی حق کسی شخص کا مجھ پر ہو تو اس کا بدلہ آج مجھ سے لے لے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان اس لئے تھا کہ حقوق العباد کی اہمیت وضرورت ان کی امت پر اچھی طرح واضح ہو جائے اور وہ ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی سے ہمیشہ دور رہیں۔

حقوق کی تفصیل

برادرانِ ملت! حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد۔ پھر حقوق اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ اگر ان کے بارے میں بندہ سے قصور واقع ہوا تو وہ صرف توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں جیسے کہ شہر میں جمعہ اور عیدین کی نماز کے چھوٹ جانے کے گناہ۔ یا شراب پینے اور ناچ وغیرہ دیکھنے کے گناہ اور دوسرے وہ جو صرف توبہ سے نہیں معاف ہو سکتے جیسے نماز نہ پڑھنے، روزہ نہ رکھنے، زکوٰۃ و فطرانہ نہ ادا کرنے اور حج و قربانی وغیرہ نہ کرنے کے گناہ۔ کہ ان کے معاف ہونے کی صورت صرف توبہ نہیں ہے بلکہ چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کی قضا کرے، جتنے سالوں کی زکوٰۃ اور فطرانہ نہ دیا ہو اب ادا کرے، صاحب نصاب ہو کر جتنے سال قربانی نہ کی ہو ہر سال کے بدلے ایک بکرا کی قیمت صدقہ کرے، خود حج نہ کر سکتا ہو تو حج بدل کرائے، مال نہ رہ گیا ہو تو حج بدل کرانے کی وصیت کرے اور توبہ کرے تو معاف ہو سکتے ہیں۔ یعنی توبہ کے ساتھ ان کی ادائیگی بھی ضروری ہے کہ یہ چیزیں صرف توبہ سے نہیں معاف ہو سکتیں۔

اور رہے حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق تو وہ حقوق اللہ کی دوسری قسم سے بھی اہم ہیں۔ اس لئے کہ خدائے تعالیٰ ارحم الراحمین ہے اگر وہ چاہے تو اپنے ہر قسم کے حقوق معاف کر دے۔ لیکن وہ کسی بندہ کا حق ہرگز نہیں معاف کرے گا جب تک کہ وہ بندہ نہ معاف کر دے کہ جس کی حق تلفی کی گئی ہے۔ اسی لئے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری وصیت میں خاص طور پر اس کی اہمیت کو ظاہر فرمایا اور زمانۂ صحت میں بھی ہمیشہ اس کی تاکید فرماتے رہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا ''اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ'' (کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس اور کنگال کون ہے؟) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں مفلس وہ شخص ہے کہ جس کے پاس نہ پیسے ہوں اور نہ سامان۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دراصل مفلس وہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMI ISLAMIA ACADEMY

شخص ہے کہ جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ لے کر اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھالیا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ تو اب ان لوگوں کو راضی کرنے کیلئے اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں کے درمیان تقسیم کی جائیں گی۔ اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جانے کے بعد بھی لوگوں کے حقوق اس پر باقی رہ جائیں گے تو اب حق داروں کے گناہ لاد دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔[1] العیاذ باللہ تعالیٰ۔

بیشک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح فرمایا حقیقت میں مفلس اور غریب وہی شخص ہے کہ جس کے پاس قیامت کے دن نیکیاں نہیں ہوں گی۔ یا وہ بہت سی نیکیاں لے کر آئے گا مگر حقوق العباد میں گرفتار ہوگا۔ ماں باپ کو ستایا ہوگا۔ پڑوسی کو تکلیف دی ہوگی۔ بھائی کا حق مارلیا ہوگا، ماں باپ کے مرنے پر بہن کا حق نہیں دیا ہوگا یا دادا کے انتقال پر پھوپھی کا حق غصب کرلیا ہوگا۔ تو قیامت کے دن اس کی ساری نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جس کی اس نے حق تلفی کی ہوگی یہاں تک کہ اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہ جائے گی۔ تو حقیقت میں غریب وہی شخص ہے اس لئے کہ دنیا کا غریب۔ اگر اس کے پاس کھانا نہ ہو تو مانگنے سے کہیں کھانا مل جائے گا۔ کپڑا نہ ہو تو وہ بھی کہیں سے پالے گا۔ سردی میں رضائی یا کمبل نہ ہو تو کسی کو رحم آجائے گا وہ بھی حاصل ہو جائے گا اور رہنے کیلئے گھر نہ ہو تو سر چھپانے کیلئے کہیں کوئی جگہ مل ہی جائے گی۔ لیکن قیامت کے دن جب نیکیاں نہیں ہوں گی تو وہ کہیں سے نہیں ملیں گی۔ ارشاد خداوندی ہے ''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ٘ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا'' (اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اور اس دن کا خوف کرو کہ جس میں کوئی باپ اپنے بچے کے کام نہ آئے گا اور نہ کوئی کام والا بچہ اپنے باپ کو کچھ فائدہ پہنچائے گا) (لقمان: ۳۳)۔

اور ارشاد رب ذوالجلال ہے ''یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴿۳۷﴾'' (عبس: ۳۴، ۳۷) (قیامت کا دن وہ ہولناک دن ہوگا کہ آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنے ماں باپ سے بھاگے گا یہاں تک کہ اپنی بیوی اور بیٹوں سے بھی راہ فرار اختیار کرے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن اپنی نجات کی ایک فکر

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۲۴۱۸ جلد ۴، صفحہ ۱۹۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہوگی کہ وہی اس کیلئے بس ہوگی)۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کی مدد کرنے اور نیکی دینے کو تیار نہ ہو گا۔ تو حقیقت میں غریب وہی شخص ہے کہ جس کے پاس قیامت کے دن نیکیاں نہ رہیں گی۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ حج کرنے سے چھوٹے بڑے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں زندگی بھر نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے، دوسرے کی زمینوں، دوکانوں اور جائدادوں پر ناجائز قبضہ کر لیتے ہیں۔ غلط کاموں میں پوری زندگی گزارتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ مرنے کا وقت آ گیا تو حج کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ سارے گناہ معاف ہو گئے اور ہم ایسے ہو گئے جیسے کہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔

تو اے مسلمانو! اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت امام احمد رضا بریلویؒ نے اپنے رسالۂ مبارکہ ''اعجب الامداد'' میں اس مسئلہ کی نفیس تحقیق فرمائی ہے۔ جس کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ حج سے گناہوں کی معافی کا مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

وہ فرماتے ہیں کہ جس نے پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کیا اور اس میں لڑائی جھگڑا نیز ہر قسم کے گناہ اور نافرمانی سے بچا پھر حج کے بعد فوراً مر گیا اتنی مہلت نہ ملی کہ جو حقوق اللہ یا حقوق العباد اس کے ذمہ تھے انہیں ادا کرتا یا ادا کرنے کی فکر کرتا۔ تو حج قبول ہونے کی صورت میں امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے تمام حقوق کو معاف فرما دے اور حقوق العباد کو اپنے ذمۂ کرم پر لے کر حق والوں کو قیامت کے دن راضی کرے اور خصومت سے نجات بخشے۔

اور اگر حج کے بعد زندہ رہا اور حتی الامکان حقوق کا تدارک کر لیا یعنی سالہائے گذشتہ کی مابقی زکوٰۃ ادا کر دی، چھوٹی ہوئی نماز اور روزہ کی قضا کی، جس کا حق مار لیا تھا اس کو یا مرنے کے بعد اس کے وارثین کو دے دیا۔ جسے تکلیف پہنچائی تھی معاف کرا لیا، جو صاحب حق نہ رہا اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے ادا کرتے کرتے کچھ رہ گیا تو موت کے وقت اپنے مال میں سے ان کی ادائیگی کی وصیت کر گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد سے چھٹکارے کی ہر ممکن کوشش کی۔ تو اس کے لئے بخشش کی اور زیادہ امید ہے۔ ہاں اگر حج کے بعد قدرت ہونے کے باوجود ان امور سے غفلت برتی انہیں ادا نہ کیا۔ تو یہ سب گناہ ازسرنو اس کے ذمہ ہوں گے۔ اس لئے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد تو باقی ہی تھے۔ ان کی ادائیگی میں تاخیر کرنا پھر تازہ گناہ ہوا جس کے ازالہ کیلئے وہ حج کافی نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حج گذرے ہوئے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

گناہوں یعنی وقت پر نماز اور روزہ وغیرہ ادا نہ کرنے کی تقصیر کو دھوتا ہے۔ حج سے قضا شدہ نماز اور روزہ ہرگز نہیں معاف ہوتے اور نہ آئندہ کیلئے پروانۂ آزادی ملتا ہے۔

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ اس مسئلہ پر بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی میں دیر لگانا اور نماز و زکوٰۃ وغیرہ کو ادا کرنے میں تاخیر کرنا چونکہ یہ حقوق اللہ میں سے ہیں اس لئے فقط تاخیر کا گناہ جو ماضی میں ہو چکا وہ معاف ہو جائے گا۔ لیکن اصل قرض اور نماز و زکوٰۃ وغیرہ فرائض کی ادئیگی میں جو آئندہ تاخیر ہو گی وہ معاف نہیں ہو گی۔ اور علامہ شامی بحر الرائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حج جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرض کی ادائیگی اور صوم و صلاۃ کی قضا اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ بہت سے لوگوں کا وہم ہے۔ اس لئے کہ امت میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ پھر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ حج ان کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جو حقوق اللہ ہیں۔ تو پھر بھلا حج حقوق العباد کا کفارہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ ہم سب کو پورے طور پر حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ اور دنیا و آخرت میں ہمیں مفلسی کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

شیخ محقق لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آخری وصیت کے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ "اے لوگو! جس شخص پر کوئی حق ہو اسے چاہیے کہ وہ ادا کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ رسوائی ہو گی اس لئے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت آسان ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس اعلان پر ایک صحابی اُٹھے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ہم نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی اور اس میں سے تین درہم لے لیے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کس چیز نے تم کو خیانت کرنے پر مجبور کیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تین درہم کی ضرورت تھی۔ حضور نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان سے تین درہم لے لو"۔

کتنے اچھے تھے وہ کہ انہوں نے آخرت کی رسوائی سے بچنے کیلئے بھرے مجمع میں دنیا کی رسوائی اختیار کی، اپنی خیانت کا اعلان کر دیا اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کیلئے دنیا کی رسوائی میں کوئی عار نہیں محسوس کی۔ دعا ہے کہ خدائے ذوالجلال ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کا پورا جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

علالت کی ابتدا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرضِ وفات کی ابتدا کب ہوئی؟ اس کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاریؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جب ماہ صفر کے ختم ہونے میں ایک یا دو روز باقی رہ گئے تھے۔ تب علالت کی ابتدا ہوئی یعنی سر میں درد پیدا ہوا۔ اور حضرت سلیمان تیمیؒ جو کہ ثقہ لوگوں میں سے ہیں انہوں نے اس بات پر جزم کیا ہے کہ ۲۲ صفر کو مزاج مبارک ناساز ہوا۔

مزاج اقدس کی ناسازی کے زمانہ میں بھی آپ پانچ دن تک از راہ عدل باری باری ایک ایک زوجۂ محترمہ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔ جب مرض میں بہت شدت پیدا ہو گئی تو ازواج مطہرات کی اجازت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں قیام فرمایا اور جب تک طاقت رہی آپ خود مسجد نبوی میں نمازیں پڑھانے کیلئے تشریف لاتے رہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرض نے جب غلبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''مُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ'' (ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! وہ نرم دل آدمی ہیں۔ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ دوبارہ فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پھر وہی عذر پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تیسری بار پھر وہی حکم بتاکید فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔[1] حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں انہوں نے کل سترہ نمازیں پڑھائیں۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بہت واضح دلالت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مطلقاً تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل اور خلافت و امامت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

حدیث قرطاس

بخاری و مسلم میں ہے کہ وفات سے چار دن پہلے جمعرات کو جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا درد بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس شانہ کی ہڈی لاؤ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۶۷۸، جلد ا، صفحہ ۱۳۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تا کہ اس کے بعد تم نہ بہکو۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بیماری کی تکلیف زیادہ ہے۔ تمہارے پاس قرآن ہے۔ وہی اللہ کی کتاب تمہارے لئے کافی ہے۔ بعض لوگ کہتے تھے حضور کے پاس لکھنے کا سامان رکھ دو۔ اور کئی لوگوں نے کہا ”مَا شَانُهُ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ“ (حضور کا کیا حال ہے؟ کیا جدائی کا وقت قریب آ گیا؟ آپ سے دریافت کرو)۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے لکھنے کے بارے میں آپ سے دریافت کرنا شروع کیا۔ تو جواب میں آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اس لئے کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو[1]۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خلافت کا معاملہ لکھنا چاہتے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روک دینے سے یہ اہم معاملہ رہ گیا تو اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ خلافت کا معاملہ لکھنا ہرگز منظور نہ تھا۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی مرض میں ارادہ فرمایا تھا جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تا کہ میں ان کے لئے وصیت نامہ لکھ دوں۔ اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے یا کوئی کہنے والا کہے کہ میں افضل ہوں۔ حالانکہ خدائے تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے مگر ایسا ارادہ فرمانے کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا کسی دوسرے کی ممانعت کے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بخود لکھنا موقوف کر دیا اور پھر اگر خلافت کیلئے وصیت ہی کرنی تھی تو اس کے لئے لکھنا ضروری نہ تھا بلکہ جو لوگ حجرۂ مبارکہ میں موجود تھے ان کے سامنے زبانی وصیت کر دینا ہی کافی تھا[2]۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ کھڑے ہوئے اور حضرت عباس و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے سہارے مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اشارہ فرمایا کہ نہ ہٹو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے یعنی ان کو اپنے داہنے کیا اور اس طرح آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ آپ کو دیکھ کر

[1] صحیح بخاری، حدیث ۴۴۳۱، جلد ۶، صفحہ ۹۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۶۷۸، جلد ۱، صفحہ ۱۳۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دوسرے لوگ نماز کے ارکان ادا کرتے رہے۔ نماز کے بعد آپ نے ایک خطبہ دیا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت سی وصیتیں فرمائیں۔[1]

حدیث شریف میں ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت بہت سخت ہو چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد آیا کہ میری ملکیت میں چھ سات اشرفیاں ہیں۔ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ اسے خیرات کر دیں مگر وہ مشغولیت کے سبب خیرات نہ کر سکیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ان اشرفیوں کو منگوا کر خیرات کر دیا اور فرمایا کہ اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ اشرفیاں اس کے قبضہ میں ہوں تو یہ مقام نبوت کے منافی ہے۔

مرض میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ دوشنبہ کے روز جس دن آپ کی وفات ہوئی صبح کے وقت آپ کی طبیعت بظاہر پرسکون تھی مگر دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہو جاتا تھا۔

بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفات سے کچھ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سینے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ میرے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حال میں آئے کہ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں جانتی تھی کہ آپ مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا میں عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے آپ کیلئے مسواک لے لوں۔ آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا کہ ہاں لے لو۔ میں نے عبدالرحمن سے مسواک لے کر آپ کو دے دی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مسواک کا چبانا دشوار معلوم ہوا اس لئے کہ وہ سخت تھی۔ میں نے عرض کیا۔ کیا میں مسواک کو نرم کر دوں آپ نے اجازت دے دی تو میں نے مسواک کو نرم کر دیا اور آپ نے اس کو اپنے دانتوں پر پھیرا۔

آپ کے سفر آخرت کا وقت قریب آ رہا تھا۔ سانس کی گھر گھراہٹ سینہ میں محسوس ہوتی تھی۔ اسی درمیان میں لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے ''اَلصَّلٰوۃُ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ'' (نماز اور غلام و باندی)۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۶۷۸، جلد ۱، صفحہ ۱۳۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ وفات کے دن حضرت جبریل علیہ السلام آئے تو ان کے ساتھ ایک فرشتہ اور تھا جو ایک لاکھ ایسے فرشتوں کا افسر تھا جن میں سے ہر ایک فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا افسر تھا۔ اس فرشتہ نے حاضری کی اجازت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ موت کا فرشتہ ہے حاضری کی اجازت چاہتا ہے۔ اور آج سے پہلے نہ تو اس نے کسی سے اجازت طلب کی ہے اور نہ آئندہ اس کے بعد کسی آدمی سے اجازت طلب کرے گا۔ آپ نے فرمایا اس کو بلا لو۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے بلایا۔ اس نے حاضر ہو کر سلام کیا اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدائے تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اگر آپ حکم دیں گے تو میں آپ کی روح کو قبض کروں گا ورنہ چھوڑ دوں گا۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو میری مرضی کے مطابق عمل کرے گا۔ موت کے فرشتہ نے عرض کیا ہاں مجھ کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ آپ فرمائیں میں اسی کے مطابق عمل کروں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل کی طرف دیکھا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ''اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَآئِكَ '' (اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے)۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کے فرشتہ سے فرمایا کہ جس بات کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کر۔[1]

بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب موت کا فرشتہ حاضر ہوا اس وقت حضور کا سرِ مبارک میری ران پر تھا۔ آپ پر غشی طاری ہوئی پھر ہوش آیا تو آپ چھت کی طرف دیکھنے لگے۔ اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ عین وصال کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرِ مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے اور حلق کے درمیان تھا اور قریب میں پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پانی میں ہاتھ ڈالتے اور ان کو چہرے پر پھیر لیتے اور فرماتے تھے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور موت کے وقت سختیاں ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور فرمانے لگے ''فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی '' (اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ میں کر دے)۔ یا یہ مطلب تھا کہ میں رفیق اعلیٰ میں آنا چاہتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ''اِخْتَرْتُ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، محمد بن عبداللہ، متوفی ۷۴۱ھ، حدیث ۵۹۷۲، جلد ۳، صفحہ ۱۶۸۵، المکتب الاسلامی، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى'' (میں نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا)۔ یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک گئے اور روحِ قدس عالم قدس میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾۔

وصال کا اثر

برادران اسلام! سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات مبارکہ سے اہلبیت اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو صدمۂ جانکاہ پہنچا وہ بیان سے باہر ہے۔ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب کیا کریں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یہ حالت ہوگئی کہ ان پر سکتہ طاری ہوگیا بولنے کی طاقت نہیں رہ گئی حالت بے قراری میں اِدھر سے اُدھر آتے جاتے تھے مگر کسی سے کچھ کہتے نہیں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قدر غم سے نڈھال ہوگئے کہ ایک جگہ بیٹھ گئے اور ہلنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہوا کہ وہ ننگی تلوار لے کر مدینہ شریف کے بازار اور گلیوں میں گھومتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی میں اسی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال کے وقت اپنے گھر تھے۔ جب یہ خبر سنی تو روتے ہوئے اور وَا اَحْمَدَاہُ کے نعرے لگاتے ہوئے مسجد شریف میں حاضر ہوئے دیکھا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حیران و پریشان ہیں۔ آپ نے کسی سے بات نہیں کی اور نہ کسی کی طرف متوجہ ہوئے۔ سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک چہرہ سے چادر ہٹائی اور پیشانی انور کو بوسہ دیا روتے ہوئے باہر نکلے۔ خدائے تعالیٰ کا ان پر یہ خاص فضل ہوا کہ حضور سے انتہائی محبت کے باوجود ان کے ہوش و حواس بجا رہے۔ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں موجود تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا اے عمر! بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نہیں بیٹھیں گے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ دینا شروع کیا۔

فرمایا اے لوگو! کان کھول کر سن لو کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ ان کا وصال ہوگیا۔ اور جو خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ خدا زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا اس پر کبھی موت نہیں طاری ہوسکتی۔ پھر آپ نے وہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی جس کے پڑھنے کا شرف ہم

---

[۱] صحیح بخاری، حدیث ۴۴۴۹، جلد ۶، صفحہ ۱۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ابتدائی تقریر میں حاصل کر چکے ہیں" وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ " (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک رسول ہیں) " قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ " (ان سے پہلے اور رسول ہو چکے) " اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ " (تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟) " وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ " (اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا) " وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ " (اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا)۔ یعنی جو اپنے دین پر ثابت رہیں گے اور نہیں پھریں گے وہ گروہ شاکرین میں سے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس آیت کریمہ کے تلاوت فرمانے سے لوگوں کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا کوئی اس آیت کریمہ کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے سن کر اب اسی آیت کریمہ کو ہر شخص پڑھنے لگا۔[1] اور بخاری و مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میں نے یہ آیت کریمہ سنی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس سے پہلے میں نے اس آیت کریمہ کو سنا ہی نہ تھا۔ سننے کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس یقین کے بعد میرے بدن میں لرزہ پیدا ہوا اور میں زمین پر گر پڑا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ گویا ہماری نگاہوں پر پردہ پڑا ہوا تھا جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ نے اٹھا دیا۔ ان سے سن کر اب اسی آیت کریمہ کو ہر شخص پڑھنے لگا جس سے لوگوں کو کچھ سکون حاصل ہو گیا۔[2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب قرآن مجید کی آیت کریمہ پڑھ کر سنائی تو اگرچہ اس سے لوگوں کو کچھ سکون حاصل ہو گیا لیکن اب اتنا وقت نہیں باقی رہ گیا تھا کہ اسی روز تجہیز و تکفین ہو سکے اسی لئے دوسرے روز سہ شنبہ منگل کو یہ کام انجام پایا۔

تجہیز و تکفین

مدارج النبوۃ میں ہے کہ وصیت کے مطابق جب عزیز و اقارب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات کے بعد غسل دینا چاہا تو آواز آئی کہ اللہ کے رسول کو غسل نہ دو کہ وہ پاک و صاف ہیں انہیں غسل کی حاجت نہیں۔ آواز کس نے دی اور کدھر سے آئی؟ لوگوں نے بہت چھان بین کی مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔ معلوم ہوا کہ غیب سے آواز آئی ہے تو بعض لوگوں نے چاہا کہ غیبی آواز پر عمل کیا جائے اور غسل نہ دیا جائے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسی آواز کے سبب کہ جس کی حقیقت سے ہم واقف نہیں ہیں کہ وہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کہاں سے آئی ہے اور کہنے والا کون ہے۔ ہم اسلام کے طریقہ کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم غسل ضرور دیں گے۔ اتنے میں پھر دوسری غیبی آواز آئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا جائے۔ پہلی آواز ابلیس کی تھی اور میں خضر ہوں۔

حضرت خضر علیہ السلام کی آواز کے بعد جب لوگوں نے غسل کا ارادہ کیا تو پھر ایک دوسرا اختلاف پیدا ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے پیراہن مبارک میں غسل دیا جائے یا دوسرے لوگوں کی طرح برہنہ کر کے نہلایا جائے؟ ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہو پایا تھا کہ ایک طرف سے پھر غیبی آواز آئی۔ اللہ کے رسول کو برہنہ مت کرو۔ ان کو انہی کے پیراہن مبارک میں غسل دو۔ اب حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے مل جل کر آپ کو غسل دیا اور حضرت اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے غسل کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناف مبارک اور پلکوں پر پانی کے جو قطرے اور تری رہ گئی تھی۔ جوشِ عقیدت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی زبان سے چاٹ کر پی لیا۔ آپ فرماتے تھے کہ اس کی برکت سے میرا علم اور قوت حافظہ بہت بڑھ گئے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ غسل کے بعد حضور کو تین سفید سوتی کپڑوں کا کفن دیا گیا جو یمن کے ایک گاؤں "سحول" کے بنے ہوئے تھے۔

قبر شریف

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے اس کے متعلق صحابہ میں اختلاف ہوا۔ ایک جماعت نے کہا کہ اسی حجرہ مبارکہ میں دفن کیا جائے جہاں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ اور ایک گروہ نے مشورہ دیا کہ مسجد نبوی آپ کا مدفن ہونا چاہیے۔ بعض صحابہ نے رائے دی کہ جنت البقیع جو مدینہ شریف کا عام قبرستان ہے اس میں دفن کیا جائے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ بیت المقدس میں آپ کی قبر ہونی چاہیے اس لئے کہ وہاں بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر نبی وہیں دفن کیا گیا ہے کہ جہاں اس کی وفات ہوئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روئے زمین پر خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس جگہ سے بڑھ کر کوئی جگہ عظمت اور بزرگی والی نہیں ہے کہ جہاں اللہ کے رسول کا وصال ہوا ہے۔ اس گفتگو کے بعد تمام صحابۂ کرام حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کرنے پر

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

متفق ہو گئے اور وہی جگہ قبر شریف کیلئے متعین ہو گئی۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت حمزہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ شریف میں دو آدمی قبر کھودا کرتے تھے۔ ایک ان میں حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے جو مدینہ شریف کے رواج کے مطابق لحد یعنی بغلی قبر کھودا کرتے تھے۔ اور دوسرے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تھے جو بغلی نہیں کھودتے تھے بلکہ شق یعنی صندوقی قبر بناتے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال پر صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا کہ کس طرح کی قبر کھودی جائے۔ تو لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ دونوں صاحبوں کے پاس آدمی بھیجا جائے جو ان میں سے پہلے آئے گا وہ اپنا کام کرے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا کی یا الٰہ العالمین! قبر کے بارے میں اپنے پیارے رسول کیلئے وہ صورت اختیار فرما جو تجھے محبوب و پسندیدہ ہو۔ اور قبر کھودنے والوں کے پاس بلانے کیلئے آدمی بھیجے گئے تو پہلے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ آئے جو لحد کھودا کرتے تھے تو انہوں نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بغلی قبر تیار کی۔

نماز جنازہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ؒ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جنازۂ اقدس پر نماز کے بارے میں فقہائے کرام کی مختلف رائیں ہیں۔ بہت سے علماء عام لوگوں کی نماز جنازہ کی طرح مانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر جب تک بیعت نہ ہوئی تھی لوگ فوج در فوج حجرۂ مبارکہ میں آتے اور جنازۂ اقدس پر نماز پڑھتے جاتے جب بیعت ہوگئی تو ولی شرع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے۔ انہوں نے جنازۂ مبارکہ پر نماز پڑھی پھر ان کے بعد کسی نے نہیں پڑھی کہ ولی کے پڑھنے کے بعد پھر کسی کو نماز جنازہ پڑھنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح نماز جنازہ عام طور پر ہوتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ اس طرح نہیں ہوئی بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر ہوتے اور صلاۃ وسلام عرض کرتے جس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔[1]

بیہقی اور طبرانی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے غسل و کفن سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے نعش مبارک پر رکھ کر باہر چلے جاؤ۔ سب سے پہلے جبریل علیہ السلام مجھ پر صلاۃ بھیجیں گے پھر میکائیل علیہ السلام پھر اسرافیل علیہ السلام پھر ملک الموت اپنے

---

[1] فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا خان بریلی، جلد ۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

سارے لشکروں کے ساتھ۔ اور پھر گروہ در گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جاؤ۔[1] جس حجرۂ مبارکہ میں وصال ہوا غسل و کفن کے بعد آپ کو وہیں رکھا گیا۔ لوگ ہر چہار طرف سے نماز جنازہ کیلئے ٹوٹ پڑے لیکن چونکہ حجرۂ مبارکہ میں جگہ کم تھی اس لئے تھوڑے تھوڑے کر کے پہلے مرد لوگ حاضر ہوئے پھر عورتیں اور پھر بچے۔ اس سبب سے بھی دفن میں تاخیر ہوئی جس کو بعض ناسمجھ دوسری غلط باتوں پر محمول کرتے ہیں۔

بہر حال سب لوگ جب نماز جنازہ یا درود و سلام پڑھ چکے تو حضرت علی، حضرت عباس حضرت فضل بن عباس اور حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہم نے آپ کے جسم اقدس کو قبر انور میں اتار کر قبلہ رو داہنے پہلو پر لٹایا۔ اور بعض حدیث شریف کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک میں اترے تھے۔

رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ

مدارج النبوۃ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک سے جو آخر میں نکلے وہ قثم بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی جب آخری زیارت ہم نے کی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبہائے مبارک ہل رہے ہیں۔ ہم نے اپنا کان قریب کر دیا تو سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَبِّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ فرما رہے ہیں۔

برادرانِ اسلام! قربان جایئے اپنے مہربان آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ وہ ہمیشہ ہم گنہگاروں کی فکر میں رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ امت کے گناہوں کے غم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی پوری ایک رات بستر پر آرام سے نہیں سوئے۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ رات بھر ہم لوگوں کیلئے خدائے تعالیٰ سے دعائیں مانگتے اور بخشش کے انتظار میں روتے رہتے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

اشک شب بھر انتظارِ عفوِ امت میں بہیں ۔۔۔ میں فدا اور چاندیوں اختر شماری واہ وا

اور ایک شاعر یوں کہتا ہے۔

تمہارے ہی لیے تھا اے گنہگار و سیہ کارو ۔۔۔ وہ شب بھر جاگنا اور رات بھر رونا محمد کا

اگر کالی گھٹا چھا جاتی تو ہمارے مہربان آقا پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چین ہو جاتے۔ کبھی

---

[1] المعجم الکبیر، امام طبرانی، متوفی ۳۶۰، حدیث ۲۶۷۶، جلد ۳، صفحہ ۵۸، مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ۔

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

حجرۂ مبارکہ میں آتے اور کبھی مسجد میں پہنچ کر اُمت کی حفاظت کیلئے دعا فرماتے اگر آندھی آتی تو بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاتے۔ دیر تک سر نہ اٹھاتے۔ عذاب سے مامون رہنے کی خدائے تعالیٰ سے دعائیں کرتے اور اس قدر روتے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ غرضیکہ ہمیشہ ہماری فکر میں رہے کبھی ہم کو فراموش نہیں فرمایا۔ اپنے حجرۂ مبارکہ میں رہے تو وہاں یاد فرمایا۔ مسجد میں تشریف لائے تو وہاں یاد فرمایا۔ جنگل و بیابان میں یاد فرمایا۔ پہاڑ کی گھاٹیوں میں یاد فرمایا۔ یہاں تک کہ قبر انور میں لٹائے گئے تو وہاں بھی یاد فرمایا۔

اے خدائے ذوالجلال! ہم گنہگاروں کی طرف سے ہمارے مہربان آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں درود و سلام کی ڈالیاں نچھاور فرما۔ اور قیامت کے دن ہم سب کو ان کی شفاعت نصیب فرما کر جہنم کے عذاب سے حفاظت فرما اور جنت الفردوس میں بہترین جگہ عنایت فرما (ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)۔

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال دوشنبہ مبارکہ کو ہوا اور سہ شنبہ یعنی منگل کا دن گزار کر رات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دفن کر دیا گیا اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بطور تعزیت آئے۔ تو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انس! اور اے صحابہ رضی اللہ عنہم تم کو یہ کیسے گوارا ہوا کہ تم نے اللہ کے رسول پر مٹی ڈال دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! ہم بھی یہی سوچتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کیسے مٹی ڈالیں۔ لیکن اللہ کے فیصلہ اور شریعت کے حکم سے کوئی چارۂ کار نہیں۔ اس لئے مجبوراً ہم کو ایسا کرنا پڑا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدائی میں سب لوگ زار و قطار روئے۔[1]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غم

برادرانِ ملت! رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کا اثر یوں تو ہر مسلمان پر بہت ہوا کہ ایسا مصیبت کا دن انہوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس سے اچھا اور پر مسرت دن ہم نے مدینہ شریف میں کبھی نہیں دیکھا کیونکہ اس شہر مبارک کی ہر چیز روشن اور تابناک ہو گئی۔ اور جس دن

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۴۴۶۲، جلد ۶، صفحہ ۱۵۔

www.waseemziyai.com
MAKTABA-UL-QOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن سے زیادہ المناک دن ہم نے مدینہ طیبہ میں کبھی نہیں دیکھا کیونکہ سب چیزوں پر تاریکی چھا گئی، ہر گھر سے رونے اور گریہ وزاری کرنے کی آواز آتی تھی پورا مدینہ شریف ماتم کدہ بنا ہوا تھا لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا کہ ان کا حجرۂ مبارکہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تھا دفن کے بعد وہ بَیتُ الْحُزْنِ وَ الْفِرَاق ہو گیا تھا کہ شب و روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی رویا کرتی تھیں۔ اور خاص کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر نورِ نظر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بے انتہا غم ہوا کہ وہ رات بھر اور دن بھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی میں آنسو بہایا کرتیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد کبھی کسی نے ان کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

مدارج النبوۃ میں ہے کہ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے حاضر ہوئیں۔ مزار مبارک سے تھوڑی مٹی اٹھا کر اشک آلود اور آنسوؤں سے بھری ہوئی اپنی آنکھوں پر رکھا اور فرمایا۔

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ اَنْ لَّا یَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا

(کیا حرج ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کو سونگھ لے تو وہ کبھی کسی بیش قیمت خوشبو کو نہ سونگھے)۔

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربت انور سے ایسی خوشبو آرہی ہے کہ جو شخص اسے سونگھ لے تو پھر کسی دوسری خوشبو کو سونگھنے کی اسے حاجت نہیں۔ اور فرمایا۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

(مجھ پر ایسی مصیبتیں آگئیں کہ اگر یہ مصیبتیں روز روشن پر آجائیں تو وہ مارے غم کے رات بن جائیں (ایک بار پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھئے)

انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں

برادرانِ اسلام! بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب زندہ نہیں بلکہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ جیسا کہ وہابیوں، دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' صفحہ ۴۲ پر لکھا ہے۔ مگر یہ عقیدہ حق اہلسنت و جماعت کے خلاف ہے اور باطل ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے ''اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ، فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُّرْزَقُ'' (سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے، لہٰذا اللہ کے نبی زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں)۔[1]

اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۵۷۶ پر اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ "پیغمبر خدا زندہ است بہ حقیقتِ حیاتِ دنیاوی" (خدائے تعالیٰ کے نبی دنیاوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں)۔[2]

اور مرقاۃ المفاتیح میں رئیس المحدثین حضرت ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "لَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ وَلِذَا قِيلَ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا يَمُوتُونَ وَلٰكِنْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ" (انبیائے کرام علیہم السلام کی قبل از وصال اور بعد از وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ محبوبانِ خدا مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار یعنی ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں)۔[3]

اور حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف میں ابوداؤد، نسائی، دارمی، بیہقی اور ابن ماجہ یعنی حدیث کی پانچ معتمد کتابوں سے روایت ہے "إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ" (رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر (کھانا) حرام فرمادیا ہے)۔[4]

رئیس المحدثین حضرت ملا علی قاریؒ مرقاۃ میں اسی حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں "فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ فِي قُبُورِهِمْ أَحْيَاءٌ" (انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں)[5]۔

اور سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاریؒ اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۵۷۴ پر اسی حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ "حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات

---

[1] سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، متوفی ۲۷۳ھ، حدیث ۱۶۳۷، جلد ۱، صفحہ ۵۲۴، دار احیاء الکتب العربی، بیروت۔

[2] اشعۃ اللمعات، جلد ۱، صفحہ ۵۷۶۔

[3] سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، متوفی ۲۷۳ھ، حدیث ۱۶۳۷، جلد ۱، صفحہ ۵۲۴، دار احیاء الکتب العربی، بیروت۔

[4] نسیم الریاض، شہاب الدین خفاجی، جلد ۱، صفحہ ۱۹۶۔

[5] نسیم الریاض، شہاب الدین خفاجی، جلد ۱، صفحہ ۱۹۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

معنوی روحانی چنانکه شہدا راست''(انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کی زندگی سب مانتے آئے ہیں، کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے)۔ان کی زندگی جسمانی حقیقی دنیاوی ہے، شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے۔[1]

حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی اس شرح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے زمانۂ حیات یعنی گیارہویں صدی ہجری تک یہ مسئلہ متفق علیہ رہا کہ انبیائے کرام علیہم السلام بعد از وصال بھی زندہ رہتے ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔یعنی جو لوگ کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو زندہ نہیں مانتے چاہے وہ دیوبندی ہوں یا وہابی ان کا مذہب اور ان کا یہ عقیدہ نیا ہے۔اہلسنت و جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہمیشہ یہی عقیدہ رکھتے رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور روزی دیئے جاتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اگر بعد از وفات زندہ نہ ہوتے اور مر کر مٹی میں مل گئے ہوتے (معاذ اللہ رب العالمین) تو معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے بیت المقدس میں کیسے آتے۔معلوم ہوا کہ بیشک انبیائے کرام علیہم السلام زندہ ہیں (ایک بار ہم سب لوگ مل کر پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)۔

اور یہ بھی خوب اچھی طرح ذہن نشیں کر لیجئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی جسمانی حقیقی دنیاوی ہے۔شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ترکہ نہیں تقسیم کیا جاتا اور نہ ان کی بیویاں دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں اور شہیدوں کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور ان کی بیویاں عدت گذارنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی برزخی نہیں ہے بلکہ دنیاوی ہے۔بس فرق صرف اتنا ہے کہ وہ ہم جیسے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں جیسا کہ نور الایضاح کی شرح مراقی الفلاح میں حضرت شیخ حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں'' وَ مِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّهُ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ مُتَمَتِّعٌ بِجَمِيْعِ الْمَلَاذِ وَ الْعِبَادَاتِ غَيْرَ اَنَّهُ حَجَبَ عَنْ اَبْصَارِ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ شَرِيْفِ الْمُقَامَاتِ ''(یہ بات

---

[1] اشعۃ اللمعات جلد ۱، صفحہ ۵۷۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ارباب تحقیق کے نزدیک ثابت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ) زندہ ہیں، ان پر روزی پیش کی جاتی ہے، ساری لذت والی چیزوں کا مزا اور عبادتوں کا سرور پاتے ہیں، لیکن جو لوگ کہ بلند درجوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں)۔[1]

تو زندہ ہے و اللہ تو زندہ ہے و اللہ　　مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

اور شہاب العلوم حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ "نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض" میں تحریر فرماتے ہیں "اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ حَیَاةً حَقِیْقَةً" (انبیائے کرام علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں)۔[2]

اور رئیس المحدثین حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں "اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ حَیٌّ يُرْزَقُ وَ يُسْتَمَدُّ مِنْهُ الْمَدَدُ الْمُطْلَقُ" (بیشک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ اور باحیات ہیں انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے)۔[3]

اور سید المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب "سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار الاخیار" میں فرمایا کہ "با چندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس رادریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت بحقیقت حیات بے شائبۂ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر۔ و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آں حضرت را مفیض و مربی" (علمائے امت میں اتنے اختلافات و کثرت مذاہب کے باوجود کسی شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات (دنیاوی) کی حقیقت کے ساتھ قائم اور باقی ہیں۔ اس حیات نبوی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے، اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ نیز طالبان حقیقت کیلئے اور ان لوگوں کیلئے کہ آں حضرت کی جانب توجہ رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو فیض

---

[1] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، حسن بن عمار الشرنبلالی، متوفی ۱۰۶۰، جلد ۱، صفحہ ۲۸۳، المکتبۃ المصریہ۔

[2] نسیم الریاض، شہاب الدین خفاجی، جلد ۱، صفحہ ۱۹۶۔

[3] مرقاۃ المفاتیح، جلد ۵، صفحہ ۱۸۸۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

بخشنے والے اور ان کے مربی ہیں)۔[1]

اور پارہ ۲۳ آخری رکوع کی آیت کریمہ ''اِنَّکَ مَیِّتٌ'' میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے موت آنے کا ذکر فرمایا گیا ہے تو اس سے مراد اس عالم دنیا سے منتقل ہونا ہے۔ اور احادیث کریمہ و اقوال ائمہ میں حیات سے بعد وصال کی حقیقی زندگی مراد ہے۔ (ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)۔

حیاتِ انبیاء علیہم السلام واقعات کی روشنی میں

برادران ملت! آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام بعد وصال زندہ ہیں۔ اس کے بارے میں احادیث کریمہ اور ائمہ عظام کے بہت سے اقوال آپ لوگوں نے سن لیے۔ اب ہم چند واقعات بیان کرتے ہیں جن سے یہ بات اچھی طرح واضح اور روشن ہو جائے گی کہ نبی بعد وصال زندہ رہتا ہے مرتا نہیں ہے۔

علامہ سمہودیؒ اپنی مشہور کتاب ''وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان نور الدینؒ جو عادل بادشاہ اور بڑے متقی تھے۔ ان کی رات کا بہت سا حصہ تہجد اور وظیفے میں خرچ ہوتا تھا۔ ۵۵۷ء میں ایک رات جبکہ تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد وہ سوئے تو خواب میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ان کو نصیب ہوئی۔ سرکار اقدس نے دو کیری آنکھ والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بادشاہ سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے میری حفاظت کرو۔ بادشاہ گھبرا کر اٹھے وضو کیا اور جب کچھ نوافل پڑھ کر دوبارہ سوئے تو پھر بعینہ وہی خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں ان دونوں سے میری حفاظت کرو۔ بادشاہ پھر بیدار ہو گئے وضو کیا اور جب تیسری بار کچھ نوافل پڑھ کر سوئے تو پھر وہی خواب دیکھا۔ اٹھ کر فرمایا کہ اب نیند کی کوئی گنجائش نہیں۔ رات ہی کو فوراً اپنے وزیر کو بلایا جو نیک اور صالح آدمی تھے۔ نام جمال الدین بتایا جاتا ہے۔ ان کو سارا قصہ سنایا۔ وزیر نے کہا اب تاخیر کا موقع نہیں ہے فوراً مدینہ چلیے مگر اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کیجیے۔ بادشاہ نے فوراً رات ہی کو تیاری کی۔ وزیر اور ۲۰ مخصوص خادموں کو ساتھ لے کر تیز رفتار اونٹنیوں پر بہت سا سامان اور مال و متاع لدوا کر مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہو گئے اور دن

---

[1] سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار الاخیار، محدث دہلوی، صفحہ ۱۶۱، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

رات چلتے رہے یہاں تک کہ سولھویں روز مصر سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ شہر سے باہر غسل کیا اور نہایت ادب و احترام سے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے جنت کی کیاری میں دو رکعت نماز نفل پڑھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر صلاۃ و سلام عرض کیا پھر نہایت متفکر ہو کر بیٹھے سوچتے رہے کہ اب کیا کریں۔ وزیر نے اعلان کیا کہ بادشاہ نورالدین زیارت کیلئے آئے ہیں اور بہت سا مال اپنے ہمراہ یہاں کے لوگوں پر تقسیم کرنے کیلئے لائے ہیں۔ لہٰذا سب لوگ ان سے ملاقات کریں۔ اس اعلان کے بعد لوگوں کی آمد شروع ہوگئی۔ بادشاہ ہر آنے والے کو نہایت گہری نگاہ سے دیکھتے رہے۔ سب لوگوں نے یکے بعد دیگرے بادشاہ سے ملاقاتیں کیں اور عطائیں لے کر چلے گئے مگر کیری آنکھ والے وہ دو شخص کہ جن کو خواب میں دیکھا تھا نظر نہ آئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اور کوئی باقی رہ گیا ہو تو اس کو بھی بلا لیا جائے۔ معلوم ہوا کہ اب کوئی نہیں باقی رہ گیا ہے۔ مگر بادشاہ کے بار بار کہنے پر لوگوں نے بہت غور و خوض کیا تو کہا کہ دو نیک مرد نہایت متقی اور پرہیزگار مغربی بزرگ ہیں وہ کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے بلکہ خود ہی بہت کچھ صدقات و خیرات اہل مدینہ پر کرتے رہتے ہیں گوشہ نشین لوگ ہیں سب سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ بادشاہ نے ان دو آدمیوں کو بھی بلوایا اور جب وہ آئے تو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ دو آدمی ہیں جو خواب میں دکھلائے گئے تھے۔ بادشاہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم مغرب کے باشندے ہیں حج کیلئے آئے ہوئے تھے اس سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ زیارت کیلئے حاضر ہوئے اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں رہنے کی تمنا ہوئی تو یہاں ٹھہر گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ صحیح صحیح بتا دو۔ انہوں نے جو پہلے کہا تھا پھر اسی جواب کو دہرایا۔ بادشاہ نے صحیح بات بتانے پر بہت اصرار کیا مگر ان لوگوں نے کچھ اور نہیں بتایا بلکہ ہر بار یہی کہتے رہے کہ ہم لوگ حج کیلئے آئے تھے پھر زیارت کیلئے حاضر ہوئے اور کچھ روز کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوس میں قیام کر لیا۔ بادشاہ نے ان کی قیام گاہ دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ روضۂ مبارکہ کے قریب ہی ایک رباط میں رہتے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو یہیں روکے رکھیں اور خود ان کی قیام گاہ پر گئے۔ وہاں پہنچ کر بہت کچھ دیکھا بھالا تو مال و متاع بہت سا ملا اور کتابیں بھی رکھی ہوئی ملیں لیکن کوئی ایسی چیز نہیں ملی کہ جس سے خواب کے مضمون کی تائید ہوتی ہو۔

بادشاہ بہت پریشان اور متفکر تھا کہ خواب سچ ہے یہ دونوں آدمی وہی ہیں جو خواب میں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY

دکھائے گئے لیکن ان کے حالات سے معاملہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اور مدینہ طیبہ کے لوگوں کا حال یہ تھا کہ بہت سے لوگ سفارش کیلئے آئے اور بیان دیا کہ یہ دونوں نیک بزرگ دن بھر روزہ رکھتے ہیں، ہر نماز جنت کی کیاری میں پڑھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر صلاۃ و سلام عرض کرتے ہیں، روزانہ جنت البقیع کی زیارت کرتے ہیں، ہر سنیچر مسجد قُبا جاتے ہیں، کسی سائل کو بغیر کچھ دیئے ہوئے واپس نہیں کرتے، اس قحط کے سال میں انہوں نے مدینہ شریف والوں کے ساتھ بہت ہمدردی اور غمگساری کی ہے۔ بادشاہ ان کے حالات سن کر تعجب کرتے تھے اور ان کی قیام گاہ میں اِدھر اُدھر متفکر پھر رہے تھے۔ یکا یک ان کے مصلے کو اٹھایا جو ایک چٹائی پر بچھا ہوا تھا اور چٹائی کے نیچے ایک پتھر بچھا ہوا تھا جب اس کو اٹھایا گیا تو اس کے نیچے ایک سرنگ ظاہر ہوئی جو بہت گہری کھودی گئی تھی اور بہت دور تک چلی گئی تھی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر انور کے قریب پہنچ گئی تھی۔ یہ دیکھ کر سب لوگ دنگ رہ گئے۔ بادشاہ نے ان کو انتہائی غصہ میں کانپتے ہوئے مارنا شروع کیا اور کہا کہ صحیح صحیح واقعہ بتاؤ۔ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ دونوں نصرانی ہیں، عیسائی بادشاہوں نے ان کو بہت سا مال دیا ہے اور آئندہ بہت زیادہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ہم لوگ حاجیوں کی صورت بنا کر اس لئے آئے ہیں تاکہ قبر انور سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک کو نکال کر لے جائیں۔ ہم دونوں رات کو یہ جگہ کھودتے تھے اور جو مٹی نکلتی تھی اس کو چمڑہ کی دو مشکوں میں بھر کر رات ہی کو جنت البقیع میں ڈال آیا کرتے تھے۔

بادشاہ اس بات پر کہ خدائے تعالیٰ نے اور اس کے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس خدمت کیلئے ان کو منتخب کیا بہت روئے۔ ان دونوں کو قتل کرایا اور حجرۂ مبارکہ کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا پھر اس خندق کو رانگہ یا سیسہ پگھلا کر بھروا دیا تاکہ سرور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک تک کبھی کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔ (ایک بار ہم سب مل کر اس زندہ نبی پر زندہ دلی کے ساتھ درود شریف کا نذرانہ پیش کریں)۔[1]

اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زندہ ہیں۔ اگر وہ (معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ) مر کر مٹی میں مل گئے ہوتے جیسا کہ وہابیوں اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے تو بادشاہ نور الدینؒ کو وصال کے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال

---

[1] وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ، علامہ سمہودی، جلد ۱، صفحہ ۶۶۴، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

بعد حفاظت کے حکم دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے رسول زندہ ہیں اور وہابیوں دیوبندیوں کا عقیدہ باطل ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نصرانیوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کا نبی وصال فرمانے کے بعد مٹی میں نہیں مل جاتا ورنہ کئی سو سال کے بعد وہ حضور ﷺ کے جسم اقدس کو نکال کر لے جانے کا پروگرام نہ بناتے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

رہا یہ سوال کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق جبکہ حضور ﷺ خود دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور مشکلیں حل فرماتے ہیں تو انہوں نے اپنی حفاظت کیلئے بادشاہ نور الدین سے کیوں کہا اور نصرانیوں کو خود ہی کیوں نہیں ہلاک کر دیا۔ اور جب وہ خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے اور اپنے دشمنوں کو ہلاک نہیں کر سکتے تو وہ دوسروں کی مدد کیا کر سکتے ہیں؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ خدائے تعالیٰ کی عطا کی ہوئی طاقت سے اپنی حفاظت فرما سکتے تھے اور بادشاہ نور الدین کی مدد کے بغیر ان کے دشمن ہلاک ہو سکتے تھے جیسا کہ اسی کتاب ''وفاء الوفا جلد اول صفحہ ۴۷۱'' میں ایک دوسرا واقعہ درج ہے کہ حلب کی ایک جماعت سے مدینہ کا حاکم مل گیا اور بہت سا مال رشوت لے کر ان کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے جسم مبارک کو نکال لے جانے کی اجازت دے دی۔ اور جب وہ لوگ زمین کھودنے کے بہت سے ہتھیار لے کر باب السلام سے اندر داخل ہوئے اور حجرہ شریف کی طرف چلے تو حضرت شیخ شمس الدین صوابؒ جو خادمین حرم نبوی کے افسر تھے اور اس واقعہ کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں ''وَاللهِ مَا وَصَلُوا الْمِنْبَرَ حَتَّى ابْتَلَعَتْهُمُ الْاَرْضُ جَمِيْعَهُمْ بِجَمِيْعِ مَا كَانَ مَعَهُمْ مِنَ الْاٰلَاتِ وَلَمْ يَبْقَ لَهُمْ اَثَرٌ'' (خدا کی قسم وہ لوگ ابھی منبر شریف تک بھی نہ پہنچے تھے کہ اچانک ان کو اور ان کے سارے ساز و سامان کو زمین نگل گئی اور ان کا نام و نشان مٹ گیا)۔[1]

تو اسی طرح وہ دونوں نصرانی بھی ہلاک ہو سکتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ بادشاہ نور الدین کی کسی نیکی پر ساری دنیائے اسلام میں ان کے نام کو روشن و منور فرمانا چاہتے تھے اور آخرت میں ان کو مرتبۂ جلیلہ پر فائز کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے یہ خدمت ان کے سپرد فرمائی۔
لیکن اگر اب بھی کوئی بدبخت نہ مانے اور یہی بکتا رہے کہ حضور کو اپنے دشمنوں کے ہلاک

---

[1] وفاء الوفا، جلد ا، صفحہ ۴۷۱۔

کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ اس لئے بادشاہ نورالدین سے ہلاک کروایا۔ تو اس بدبخت کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے محبوب کے دشمنوں کے ہلاک کرنے کی طاقت نہیں تھی اس لئے وہ خود ہلاک نہیں کرسکا بلکہ دوسرے سے ہلاک کروایا۔

برادرانِ اسلام! اللہ کے رسول ﷺ بعد وصال بھی زندہ ہیں۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ اور سماعت فرمایئے، حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب الحاوی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد رفاعیؒ جو مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہوکر سرکار اعظم ﷺ کی زیارت کیلئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے۔

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ كُنْتُ اُرْسِلُهَا　تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَ هِیَ نَائِبَتِیْ

(میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور ﷺ کے آستانہ مقدسہ کو چوما کرتی تھی)۔

وَ هٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ　فَامْدُدْ یَمِیْنَكَ كَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

(اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا ہے۔ لہٰذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمایئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں)۔

حضرت سید احمد رفاعیؒ کی اس عرض پر سرکار اقدس ﷺ نے قبر انور سے اپنے دست مبارک کو باہر نکالا جس کو انہوں نے چوما۔

البنیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست اقدس کی زیارت کی۔ ان لوگوں میں محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی یعنی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ

انبیاء کو بھی موت آنی ہے　مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
بس اسی آن کے بعد ان کی حیات　مثل سابق وہی جسمانی ہے

اولیاء اللہ بھی زندہ ہیں

وہابیوں، دیوبندیوں کو تو انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کے بارے میں بھی کلام ہے یہاں تک کہ سید الانبیاء اور نبی الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مر کر مٹی میں مل گئے۔ حالانکہ اولیائے کرام و بزرگان دین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں یہ مرتبہ ملا ہے کہ وہ بھی بعد وفات زندہ رہتے ہیں۔ ثبوت کیلئے بروقت صرف دو واقعات سماعت فرمائیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ جو مشہور بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کا واقعہ عارف باللہ حضرت مولانا رومؒ اپنی مثنوی شریف کے دفتر چہارم میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز بایزید بسطامیؒ اپنے مریدوں کے ساتھ ایک راستہ سے گذر رہے تھے کہ اچانک شہر "رے" کے علاقہ میں خرقان کی طرف سے انہیں خوشبو محسوس ہوئی۔ حضرت اس خوشبو سے اس قدر مست ہوئے کہ چہرے کا رنگ کبھی سرخ ہوتا تھا اور کبھی سفید۔ ایک مرید نے عرض کیا کہ حضور کیا معاملہ ہے کہ میں حضرت کے چہرہ کے رنگ کو بدلتا ہوا پاتا ہوں؟ فرمایا کہ اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے کہ جہاں درجۂ ولایت وقطبیت کا ایک بہت بڑا بادشاہ اتنے سال کے بعد فلاں تاریخ کو تشریف لانے والا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے؟ فرمایا کہ ان کا نام ابوالحسن ہے۔ پھر سر سے لے کر پاؤں تک ان کا پورا حلیہ بیان فرمایا۔

حضرت کے بیان کے مطابق ابوالحسن خرقانیؒ کی تاریخ پیدائش کو لوگوں نے نوٹ کرلیا۔ اور جب حضرت بایزید بسطامیؒ کی وفات کے بعد وہی تاریخ آئی تو خرقان میں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ پیدا ہوئے۔ اور سن بلوغ کو پہنچے تو لوگوں نے ان سے بیان کیا کہ حضرت بایزیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحسن میرا عقیدت مند ہوگا اور میری قبر پر آکر مجھ سے فیض حاصل کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی اسی مضمون کا خواب دیکھا ہے، پھر آپ روزانہ صبح کے وقت حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوتے اور چاشت کے وقت تک ان کے مزار کے سامنے باادب کھڑے رہتے اور فیض حاصل کرتے۔

ایک روز صبح کے وقت جبکہ آپ اس قبرستان میں تشریف لے گئے کہ جہاں حضرت کا مزار تھا تو دیکھا کہ ساری قبریں برف سے چھپی ہوئی ہیں۔ آپ حضرت کی قبر مبارک کو پہچان نہیں سکے جس کے سبب بہت پریشان ہوئے تو پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ اسے مولانا رومؒ کی زبان سے سنئے۔[1]

---

[1] مثنوی مولانا رومؒ کے سوز و ساز پر لکھی گئی نشانِ منزل کی کتاب "سوز و ساز رومی" مصنفہ پیر عبداللطیف خان نقشبندی کا ضرور مطالعہ فرمائیں، نیز حضرت بایزیدؒ اور جنید بغدادیؒ کے حالات، تعلیمات اور روح پرور واقعات پر پیر صاحب کی تصنیف "جنیدؒ و بایزیدؒ" کا مطالعہ بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حَیّ ھَا اَنَا اَدْعُوْكَ كَیْ تَسْعٰی اِلَیَّ (اچانک بایزید بسطامیؒ جو زندہ ہیں ان کی قبر مبارک سے آواز آئی کہ میں تمہیں پکارتا ہوں تم میری طرف آؤ)۔

بیشک بایزید بسطامیؒ وفات کے بعد بھی زندہ ہیں۔ اگر وہ مر کر مٹی میں مل گئے ہوتے اور زندہ نہ ہوتے تو ان کی قبر مبارک سے اس طرح کی آواز ہرگز نہ آتی۔

حیاتِ جاوداں پاتا ہے آسیؔ قتیلِ تیغ ابروئے محمد

(ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے پھر درود شریف پڑھیں)

اولیائے کرام بھی بعد وصال زندہ رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں دوسرا واقعہ یہ سماعت فرمائیں۔ کہ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھویؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ جب وہ اپنے پیر و مرشد حضرت علاؤ الحق والدینؒ کے آستانہ مبارکہ ''پنڈوہ شریف'' کی حاضری کیلئے گلبرگ شریف (دکن) سے روانہ ہوئے تو جس روز صوبہ بہار میں منیر شریف کے قریب پہنچے اسی روز حضرت شرف الدین یحیٰی منیریؒ کا وصال ہوا۔ وفات سے کچھ پہلے انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ ایک سید صحیح النسب جو تارکِ سلطنت ہیں اور ساتوں قرأت کے حافظ ہیں وہ عنقریب آنے والے ہیں وہی میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے۔ حضرت کا وصال ہو گیا اور جنازہ بھی تیار ہو گیا مگر جن کے بارے میں حضرت نے وصیت فرمائی تھی وہ نہیں پہنچے تو شیخ جلائیؒ نام کے ایک شخص آپ کی تلاش میں نکلے۔ جب آبادی کے باہر پہنچے تو انہیں دور سے ایک قافلہ آتا ہوا نظر آیا قافلہ قریب پہنچا تو شیخ جلالی آپ کو تلاش کرنے لگے کہ جن کی پیشانی میں نور ولایت جگمگا رہا تھا۔ پوچھا کہ حضور سید ہیں؟ فرمایا کہ ہاں۔ پھر ساتوں قراءت کے حافظ ہونے اور ترکِ سلطنت کے بارے میں دریافت کیا۔ جب اطمینان ہو گیا کہ آپ ہی کے بارے میں حضرت نے وصیت فرمائی ہے تو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو لائے اور حسب وصیت حضرت کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی اور وہ دفن کر دیئے گئے۔

کچھ وقفہ بعد مخدوم صاحب کو اطلاع ملی کہ حضرت شرف الدین یحیٰی منیرؒ کا مبارک ہاتھ قبر شریف سے باہر نکل آیا ہے اور بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے ہیں مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ کیا ہے۔ حضرت مخدوم صاحبؒ مزار شریف کے پاس پہنچے۔ جب قبر کے باہر نکلے ہوئے ہاتھ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

کو دیکھا تو آپ نے وہیں بیٹھ کر مراقبہ فرمایا۔ اور جب سر اٹھایا تو لوگوں کو بتایا کہ حضرت شیخ منیری ؒ کو مردانِ غیب سے ایک ٹوپی ملی تھی جس کے بارے میں حضرت نے وصیت فرمائی تھی کہ وہ میرے ساتھ قبر میں رکھ دی جائے مگر آپ لوگ بھول گئے۔ حضرت شیخ اسی ٹوپی کو طلب فرما رہے ہیں۔ لوگوں نے تصدیق کی کہ واقعی حضرت نے ٹوپی کے متعلق وصیت فرمائی تھی کہ وہ میرے ساتھ قبر میں رکھ دی جائے۔ جسے ہم لوگ بھول گئے۔ اب وہ ٹوپی لائی گئی اور جب حضرت شیخ کے مبارک ہاتھ پر رکھی گئی تو آپ نے فوراً اپنا ہاتھ اندر کر لیا۔

یہ واقعہ بھی ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ اولیائے کرام بھی بعد وصال زندہ رہتے ہیں اگر زندہ نہ رہتے تو حضرت شرف الدین یحیٰ منیری ؒ دفن کے بعد قبر سے باہر ہاتھ نہ نکالتے، اور اولیائے کرام کیوں نہ زندہ رہیں کہ وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر مرتے ہیں۔ اور جو اللہ کے نام پر مرتے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

تقریر بہت طویل ہو گئی۔ بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے اور گمراہی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین بحرمة النبی الکریم الامین علیه و علیٰ اٰله افضل الصلوات و اکمل التسلیم۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الحمد للہ الذی ھدانا الی الصراط المستقیم و الصلاۃ و السلام علی من اختُص بالُخُلقِ العظیم و علیٰ اٰلہ و اصحابہ الذین قاموا بنصرۃ الدین القویم اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ العظیم اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الزمر:۳۳) صدق اللہ العلی العظیم و بلغنا رسولہ النبی الامین علیہ و علی الہ افضل الصلوات و التسلیم۔

ایک بار آپ تمام حضرات بلند آواز سے اپنے پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہر بار میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں اللھم صل علی سیدنا و مولنا محمد و علی اٰل سیدنا و مولانا محمد معدن الجود و الکرم و علیٰ اٰلہ و اصحابہ و بارک و سلم

ایک باکمال استاد کہ جو بہت سی خوبیوں کا جامع ہوتا ہے۔ اپنے جس شاگرد میں جس خوبی کی ممتاز صلاحیت پاتا ہے اسی خوبی میں اس کو باکمال بناتا ہے۔ جس میں فقیہ بننے کی زیادہ صلاحیت پاتا ہے اسے فقیہ بناتا ہے، جس میں مقرر بننے کی صلاحیت واضح ہوتی ہے اسے کامیاب مقرر بناتا ہے اور جس میں مصنف بننے کی صلاحیت غالب ہوتی ہے اسے باکمال مصنف ہی بناتا ہے، تو ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جس صحابی میں جس خوبی کی ممتاز صلاحیت پائی اسی وصف خاص میں اسے کامل بنایا۔ لہٰذا اپنے پیارے صحابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں صدیق بننے کی صلاحیت کو واضح طور پر محسوس فرمایا تو اسی وصف میں ان کو ممتاز و کامل بنایا۔ اور صدیق ہونا ایسا وصف ہے جو بہت سی خوبیوں کا جامع ہے۔ اور اس وصف خاص کے سب سے زیادہ مستحق صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی تھی اسی لئے وہ اس سے سرفراز فرمائے گئے۔

اصدق الصادقین سید المتقیں چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت

آقائے دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کا نائب اور خلیفہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کس کو مقرر کیا جائے؟ حدیث شریف کی مشہور کتاب بیہقی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خلافت کے معاملہ کو حل کرنے کیلئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر جمع ہوئے۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور دوسرے بہت سے اجلۂ صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

سب سے پہلے ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں سے اس طرح خطاب کیا کہ اے مہاجرین! آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ حضرات میں سے کسی شخص کو کہیں کا عامل مقرر فرماتے تھے تو انصار میں سے بھی ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ خلافت کے معاملہ میں بھی ایک شخص مہاجرین میں سے ہو اور ایک انصار میں سے ہو۔ پھر ایک دوسرے انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی اسی قسم کی تقریر فرمائی۔

ان لوگوں کی تقریروں کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا: حضرات! کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مہاجرین میں سے تھے۔ لہٰذا ان کا نائب اور خلیفہ بھی مہاجرین ہی میں سے ہوگا۔ اور جس طرح ہم لوگ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معاون و مددگار رہے اب اسی طرح خلیفۂ رسول اللہ کے مددگار رہیں گے۔ یہ فرمانے کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اب یہ تمہارے والی ہیں اور پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ سے بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور پھر تمام انصار و مہاجرین نے آپ سے بیعت کی۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور ایک نگاہ ڈالی تو اس مجمع میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ فرمایا کہ ان کو بلایا جائے۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی کے صاحبزادے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاص صحابیوں میں سے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ مسلمانوں میں اختلاف نہیں پیدا ہونے دیں گے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ کوئی فکر نہ کریں۔ یہ کہنے کے بعد کھڑے ہوئے اور آپ سے بیعت کر لی۔

پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تھے۔فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں ہیں۔ان کو بھی بلایا جائے۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوطالب کے صاحبزادے! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور ان کے داماد ہیں مجھے امید ہے کہ آپ اسلام کو کمزور ہونے سے بچانے میں ہماری مدد کریں گے۔ انہوں نے بھی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرح کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کچھ فکر نہ کریں۔یہ کہہ کر انہوں نے بھی بیعت کر لی۔

تحفۃ الاحوذی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''قَدَّمَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنِ الَّذِيْ يُؤَخِّرُكَ '' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو آگے بڑھایا تو پھر کون شخص آپ کو پیچھے کر سکتا ہے)۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان میں اس واقعہ کی جانب اشارہ ہے جو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی علالت کے زمانے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھایا اور آپ ہی کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا امام بنایا۔یہاں تک کہ ابن زمعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھیں۔مگر اتفاق سے اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا '' لَا لَا لَا يَابَى اللهُ وَ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ اَبُوْبَكْرٍ '' (نہیں۔نہیں۔نہیں۔اللہ اور مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سے راضی ہیں وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے)[2]۔

بہر حال اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو متفقہ طور پر خلیفہ تسلیم کر لیا گیا اور کسی سے اختلاف نہیں کیا۔اور اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان حرف بحرف صحیح ہوا کہ میرے بعد خلافت کے بارے میں خدائے تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے،اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کیوں نہ صحیح ہو کہ وہ اللہ کے پیارے محبوب ہیں۔تو ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکتا ہے،درخت اپنی جگہ سے کھسک سکتا ہے بلکہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ کے پیارے محبوب کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔(ایک بار سب لوگ مل کر بلند

---

[1] تحفۃ الاحوذی،عبدالرحمٰن مبارکپوری،متوفی ۱۳۵۳ھ،،جلد ۱۰،صفحہ ۱۰۹،دارالکتب العلمیہ ،بیروت۔

[2] تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آواز سے درود شریف پڑھیں)۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر آیات قرآنی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استدلال علمائے کرام کی ایک جماعت نے اس آیت کریمہ سے کیا ہے" یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ۫ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ" (اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں اور اللہ ان کا پیارا ہے۔ وہ لوگ مسلمانوں پر نرم ہوں گے اور کافروں پر سخت، اللہ کی راہ میں وہ لوگ جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے)۔ (المائدہ: ۵۴)

مفسرین کرام اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قوم سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب کچھ عرب اسلام سے برگشتہ ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہی نے مرتدوں سے جہاد کیا اور پھر ان کو مسلمان بنایا، اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد جب عرب کے کچھ لوگ مرتد ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال فرمایا تو اس زمانہ میں ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ آیت کریمہ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اور پ ۲۶ ع ۱۰ میں ہے" قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَھُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ" (ان گنواروں سے فرماؤ جو کہ پیچھے رہ گئے کہ عنقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں) (الفتح: ۱۶)۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس قوم سے بنی حنیفہ یمامہ کے رہنے والے جو مسیلمہ کذاب کی قوم کے لوگ ہیں وہ مراد ہیں جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ فرمائی اور ایسا ہی طبرانی میں زہری سے مروی ہے، اسی لئے حضرت ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حجت اور واضح دلیل ہے اس لئے کہ آپ ہی نے مرتدوں سے قتال کی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-ISLAMIA ACADEMY

طرف دعوت دی ہے۔

اور حضرت شیخ ابوالحسن اشعریؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعباس بن شُریح کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے اس لئے کہ تمام علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد جن لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے تھے اور جو لوگ مرتد ہو گئے تھے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان سے قتال کی دعوت دی اور ان سے جنگ کی۔ لہٰذا یہ آیت کریمہ آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے اور آپ کی اطاعت کو لوگوں پر فرض کرتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ کے آخر میں واضح الفاظ کے ساتھ فرما دیا ہے کہ جو کوئی اس کو نہیں مانے گا وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

آپ رضی اللہ عنہ افضلُ البشر بَعْدَ الْاَنْبِیَاء ہیں

علمائے اہلسنت و جماعت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَ لَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیًّا'' (سوائے نبی کے اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا ہو اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو)۔[1] مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نبی کے بعد ان سے افضل کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور ایک دوسری حدیث میں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے ''اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ خَیْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیًّا'' (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں علاوہ اس کے کہ وہ نبی نہیں تھے)۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا ''آپ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الناس یعنی لوگوں میں سب سے افضل ہیں۔ اگر کسی شخص نے اس کے خلاف کہا تو وہ مفتری اور کذاب ہے۔ اس کو وہ سزا دی جائے گی جو افتراپردازوں کیلئے شریعت نے سزا مقرر کی ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''خَیْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ'' (اس

---

[1] فضائل صحابہ، امام احمد حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، حدیث ۵۰۸، جلد ۱، صفحہ ۳۵۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد سب سے بہتر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں)۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔[1]

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد لوگوں میں کون سب سے افضل ہے "قَالَ اَبُوبَکرٍ" (فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں)۔ میں نے عرض کیا کہ پھر ان کے بعد؟ "قَالَ عُمَرُ" (فرمایا کہ ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔) حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "خَشِیتُ اَنْ یَقُولَ عُثْمَانُ" (میں ڈرا کہ اب اس کے بعد آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے) تو میں نے کہا کہ اس کے بعد آپ سب سے افضل ہیں "قَالَ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِینَ" (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں)۔ یعنی ازراہ انکساری فرمایا کہ میں ایک معمولی مسلمان ہوں۔[2]

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیات میں ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی وہی سب سے افضل و بہتر قرار دیے جاتے تھے۔ پھر حضرت عمر کو اور ان کے بعد حضرت عثمان کو، پھر حضرت عثمان کے بعد ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔[3]

اور حضرت ابو منصور بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور پھر عشرۂ مبشرہ کے باقی حضرات سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد باقی اصحاب بدر پھر باقی اصحاب احد ان کے بعد بیعت الرضوان کے صحابہ رضی اللہ عنہم پھر دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام لوگوں سے افضل ہیں۔[4] (ایک بار سب

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۳۱۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۳۶۷۱، جلد ۵، صفحہ ۷۔

[3] صحیح بخاری، حدیث ۳۶۹۷، جلد ۵، صفحہ ۱۴۔

[4] صحیح بخاری، حدیث ۳۶۹۷، جلد ۵، صفحہ ۱۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آیاتِ قرآنی

برادرانِ اسلام! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے بزرگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ہم ان میں سے چند آیات کریمہ آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾"

یہ آیت مبارکہ چوبیسویں پارہ کے پہلے رکوع کی ہے جس کی تلاوت کا شرف ہم آج کی شروع تقریر میں پہلے حاصل کر چکے ہیں۔ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو سچائی لایا یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور جنھوں نے ان کی تصدیق کی یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہی لوگ متقی ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسے ہی مروی ہے یعنی اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے حضور کی تصدیق کی۔ ایسا ہی تفسیر مدارک میں بھی ہے اور اسی کو حضرت امام رازی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ترجیح دی ہے اور تفسیر روح البیان نے بھی۔ لہٰذا ان مفسرین کرام کے بیان سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی متقی فرمایا ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ وہ اس امت کے سب سے پہلے متقی ہیں اور قیامت تک پیدا ہونے والے سارے متقیوں کے سردار اور سید المتقین ہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اصدق الصادقین سید المتقین چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

اور پ ۱۰ ع ۱۱ میں ہے "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۰﴾" (التوبہ: ۴۰)۔

---

[1] تفسیر روح البیان، اسماعیل حقی، متوفی ۱۱۲۷ھ، جلد ۴، صفحہ ۱۱۱، دار الفکر، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرات! تمام مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اب اس آیت کریمہ کا مطلب ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ'' (اے مسلمانو! اگر تم لوگ میرے رسول کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں تھے)۔ ''اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'' (جب رسول اپنے یارِ غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ غم نہ کر بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ ''فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا'' (تو اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اپنا سکینہ اتارا)۔ یعنی ان کے دل کو اطمینان عطا فرمایا اور ایسی فوجوں سے اس کی مدد فرمائی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ اور وہ ملائکہ تھے جنہوں نے کفار کے رخ پھیر دیئے یہاں تک کہ وہ لوگ آپ کو دیکھ ہی نہ سکے۔ ''وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى'' (اور کافروں کی بات کو نیچے کر دیا)۔ یعنی ان کی دعوت کفر، شرک کو پست کر دیا۔ ''وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ'' (اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے)(التوبہ: ۴۰)۔

برادرانِ ملت! اس آیت کریمہ میں جو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'' (غم مت کرو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ تو اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا غم نہیں تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غم تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ''اِنْ اُقْتَلْ فَاَنَا رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ قُتِلْتَ هَلَكَتِ الْاُمَّةُ'' (اگر میں قتل کر دیا گیا تو صرف ایک فرد ہلاک ہوگا اور اے اللہ کے رسول! اگر آپ قتل کر دیئے گئے تو پوری امت ہلاک ہو جائے گی)۔[1]

بہرحال یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف میں بالکل واضح ہے اور آپ کے صحابی ہونے پر نص قطعی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ فرمایا۔ اسی لئے حضرت حسین بن فضل نے فرمایا کہ ''مَنْ قَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ لَمْ يَكُنْ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى

[1] تفسیر البغوی، الحسین بن مسعود البغوی، متوفی ۵۱۰ھ، جلد ۲، صفحہ ۳۴۹، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

اللہ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَھُوَ کَافِرٌ لِاِنْکَارِہٖ نَصَّ الْقُرْاٰنِ ''(جو شخص کہے کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی نہیں تھے تو وہ نص قرآنی کے انکار کرنے کے سبب کافر ہے)۔[1]

اور تیسویں پارہ سورۂ والیل کی آیت کریمہ ہے ''وَ سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ''(اور جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا وہ شخص جو کہ سب سے بڑا پرہیز گار ہے جو کہ اپنا مال دیتا ہے خدائے تعالیٰ کے نزدیک ستھرا ہونے کیلئے)۔ نہ کہ ریا، سُمعہ یا ان کے علاوہ کسی دوسرے مقصد کیلئے خرچ کرتا ہے۔

یہ آیت مبارکہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا۔ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرمادیا گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ ان پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔

اس آیت کریمہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ''اَتْقٰی'' یعنی سب سے بڑا پرہیز گار فرمایا گیا ہے۔ اور پ ۲۶ ع ۱۴ کی آیت مبارکہ ہے ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' (بیشک اللہ کے یہاں تم میں سے زیادہ مکرم اور عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے)۔ (الحجرات: ۱۳) تو ان دونوں آیات کریمہ کے ملانے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور عزت والے ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کی عظمت کے اظہار میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ سنن ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ ''(کسی شخص کے مال نے مجھ کو اتنا فائدہ نہیں پہنچایا ہے جتنا فائدہ کہ

---

[1] الصواعق المحرقۃ، ابن حجر، متوفی ۹۷۴ھ، جلد ۲، صفحہ ۷۱۵، موسسۃ الرسالہ لبنان۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا ہے)۔[1]

اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَ صَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ'' (غارِ ثور میں تم میرے ساتھ رہے اور حوضِ کوثر پر بھی تم میرے ساتھ رہو گے)۔[2]

اور ترمذی شریف کی ایک اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میرے والدِ گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ'' (تجھے اللہ نے جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی روز سے میرے والدِ محترم کا نام عتیق پڑ گیا۔[3]

اور ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''اَمَا اِنَّكَ یَا اَبَابَکْرٍ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ'' (اے ابوبکر سن لو کہ میری امت میں سب سے پہلے تم جنت میں داخل ہو گے)۔[4]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چاندنی رات میں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سرِ مبارک میری گود میں تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! کیا کسی شخص کی نیکیاں اتنی بھی ہیں جتنی کہ آسمان پر ستارے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں اتنی ہی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میں نے پوچھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اِنَّمَا جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ'' (عمر رضی اللہ عنہ کی ساری عمر کی نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں)۔[5]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَ شُکْرُہٗ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ اُمَّتِیْ'' (ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا اور ان کا شکر ادا کرنا میری پوری

---

[1] تفسیر البغوی، الحسین بن مسعود البغوی، متوفی ۵۱۰ھ، جلد ۲، صفحہ ۳۴۹، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] سنن ترمذی، حدیث ۳۶۷۰، جلد ۶، صفحہ ۵۴۔

[3] سنن ترمذی، حدیث ۳۶۷۹، جلد ۶، صفحہ ۵۷۔

[4] سنن ابی داؤد، حدیث ۴۶۵۲، جلد ۴، صفحہ ۲۱۳۔

[5] فضائل خلفاء الاربعہ، ابونعیم الاصفہانی، متوفی ۴۳۰، حدیث ۸۵، جلد ۱، صفحہ ۹۰، دار البخاری، مدینہ۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

امت پر واجب ہے)۔[1]

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ باتیں ہو گئیں پھر میں نے نادم ہو کر ان سے معذرت طلب کی لیکن انہوں نے معذرت قبول کرنے سے انکار کر دیا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی حضور کی بارگاہ میں آگئے۔ ان کو دیکھتے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کا رنگ بدل گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رنجیدہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو زانو بیٹھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ان سے زیادہ قصور وار ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ فَقُلْتُمْ کَذَبْتَ وَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ صَدَقْتَ وَ وَاسَانِیْ بِنَفْسِہٖ وَ مَالِہٖ فَھَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْلِیْ صَاحِبِیْ'' (جب اللہ نے مجھے تمہاری جانب مبعوث فرمایا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری غمخواری و مدد کی۔ تو کیا آج تم لوگ میرے ایسے دوست کو چھوڑ دو گے؟) اور اس جملہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار فرمایا۔[2]

اور حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کچھ سخت کلامی کی مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت داری کا خیال کرتے ہوئے حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو کچھ نہیں کہا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پورا ماجرا سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں کھڑے ہوئے اور فرمایا ''اَلَا تَدَعُوْنَ لِیْ صَاحِبِیْ مَا شَانُکُمْ وَ شَانُہٗ فَوَاللّٰہِ مَا مِنْکُمْ رَجُلٌ اِلَّا عَلٰی بَابِ بَیْتِہٖ ظُلْمَۃٌ اِلَّا بَابُ اَبِیْ بَکْرٍ فَاِنَّ عَلٰی بَابِہِ النُّوْرُ فَوَاللّٰہِ لَقَدْ قُلْتُمْ کَذَبْتَ وَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ صَدَقْتَ وَ اَمْسَکْتُمُ الْاَمْوَالَ وَ جَادَلِیْ بِمَالِہٖ وَ خَذَلْتُمُوْنِیْ وَ وَاسَانِیْ وَ اتَّبَعَنِیْ'' (اے لوگو! سن لو! میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو، تمہاری حیثیت کیا ہے؟ اور ان کی حیثیت کیا ہے؟ تمہیں کچھ معلوم ہے؟ خدا کی قسم تم لوگوں کے دروازوں پر اندھیرا ہے مگر ابو بکر کے دروازہ پر نور کی بارش ہو رہی

[1] فضائل خلفاء الاربعہ، ابو نعیم الاصفہانی، متوفی ۴۳۰، حدیث ۸۵، جلد ۱ صفحہ ۸۹ دار البخاری، مدینہ۔

[2] فضائل خلفاء الاربعہ، حدیث ۸۵، جلد ۱ صفحہ ۸۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

ہے، خدائے ذوالجلال کی قسم تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی۔ تم لوگوں نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا۔ ابوبکر نے میرے لئے اپنا مال خرچ کیا اور تم لوگوں نے میری مدد نہیں کی مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری غمخواری کی اور میری اتباع کی)۔[1]

اور مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دن رات میں جو عمل اور بہترین کام کیے ہیں کاش کہ میری پوری زندگی کا عمل ان کی ایک رات دن کے عمل کے برابر ہوتا۔ ان کی ایک رات کا عمل تو یہ ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی رات غارِ ثور پر پہنچے (جو تقریباً ڈھائی کلومیٹر بلند ہے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ''وَاللهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتّٰى اَدْخُلَ قَبْلَكَ'' (قسم خدا کی آپ غار میں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ سے پہلے میں نہ داخل ہو جاؤں) تاکہ اگر کوئی موذی چیز سانپ وغیرہ ہو تو اس سے تکلیف مجھ کو پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ پھر آپ غار کے اندر داخل ہوئے اور اس کو خوب صاف کیا۔ اور جب غار کے اندر ان کو کچھ سوراخ نظر آئے تو ان کو انہوں نے اپنی لنگی میں سے کپڑا پھاڑ کر بھر دیا اور دو سوراخوں پر انہوں نے اپنی ایڑیاں لگا دیں۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اب آپ اندر تشریف لائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام ہی فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے کاٹ لیا مگر آپ نے حرکت نہیں کی اور اسی طرح بیٹھے رہے اس لئے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ نہ کھل جائے لیکن سانپ کے زہر کی انتہائی تکلیف کے سبب آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر گرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور آپ سے دریافت فرمایا ابوبکر کیا ہوا ''قَالَ لُدِغْتُ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ'' (عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا ہے) حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو فوراً ان کی تکلیف جاتی رہی مگر عرصہ دراز کے بعد سانپ کا وہی زہر پھر لوٹ آیا جو آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بنا یعنی اسی زہر کی وجہ سے

---

[1] فضائل خلفاء الاربعہ، ابونعیم الاصبہانی، متوفی ۴۳۰، حدیث ۸۵، جلد ۱، صفحہ ۸۹، دار البخاری، مدینہ۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آپ کی وفات ہوئی۔[1]

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک دن کا بہترین عمل یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے کچھ لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو اونٹ کی رسی جو لوگوں پر واجب ہوگی اس کے دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں نے ان سے عرض کیا "یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَاَلَّفِ النَّاسَ وَ ارْفُقْ بِهِمْ" (لوگوں کے ساتھ الفت سے پیش آیئے اور نرمی سے کام لیجیے)۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایام جاہلیت میں تو بڑے سخت اور غضبناک تھے کیا اسلام میں داخل ہو کر ذلیل وخوار اور پست ہمت ہو گئے "اِنَّهٗ قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْیُ وَ تَمَّ الدِّیْنُ اَیَنْقُصُ وَ اَنَا حَیٌّ" (وحی کا آنا بند ہو گیا، اور دین اسلام کامل ہو چکا ہے تو کیا میری زندگی میں وہ کمزور و ناقص ہو جائے گا؟)[2] مطلب یہ ہے کہ میں دین اسلام کو اپنی زندگی میں کمزور و ناقص ہرگز نہیں ہونے دوں گا اور جو لوگ زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہے ہیں میں ان سے جہاد ضرور کروں گا (ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کبار پر درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں)۔

یہ چند حدیثیں ہم نے آپ کے سامنے افضل البشر بعد الانبیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں پیش کی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں اسی قسم کے مضمون کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں وارد ہوئی ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ مقرب، سب سے زیادہ پیارے اور سب سے زیادہ فضیلت وعظمت والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے سب سے پہلے مستحق وہی ہیں۔

آپ کا نام ونسب

برادران اسلام! آپ کا نام عبداللہ ہے۔ اور ابوبکر سے جو آپ مشہور ہیں تو یہ آپ کی

---

[1] مناقب خلفاء الاربعہ، ابونعیم الاصفہانی، متوفی ۴۳۰، حدیث ۸۵، جلد ۱، صفحہ ۸۹، دار البخاری، مدینہ۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۳۴، جلد ۳، صفحہ ۱۷۰۰۔

کنیت ہے اور صدیق وعتیق آپ کا لقب ہے۔آپ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ ہے۔ اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام سلمٰی ہے جن کی کنیت ام الخیر ہے۔آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں مُرّہ بن کعب پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔آپ واقعۂ فیل کے تقریباً ڈھائی برس بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔

عہدِ طفلی میں بُت شکنی

زمانۂ جاہلیت میں بھی آپ نے کبھی بت پرستی نہیں کی ہے آپ ہمیشہ اس کے خلاف رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی عمر شریف جب چند برس کی ہوئی تو اسی زمانہ میں آپ نے بت شکنی فرمائی۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے رسالہ مبارکہ تنزیہ المکانۃ الحیدریہ صفحہ ۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (وہ بھی بعد میں صحابی ہوئے) زمانہ جاہلیت میں انہیں بت خانہ لے گئے اور بتوں کو دکھا کر ان سے کہا ”هٰذِهٖ اٰلِهَتُكَ الشُّمُّ الْعُلٰى فَاسْجُدْ لَهَا“ (یہ تمہارے بلند و بالا خدا ہیں انہیں سجدہ کرو)۔وہ تو یہ کہہ کر باہر چلے گئے۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قضائے مبرم کی طرح بت کے سامنے تشریف لائے اور برائے اظہارِ عجزِ صنم وجہل صنم پرست ارشاد فرمایا ”اِنِّیْ جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِیْ“ (میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے)۔وہ کچھ نہ بولا۔فرمایا ”اِنِّیْ عَارٍ فَاكْسِنِیْ“ (میں ننگا ہوں مجھے کپڑا پہنا)۔وہ کچھ نہ بولا۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر فرمایا میں تجھ پر پتھر مارتا ہوں ”فَاِنْ كُنْتَ اِلٰهًا فَامْنَعْ نَفْسَكَ“ (اگر تو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا)۔وہ اب بھی نرابت بنا رہا۔آخر آپ نے بقوت صدیقی اس کو پتھر مارا تو وہ خدائے گمراہاں منہ کے بل گر پڑا۔اسی وقت آپ کے والد ماجد واپس آرہے تھے۔یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا کہ اے میرے بچے تم نے یہ کیا کیا؟ فرمایا کہ وہی کیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔آپ کے والد انہیں ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الخیر رضی اللہ عنہا کے پاس (وہ بھی صحابیہ ہوئیں) لے کر آئے اور سارا واقعہ ان سے بیان کیا۔انہوں نے فرمایا اس بچے سے کچھ نہ کہو کہ جس رات یہ پیدا ہوئے میرے پاس کوئی نہ تھا میں نے سنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے ”یَا اَمَةَ اللهِ عَلَى التَّحْقِیْقِ اَبْشِرِیْ بِالْوَلَدِ الْعَتِیْقِ اِسْمُهٗ فِی السَّمَاءِ الصِّدِّیْقُ لِمُحَمَّدٍ صَاحِبٌ وَّ رَفِیْقٌ“ (اے اللہ کی سچی باندی! تجھے خوش خبری ہو

اس آزاد بچے کی جس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یار و رفیق ہے)۔[1]

آپ عہد جاہلیت میں

زمانۂ جاہلیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی برادری میں سب سے زیادہ مالدار تھے، مروت و احسان کا مجسمہ تھے، قوم میں بہت معزز سمجھے جاتے تھے، گم شدہ کی تلاش آپ کا شیوہ رہا اور مہمانوں کی آپ خوب میزبانی فرماتے تھے۔ آپ کا شمار روسائے قریش میں ہوتا تھا۔ وہ لوگ آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے اور آپ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ آپ قریش کے ان گیارہ لوگوں میں سے ہیں جن کو ایام جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں میں عزت و بزرگی حاصل رہی کیونکہ آپ عہد جاہلیت میں خوں بہا اور جرمانے کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے جو اس زمانہ کا بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔

آپ نے عہد جاہلیت میں کبھی شراب نہیں پی۔ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زمانۂ جاہلیت میں شراب پی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی پناہ۔، میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ لوگوں نے کہا کیوں؟ فرمایا ''کُنتُ اَصُونُ عِرضِیْ وَ اَحفَظُ مُرُوَّتِیْ '' (میں اپنی عزت و آبرو کو بچاتا تھا اور مروت کی حفاظت کرتا تھا)۔ اس لئے کہ جو شخص شراب پیتا ہے اس کی عزت و ناموس اور مروت جاتی رہتی ہے۔ جب اس بات کی خبر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے دو بار فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ابو بکر نے سچ کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ

ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ ہم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سراپا اور حلیہ بیان فرمائیں۔ تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کا رنگ سفید تھا، بدن اکہرا تھا، دونوں رخسار اندر کو دبے ہوئے تھے، پیٹ اتنا بڑا تھا آپ کی لنگی اکثر نیچے کھسک جایا کرتی تھی، پیشانی پر ہمیشہ پسینہ رہتا تھا، چہرہ پر زیادہ گوشت نہیں تھا، ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے تھے، پیشانی بلند تھی، انگلیوں کی جڑیں گوشت سے [illegible] تھیں یعنی گھائیاں [illegible]تی تھی [illegible]

[1] التنزیہ المکانۃ الحیدریہ، امام احمد رضا خان، صفحہ ۱۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اور کَتم کا خضاب لگاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کے بال سیاہ وسفید ملے ہوئے کھچڑی نہیں تھے۔ آپ ان کھچڑی بالوں پر حنا یعنی مہندی اور کَتم کا خضاب لگایا کرتے تھے۔[1]

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ جو بیان کیا گیا کہ آپ کَتم کا خضاب لگاتے تھے۔ اس سے آپ کے متعلق سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس سے نیل اور حنا ملے ہوئے کو مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلطی ہے۔ تفصیل کیلئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے رسالہ مبارکہ ''حك العیب فی حرمة تسوید الشیب'' کا مطالعہ کریں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

برادرانِ ملت! بہت سے صحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام لانے والا کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور ثبوت میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار پڑھے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں ہیں اور ان میں سب سے پہلے آپ کے اسلام لانے کا ذکر ہے۔ اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ اَبُوْبَکْرٍ'' (سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے)، اور ابن سعد نے صحابیِ رسول حضرت ابوارْوی دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا ''اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ'' (سب سے پہلے جو اسلام لائے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں) یہاں تک کہ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہوئے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ تو انہوں نے جواب دیا ''واللہ لَقَدْ اٰمَنَ ابوبکرٍ بِالنَّبِیِّ زَمَنَ بحیری الراھب'' (قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیریٰ راہب ہی کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے جب کہ

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-QOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے)[1]۔

اور محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن عبد الرحمن تمیمی نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب میں نے کسی کو بھی اسلام کی دعوت دی تو اس کو تردد ہوا علاوہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ جب میں نے ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے بغیر تردد کے اسلام قبول کرلیا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلے اسلام لانے کا سبب یہ ہے کہ آپ نبوت و رسالت کی نشانیاں قبل از اسلام ہی معلوم کر چکے تھے اس لئے جب ان کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے فوراً اسلام کو قبول کرلیا۔

اور بعض محدثین یوں فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے قبل ہی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دوست تھے اور آپ کے اخلاق کی عمدگی، عادات کی پاکیزگی اور آپ کی سچائی و دیانت داری پر یقین کامل رکھتے تھے۔ تو جب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا تو انہوں نے فوراً قبول کرلیا۔ اس لئے کہ جو شخص زندگی کے عام حالات میں جھوٹ نہیں بولتا اور نہ غلط بات کہتا ہے تو بھلا وہ خدائے ذو الجلال کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے کہ اس نے مجھے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اس بنیاد پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً بلا تامل مسلمان ہوگئے۔

ان تمام شواہد سے معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ اسی لئے بعض حضرات نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ آپ کے سب سے پہلے مسلمان ہونے پر اجماع ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ تو ان تمام اقوال میں ہمارے امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ اور لڑکوں میں سب سے پہلے حضرت علی ایمان لائے ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

آپ رضی اللہ عنہ کا کمال ایمان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ کامل تھا۔ جس کا

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ثبوت بہت سے واقعات سے ملتا ہے۔ حدیبیہ میں جن شرطوں پر صلح ہوئی ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ کے مسلمانوں یا کافروں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو وہ واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا آئے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ ابھی صلح نامہ پر طرفین کے دستخط نہیں ہوئے تھے کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے مکہ معظّمہ سے گرتے پڑتے اور اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے حدیبیہ مقام پر مسلمانوں کے درمیان آ گئے۔ سہیل بن عمرو جو ابو جندل رضی اللہ عنہ کا باپ تھا اور کفار مکہ کی طرف سے صلح کی گفتگو کرنے کیلئے حدیبیہ آیا ہوا تھا۔ جب اس نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو کہا کہ ابو جندل کو آپ میری طرف واپس کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ پر فریقین کے دستخط ہی نہیں ہوئے ہیں، لہٰذا یہ معاہدہ تمہارے اور ہمارے دستخط ہو جانے کے بعد ہی نافذ ہوگا۔ اس نے کہا تو جائیے ہم آپ سے صلح نہیں کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے سہیل! ابو جندل کو میرے پاس رہنے کی تم اپنی طرف سے اجازت دے دو اس نے کہا میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔

جب حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب میں پھر مکہ لوٹا دیا جاؤں گا تو انہوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فریاد کی اور کہا اے مسلمانو! دیکھو میں کافروں کی طرف لوٹایا جارہا ہوں۔ حالانکہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور آپ لوگوں کے پاس آ گیا ہوں۔ اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے بدن پر کافروں کی مار کے جو نشانات تھے آپ مسلمانوں کو وہ نشانات دکھا دکھا کر رونے لگے۔ تو مسلمانوں کو بڑا جوش پیدا ہوا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ گئے اور عرض کیا۔ کیا آپ اللہ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا کیوں نہیں؟ یعنی ہاں میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کیا ہم حق پر اور کفار باطل پر نہیں ہیں؟ حضور نے فرمایا کیوں نہیں؟ یعنی بیشک ہم حق پر ہیں اور کفار باطل پر ہیں۔ اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر ہم دین کے معاملہ میں دب کر کیوں صلح کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے عمر! بیشک میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی کبھی نہیں کر سکتا اور میرا مددگار وہی ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ یہ نہیں فرمایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ شریف کا طواف کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے مگر ہم نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ نے اسی سال

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

کیلئے نہیں فرمایا تھا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بھی اسی قسم کی گفتگو کی۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اِلْزَمْ غَرْزَهٗ '' (ان کی رکاب تھامے رہو) اور ان کے دامن سے لگے رہو بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ ان کا معاون اور مددگار ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جس طرح صلح فرمائی اس سے مسلمانوں کی ناگواری اور رنج وغم کا یہ عالم رہا کہ تکمیل معاہدہ کے بعد تین بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اٹھو قربانی کرو اور سر منڈا کر احرام کھول دو مگر کوئی اٹھنے کو تیار نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوش میں آکر حضور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ایسی گفتگو کی کہ جس پر وہ زندگی بھر افسوس کرتے رہے اور معافی کیلئے بہت سی نیکیاں کرتے رہے۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو جواب دیا وہ ایمان افروز جواب بتا رہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بالکل مطمئن تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول ہیں وہ جو کچھ کر رہے ہیں سب حق ہے۔ ہر حال میں اللہ ان کی مدد فرمائے گا۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی رسالت و نبوت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ کامل و اکمل تھا جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوش کو بھی ٹھنڈا کر دیا۔

اور شب معراج کی صبح بہت سے مشرکین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کو کچھ خبر ہے؟ آپ کے دوست محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہہ رہے ہیں کہ انہیں رات کو بیت المقدس اور آسمان وغیرہ کی سیر کرائی گئی ہے۔ آپ نے کہا کیا واقعی وہ ایسا فرما رہے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا ہاں وہ ایسا ہی کہہ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ''اِنِّیْ لَاُصَدِّقُهٗ بِاَبْعَدَ مِنْ ذٰلِكَ '' (اگر وہ اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس اور حیرت انگیز خبر دیں گے تو بیشک میں اس کی بھی تصدیق کروں گا)۔[1]

اور غزوۂ بدر میں آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کفار مکہ کے ساتھ تھے۔

[1] تفسیر طبری، محمد بن جریر الطبری، متوفی ۳۱۰ھ، جلد ۱۴، صفحہ ۴۲۱، دار ھجر للطباعۃ۔

اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ جنگ بدر میں کئی بار میری زد میں آئے لیکن میں نے آپ سے صرف نظر کی اور آپ کو قتل نہیں کیا۔ اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لَوْ اَهْدَفْتَ لِيْ لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْكَ" (اے عبد الرحمن! کان کھول کر سن لو کہ اگر تم میری زد میں آجاتے تو میں صرفِ نظر نہ کرتا بلکہ تم کو قتل کر کے موت کے گھاٹ اتار دیتا)۔[1]

ان واقعات سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایمان سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ کامل تھا بلکہ درجۂ کمال کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "پوری زمین کے مسلمانوں کا ایمان اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان اگر وزن کیا جائے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری ہوگا۔"[2]

(ایک بار ہم سب مل کر سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب پر بلند آواز سے درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں)۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر بھی تھے۔ علامہ بزار رحمہ اللہ اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ سب سے زیادہ بہادر آپ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو ہمیشہ اپنے جوڑ سے لڑتا ہوں۔ پھر کیسے میں سب سے بہادر ہوا۔ تم لوگ یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت ہم کو نہیں معلوم ہے آپ ہی بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ سنو! جنگ بدر میں ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ایک عریش یعنی جھونپڑا بنایا تھا تا کہ گرد و غبار اور سورج کی دھوپ سے حضور محفوظ رہیں۔ تو ہم لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی حملہ کر دے "فَوَاللّٰهِ مَا دَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبُوْبَكْرٍ" (خدا

---

[1] المجالسة، جواہر العلم، ابوبکر احمد بن مروان، متوفی ۳۳۳ھ، جلد ۳ صفحہ ۶۸ ۴، دار ابن حزم، بیروت

[2] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۴۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کی قسم اس کام کیلئے سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی آگے نہیں بڑھا)۔ آپ شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے پھر کسی دشمن کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہیں ہو سکی اور اگر کسی نے جرأت بھی کی تو آپ اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تھے۔[1]

اور علامہ ہیثم اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ ''لَمَّا کَانَ یَوْمُ اُحُدٍ اِنْصَرَفَ النَّاسُ کُلُّھُمْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَاءَ'' (جنگ احد کے دن سب لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر اِدھر اُدھر ہو گئے تو سب سے پہلے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر ان کی حفاظت کی)[2]۔ ان شواہد سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر بھی تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے اور سخاوت کرنے کے بارے میں بھی سارے صحابہ پر فوقیت رکھتے تھے۔ حدیث شریف کی دو مشہور کتابیں ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ہم لوگوں کو اللہ کی راہ میں صدقہ اور خیرات کرنے کا حکم دیا اور حسن اتفاق سے اس موقع پر میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ جانا کسی دن میرے لئے ممکن ہو گا تو وہ آج کا دن ہو گا۔ میں کافی مال خرچ کر کے آج ان سے سبقت لے جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو میں آدھا مال لے کر خدمت میں حاضر ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا ''مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِكَ'' (اپنے گھر والوں کیلئے تم نے کیا چھوڑا؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آدھا مال ان کیلئے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا سب لے آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا ''مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِكَ'' (اے ابوبکر! اپنے اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟) ''فَقَالَ اَبْقَیْتُ لَھُمْ

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۴۰۔

[2] لاحادیث المختارۃ، ضیاء الدین الدمشقی، متوفی ۶۴۳ھ، حدیث ۹۴، جلد ا، صفحہ ۷ ۱۳، دار خضر، لبنان۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ ‘‘ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ان کیلئے میں اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں)۔ مطلب یہ ہے کہ میرے اور میرے اہل وعیال کیلئے اللہ و رسول کافی ہیں ؎

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس　　صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ’’قُلْتُ لَا اَسْبُقُہٗ اِلٰی شَیْءٍ اَبَدًا ‘‘ (میں نے اپنے دل میں کہا کہ کسی چیز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر میں کبھی سبقت نہیں لے جاسکوں گا)۔[1]

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس روز میرے والد بزرگوار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہوئے اس روز آپ کے پاس چالیس ہزار دینار موجود تھے اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس ہزار درہم تھے۔ آپ نے یہ سارا مال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر خرچ کر دیا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور جب آپ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آئے تو اس مال میں سے آپ کے پاس صرف پانچ باقی رہ گئے تھے۔ مکہ معظّمہ میں آپ نے ۳۵ ہزار درہم مسلمان غلاموں کے آزاد کرانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کر ڈالا تھا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے راہِ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کیے۔ دس ہزار رات میں، دس ہزار دن میں، دس ہزار چھپا کر اور دس ہزار علانیہ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی ’’اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ‘‘ (جو لوگ اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپا کر اور علانیہ تو ان کیلئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے۔ اور نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے) (البقرہ:۲:۲۷۴)۔

ترمذی شریف میں ہے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے بھی میرے ساتھ احسان کیا تھا میں نے ہر ایک کا احسان اتار دیا علاوہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسان کے۔ انہوں نے میرے ساتھ ایسا احسان کیا ہے جس کا بدلہ قیامت کے دن ان کو خدائے تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا ’’وَ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ ‘‘ (اور ہرگز کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا

---

[1] سنن ابی داؤد، حدیث ۱۶۷۸، جلد ۲، صفحہ ۲۲۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہے جتنا فائدہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا ہے)۔[1]

ایک بار ہم سب مل کر سرکار مدینہ اور ان کے اصحاب پر بلند آواز سے درود کا نذرانہ پیش کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت چاہتے تھے اور ان سے بے انتہا محبت فرماتے تھے شروع زمانۂ اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ حتی الامکان اپنے اسلام کو چھپائے رکھتا تھا اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چھپانے کی تلقین فرماتے تھے تاکہ کافروں سے اذیت نہ پہنچے۔ جب مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس ۴۰ ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ اب اسلام کی تبلیغ کھلم کھلا اور علی الاعلان کی جائے۔ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار فرمایا لیکن جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالیا اور سب لوگوں کو ساتھ لے کر مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ شروع فرمایا۔ اور یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اسی روز اسلام لائے خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت و شرافت مکہ معظّمہ میں مسلّم تھی اس کے باوجود آپ کو اس قدر مارا کہ پورا چہرہ اور کان و ناک سب لہولہان ہو گئے اور خون سے بھر گئے اور ہر طرح سے آپ کو بہت مارا یہاں تک کہ بیہوش ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبیلہ بنو تمیم کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہ آپ کو وہاں سے اٹھا کر لائے اور کسی کو بھی یہ امید نہیں تھی کہ مشرکین کی اس مار کے بعد آپ زندہ بچ سکیں گے۔ آپ کے قبیلہ کے لوگ مسجد کعبہ میں آئے اور اعلان کیا کہ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حادثہ میں انتقال کر گئے تو ہم ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مارنے میں بہت زیادہ حصہ لیا تھا۔

شام تک آپ بیہوش رہے اور جب ہوش میں آئے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے آپ کو بہت ملامت کی کہ انہی کے ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی اور دن بھر بیہوش رہنے کے بعد بات کی تو سب سے پہلے انہی کا نام لیا۔ اور سب سے پہلے ان کا نام کیوں نہ لیں کہ ان کے خون کے ایک ایک قطرہ میں سرکار

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۶۶۱، جلد ۵، صفحہ ۶۰۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اقدس ﷺ کی محبت موجزن تھی۔ کچھ لوگ بددلی کے سبب اور بعض لوگ اس خیال سے اٹھ کر چلے گئے کہ جب بولنے لگے ہیں تو اب آپ کی جان بچ جائے گی۔ جاتے ہوئے لوگ آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام الخیر رضی اللہ عنہا (جو کہ بعد میں مسلمان ہوئیں) ان سے کہہ گئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کھانے پینے کیلئے کسی چیز کا انتظام کردیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے کیلئے بہت کہا مگر عاشق صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ محمد ﷺ کا کیا حال ہے اور ان پر کیا گذری؟ آپ کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ ان کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ام جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر دریافت کرو کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ وہ اپنے صاحبزادہ کی اس بیتابانہ درخواست کو پوری کرنے کیلئے دوڑی ہوئی ام جمیل کے پاس گئیں اور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ انہوں نے ٹال دیا۔ کوئی واضح جواب نہیں دیا اور کہا کہ اگر تم کہو تو میں چل کر تمہارے بیٹے حضرت ابوبکر کو دیکھوں کہ ان کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں چلو۔ حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا ان کے گھر گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر برداشت نہ کرسکیں بے تحاشا رونے لگیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ کا کیا حال ہے؟ حضرت ام جمیل رضی اللہ عنہا نے آپ کی والدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے نہ ڈرو۔ تو ام جمیل رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور ﷺ بخیر و عافیت ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ حضرت ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ فرمایا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا جب تک کہ حضور ﷺ کی زیارت نہیں کرلوں گا۔

آپ کی والدہ محترمہ تو بہت زیادہ بے قرار تھیں کہ آپ کچھ کھا پی لیں مگر آپ نے قسم کھالی کہ جب تک حضور کی زیارت نہیں کرلوں گا کچھ نہیں کھاؤں گا۔ تو آپ کی والدہ نے لوگوں کی آمدورفت کے بند ہو جانے کا انتظار کیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی آپ کو دیکھ کر پھر اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا اور لوگوں کی آمدورفت بند ہوگئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ محترمہ لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور حضور ﷺ بھی اپنے عاشق صادق سے لپٹ

MARKAZ-UL-ULOOM-IL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

کر روئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر سب رونے لگے۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ آقائے دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غایت درجہ محبت تھی، اور کیوں نہ ہو ؎

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا پدر، مادر، برادر، جان و مال اولاد سے پیارا

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اور حضرت صدر الافاضل تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیش اُسامہ کی تنفیذ کی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد مبارک کے آخر میں شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ابھی یہ لشکر تھوڑی ہی دور پہنچا تھا اور مدینہ کے قریب مقام ذی خشب ہی میں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عالم سے پردہ فرمایا۔ یہ خبر سن کر اطراف مدینہ کے عرب اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجتمع ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر زور دیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلا لیں اس وقت اس لشکر کا روانہ کرنا کسی طرح مصلحت نہیں۔ مدینہ کے گرد تو عرب کے طوائفِ کثیرہ مرتد ہو گئے اور لشکر شام کو بھیج دیا جائے؟ اسلام کیلئے یہ نازک ترین وقت تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے کفار کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور ان کی مردہ ہمتوں میں جان پڑ گئی تھی۔ منافقین سمجھتے تھے کہ اب کھیل کھیلنے کا وقت آ گیا۔ ضعیف الایمان دین سے پھر گئے۔ مسلمان ایک ایسے صدمہ میں شکستہ دل اور بے تاب و تواں ہو رہے ہیں جس کا مثل دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے دل گھائل ہیں اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ کھانا پینا برا معلوم ہوتا ہے۔ زندگی ایک ناگوار مصیبت نظر آتی ہے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کو نظم قائم کرنا، دین کا سنبھالنا، مسلمانوں کی حفاظت کرنا ارتداد کے سیلاب کو روکنا کس قدر دشوار تھا۔ باوجود اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا اور مرضی مبارک کے خلاف جرأت کرنا صدیق سراپا صدق کا رابطۂ نیازمندی گوارا نہ کرتا تھا اور اس کو وہ ہر مشکل سے سخت تر سمجھتے تھے۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اصرار کہ لشکر واپس بلا لیا جائے اور خود حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لوٹ کر آنا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا کہ قبائل عرب آمادۂ جنگ اور درپئے تخریب اسلام ہیں۔ اور کار آزما بہادر میرے لشکر میں ہیں۔ انہیں اس وقت روم بھیجنا اور ملک کو ایسے دلاورمردان جنگ سے خالی کر دینا کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے اور مشکلات تھیں۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ دوسرا ہوتا تو ہرگز مستقل نہ رہتا اور مصائب و افکار کا یہ ہجوم اور اپنی جماعت کی پریشان حالت اس کو مبہوت کر ڈالتی۔ مگر اللہ اکبر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پائے ثبات کو ذرہ بھر لغزش نہ ہوئی اور ان کے استقلال میں ایک ذرّہ فرق نہ آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پرند میری بوٹیاں نوچ کھائیں تو مجھے یہ گوارا ہے مگر حضور کے روانہ کئے ہوئے لشکر کو واپس کرنا گوارا نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ایسی حالت میں آپ نے لشکر کو روانہ فرما دیا۔ اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیرت انگیز شجاعت ولیاقت اور کمال دلیری وجواں مردی کے علاوہ ان کے توکل صادق کا بھی پتہ چلتا ہے اور دشمن بھی انصافاً یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت و جانشینی کی اعلیٰ قابلیت اور اہلیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔

اب یہ لشکر روانہ ہوا اور جو قبائل مرتد ہونے کے لئے تیار تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلام کا شیرازہ ضرور درہم برہم ہوجائے گا اور اس کی سطوت وشوکت باقی نہ رہے گی۔ انہوں نے دیکھا کہ لشکر اسلام رومیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوگیا۔ اسی وقت ان کے خیالی منصوبے غلط ہوگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں اسلام کے لئے ایسا زبردست نظم وضبط فرما دیا ہے کہ جس سے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہیں ہوسکتا۔ اور وہ ایسے غم واندوہ کے وقت میں بھی اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اس کے سامنے اقوام عالم کو سرنگوں کرنے کے لئے ایک مشہور وزبردست قوم پر فوج کشی کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ اسلام مٹ جائے گا اور اس میں قوت باقی نہ رہے گی۔ بلکہ ابھی صبر کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ یہ لشکر کس شان سے واپس ہوتا ہے فضل الٰہی سے یہ لشکر ظفر پیکر فتح یاب ہوا۔ رومیوں کو ہزیمت وشکست ہوئی۔ جب یہ فاتح لشکر واپس آیا۔ اس وقت وہ تمام قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے اس ناپاک قصد سے باز آئے اور اسلام پر سچائی کے ساتھ قائم ہوگئے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صائب الرائے صحابہ رضی اللہ عنہم جو اس لشکر کی روانگی کے وقت نہایت شدت سے اختلاف فرما رہے تھے اپنی فکر کی خطا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے مبارکہ کے صائب اور ان کے علم کی وسعت معترف ہوئے۔

اور بیہقی وابن عساکر میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر نہ ہوئے ہوتے تو روئے زمین پر خدائے تعالیٰ کی عبادت باقی نہ رہ جاتی۔ اسی طرح قسم کے ساتھ آپ نے تین بار فرمایا۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت اسامہ کو امیر لشکر مقرر کر کے شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ اور وہ ابھی ذی خشب مقام پر تھے کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اس خبر کو سن کر اطراف مدینہ کے عرب مرتد ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور اس بات پر زور دیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلالیں۔ آپ نے فرمایا ''وَالَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَوْ جَرَّتِ الْکِلَابُ بِاَرْجُلِ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَارَدَدْتُ جَیْشًا وَجَّهَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'' (قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر رسول اللہ ﷺ کی پاک بیویوں کے پاؤں کتے پکڑ کر گھسیٹیں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاسکتا جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے روانہ فرمایا تھا)۔ اور نہ میں اس پرچم کو سرنگوں کروں گا جس کو میرے حضور ﷺ نے لہرایا تھا۔

پس حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ وہ روانہ ہوئے تو مرتد قبیلے دہشت زدہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ سلطنت روم کی حد میں پہنچ گئے۔ طرفین میں جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کا لشکر فتح یاب ہو کر واپس ہوا تو اس طرح اسلام کا بول بالا ہو گیا۔[1]

محبوب دو عالم ﷺ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو بے انتہا اور غایت درجہ محبت تھی۔ اسی محبت کا یہ اثر ہے کہ ایسے نازک وقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زور ڈالنے کے باوجود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو واپس بلانا اور پیارے مصطفی ﷺ کے لہرائے ہوئے جھنڈے کو سرنگوں کرنا آپ نے گوارا نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں کے حوصلے پست ہو گئے اور اسلام کا پھر سے بول بالا ہو گیا۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت نے اسلام کو زندہ [illegible] (...)

مانعین زکوٰۃ

رحمت عالم ﷺ کے وصال فرمانے پر بعض لوگ تو اسلام کے سارے احکام کے منکر ہو کر

[1] الاستقصاء [illegible] متوفی ۸۵ [illegible] جلد ۱ صفحہ ۳۴۵ [illegible] بیروت۔

MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

مرتد ہو گئے تھے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم زکوۃ نہیں دیں گے۔ یعنی اس کی فرضیت کے منکر ہو گئے۔ اور زکوۃ کی فرضیت چونکہ نص قطعی سے ثابت ہے تو اس کے منکر ہو کر وہ بھی مرتد ہو گئے۔ اسی لئے شارحین حدیث وفقہائے کرام مانعین زکوۃ کو بھی مرتدین میں شمار کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا کہ اس وقت منکرین زکوۃ سے جنگ کرنا مناسب نہیں۔ آپ نے فرمایا خدائے ذوالجلال کی قسم، اگر وہ لوگ ایک رسی یا بکری کا ایک بچہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں زکوۃ دیا کرتے تھے اور اب اس کے دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔[1]

پھر آپ مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر اعراب کی طرف نکل پڑے اور جب وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو آپ امیر لشکر بنا کر واپس آ گئے۔ انہوں نے اعراب کو جگہ جگہ گھیرا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر جگہ فتح عطا فرمائی۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی رائے کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا اور کہا کہ خدا کی قسم۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اور انہوں نے جو کچھ کیا وہ حق ہے۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر اس وقت مانعین زکوۃ کی سرکوبی نہ کی جاتی اور انہیں چھوٹ دے دی جاتی تو پھر کچھ لوگ نماز کے بھی منکر ہو جاتے اور بعض لوگ روزہ سے بھی انکار کر دیتے اور کچھ لوگ بعض دوسری ضروری چیزوں کا انکار کر دیتے تو اسلام اپنی شان وشوکت کے ساتھ باقی نہ رہتا بلکہ کھیل بن جاتا اور اس کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

مانعینِ زکوۃ اور ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جہاد کے نتیجہ میں حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "یہاں سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیے کہ ہر حالت میں حق کی حمایت اور ناحق کی مخالفت ضروری ہے۔ اور جو قوم ناحق کی مخالفت میں سستی کرے گی وہ جلد تباہ ہو جائے گی۔ آج کل بعض سادہ لوح باطل [illegible] کے رد کرنے کو بھی منع کرتے [illegible] کہتے ہیں کہ اس وقت [illegible] کی جنگ موقوف کرو [illegible] حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے [illegible] سبق لینا چاہیے [illegible] آپ نے ایسے نازک وقت میں بھی باطل کی سرکشی میں توقف نہ [illegible] اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے [illegible] ان سے [illegible] برتنا یقیناً اسلام کی نقصان رسانی ہے"۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۵۱۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ صرف کلمہ اور نماز مسلمان ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ اسلام کی ساری باتوں کو ماننا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اسلام کے سارے احکام پر ایمان رکھتا ہو لیکن ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا انکار کرتا ہو تو وہ کافر مرتد ہے۔ جیسے کہ مانعین زکوۃ ایک بات کا انکار کر کے کافر مرتد ہوئے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

اور مسیلمہ کے ساتھی و مانعین زکوۃ کے کافر و مردود مرتد ہونے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ''عرب میں کافر مرتد نہ ہوں گے'' یہ کہنا غلط ہے۔

غلط الزام

رافضی لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغ فدک کو غصب کر لیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے وہ جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں سب صدقہ ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لَانُوْرِثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ'' (ہم گروہ انبیاء علیہم السلام کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہے)[1]۔

اسی طرح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد ازواج مطہرات نے چاہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مال سے اپنا حصہ تقسیم کروائیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''اَلَیْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَانُوْرِثُ مَاتَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ'' (کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ ہم کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے)[2]۔

اور اسی طرح حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجمع صحابہ جن میں حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب کو قسم دے کر فرمایا (کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۳۰۹۳، جلد ۴، صفحہ ۷۹۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۶۷۳۰، جلد ۸، صفحہ ۵۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

صدقہ ہے تو سب نے اقرار کیا کہ ہاں حضور ﷺ نے ایسا فرمایا ہے)۔

ان احادیث کریمہ کے صحیح ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا اور حضور ﷺ کا ترکہ خیبر اور فدک وغیرہ ان کے قبضہ میں ہوا اور پھر ان کے بعد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما وغیرہ کے اختیار میں رہا مگر ان میں سے کسی نے ازواج مطہرات، حضرت عباس اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم کو باغ فدک وغیرہ سے حصہ نہ دیا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ نبی کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہیں دیا نہ کہ بغض و عداوت کے سبب جیسا کہ رافضیوں کا الزام ہے (ا) اور آیت کریمہ ”وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ“ یا اس کے علاوہ قرآن مجید و حدیث شریف میں جہاں بھی کہیں انبیائے کرام علیہم السلام کی وراثت کا ذکر ہے اس سے علم شریعت و نبوت ہی مراد ہے نہ کہ درہم و دینار۔

علالت اور وفات

واقدی اور حاکم میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ والدِ گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی علالت کی ابتدا یوں ہوئی کہ آپ نے ۷ جمادی الاخریٰ پیر کے روز غسل فرمایا۔ اس روز سردی بہت زیادہ تھی جو اثر کر گئی۔ آپ کو بخار آ گیا اور پندرہ دن تک آپ علیل رہے۔ اس دوران آپ نماز کے لئے بھی گھر سے باہر تشریف نہیں لا سکے۔ آخر کار بظاہر اسی بخار کے سبب ۶۳ سال کی عمر میں ۲ سال ۲ ماہ بعد کچھ زائد امور خلافت انجام دینے کے بعد ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو آپ کی وفات ہوئی اور آقائے دو عالم ﷺ کے مبارک پہلو میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کئی کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک بار میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تین آدمیوں کو اپنے گھر لائے اور ان کو کھانا کھلانے کا حکم فرما کر خود رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے رات کا کھانا حضور ﷺ ہی کے یہاں کھا لیا اور بہت زیادہ رات گزر جانے کے بعد اپنے مکان پر

تشریف لائے۔ آپ کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے پاس آنے سے آپ کو کس چیز نے روکے رکھا؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے ابھی تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کھانا پیش کیا تھا مگر مہمانوں نے آپ کے بغیر کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ یہ سن کر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو بہت برا بھلا کہا کہ اس نے مجھ کو مطلع کیوں نہیں کیا۔ پھر کھانا منگوا کر مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ ''اَیْمُ اللہِ مَاکُنَّا نَاخُذُ مِنَ اللُّقْمَةِ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرَ مِنْهَا'' (خدا کی قسم ہم جو بھی لقمہ اٹھاتے اس کے نیچے کھانا اس سے زیادہ ہو جاتا)۔ یہاں تک کہ ہم سب شکم سیر ہو گئے اور جتنا کھانا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ بچ رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر اپنی بیوی سے فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ برتن میں کھانا پہلے سے کچھ زیادہ نظر آتا ہے؟ آپ کی بیوی نے قسم کھا کر کہا کہ بلاشبہ یہ کھانا پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ پھر وہ کھانا اٹھا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ صبح تک کھانا بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں رہا۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی مدت ختم ہو گئی تھی تو اس روز صبح کے وقت ایک لشکر تیار کیا گیا جس میں بہت زیادہ آدمی تھے پوری فوج نے اس کھانے کو شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی اس برتن میں کھانا کم نہیں ہوا۔[۱]

مہمانوں کے کھانے کے بعد پہلے سے بھی کھانے کا تین گنا زیادہ ہو جانا اور صبح کے وقت پوری فوج کا اس کھانے کو شکم سیر ہو کر کھانا پھر بھی برتن میں کھانے کا کم نہ ہونا یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامت ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض موت میں مجھے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے میری پیاری بیٹی! میرے پاس جو کچھ میرا مال تھا آج وہ مال وارثوں کا ہو چکا ہے۔ میری اولاد میں تمہارے دو بھائی عبد الرحمن و محمد ہیں۔ اور تمہاری دو بہنیں رضی اللہ عنہم ہیں۔ لہٰذا میرے مال کو تم لوگ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان میری تو ایک ہی بہن بی بی اسماء رضی اللہ عنہا ہیں یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا

۱ صحیح بخاری، حدیث ۶۰۲، جلد ۱، صفحہ ۱۲۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-ULOOM ISLAMIA ACADEMY

کہ تمہاری سوتیلی ماں حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا جو حاملہ ہے اس کے پیٹ میں جو لڑکی ہے، اس کا حصہ ضرور نکالنا۔ محدثین کے مطابق حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ سے لڑکی (ام کلثوم) ہی پیدا ہوئیں۔[1]

اس حدیث شریف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں۔ پہلی کرامت یہ کہ وفات سے پہلے آپ کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا اسی لئے آپ نے وصیت کے وقت یہ فرمایا کہ آج میرا مال میرے وارثوں کا مال ہو چکا ہے۔ اور دوسری کرامت یہ ثابت ہوتی ہے کہ حاملہ کے پیٹ میں لڑکی ہے آپ یقین کے ساتھ جانتے تھے اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حبیبہ بنت خارجہ رضی اللہ عنہا جو حاملہ ہے اس کے پیٹ میں لڑکی ہے وہی تمہاری بہن ہے۔ اور ان دونوں باتوں کا علم یقیناً غیب کا علم ہے جو بیشک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو عظیم الشان کرامتیں ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بہت سی خصوصیات پائی جاتی ہیں جن میں سے چند خصوصیات کو ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ابن عساکر حضرت امام شعبی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی چار خصلتوں سے مختص فرمایا جن سے کسی کو سرفراز نہیں فرمایا۔ ۱۔ آپ کا نام صدیق رکھا اور کسی دوسرے کا نام صدیق نہیں۔ ۲۔ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں رہے۔ ۳۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت میں رفیق سفر رہے۔ ۴۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم فرمایا کہ آپ صحابۂ کرام کو نماز پڑھائیں اور دوسرے لوگ آپ کے مقتدی بنیں۔ ایک بہت بڑی خصوصیت آپ کی یہ بھی ہے کہ آپ صحابی، آپ کے والد ابو قحافہ صحابی، آپ کے صاحبزادے عبدالرحمن صحابی اور ان کے صاحبزادے ابوعتیق محمد صحابی، یعنی آپ کی چار نسلیں صحابی ہیں رضی اللہ عنہم۔

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفا عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الناس بعد الرسل ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی عطا فرمائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق بخشے آمین۔

[1] موطا امام محمد، مالک بن انس، متوفی ۱۷۹، حدیث ۸۰۸، جلد ۱، صفحہ ۲۸۵، المکتبۃ العلمیہ، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا (الفتح:۲۹) صدق اللہ مولٰینا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم الامین علیہ وعلٰی الہ اکرم الصّلوٰت والتسلیم۔

ایک بار اور آپ سب لوگ مل کر تمام عالم کے محسن اعظم، رحمت عالم، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں درود وسلام کی ڈالیاں پیش کریں صلی اللہ علی النبی الامی و الہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللہ۔

حقیقت میں کمال وخوبی والا وہ شخص ہے جو دوسروں کو بھی کمال وخوبی والا بنا دے تو ہمارے آقا ومولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقت میں کمال وخوبی والے ہیں جنھوں نے بے شمار لوگوں کو کمال وخوبی والا بنا دیا۔ اور ان کا یہ فیض ہمیشہ جاری رہے گا کہ قیامت تک اپنے جاں نثاروں کو کمال وخوبی والا بناتے رہیں گے۔ اور پیارے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جن لوگوں کو کمال وخوبی والا بنایا ان میں سے ایک مشہور ومعروف امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں کہ جو افضل البشر بعد الانبیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں۔

نام ونسب

آپ کا نام عمر ہے (رضی اللہ عنہ) کنیت ابوحفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام خطاب اور ماں کا نام عنتمہ ہے۔ جو ہشام بن مغیرہ کی بیٹی یعنی ابوجہل کی بہن ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاندانی شجرہ سے ملتا ہے۔ آپ واقعۂ فیل کے تیرہ سال بعد پیدا ہوئے۔ نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں مشرف با اسلام ہوئے۔ آپ نے اس وقت اسلام قبول جب صرف چالیس ۴۰ مرد اور گیارہ عورتوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے ''اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَبِیْ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ "(یا اللہ العالمین عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام میں سے جو تجھے پیارا ہو اس سے تو اسلام کو عزت عطا فرما)۔[1] اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی "اَللّٰھُمَّ اَعِزَّالِاسْلَامَ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً" (یا اللہ! خاص طور پر عمر بن خطاب کو مسلمان بنا کر اسلام کو عزت و قوت عطا فرما)۔[2] تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ دعا بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ

دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہوئی دیکھ کر ایک روز کفار مکہ جمع ہوئے اور سب نے یہ طے کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔ مگر سوال پیدا ہوا کہ کون قتل کرے۔ مجمع میں اعلان ہوا کہ ہے کوئی بہادر جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کر دے۔ اس اعلان پر پورا مجمع تو خاموش رہا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو قتل کروں گا۔ لوگوں نے کہا بیشک تم ہی ان کو قتل کر سکتے ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور تلوار لٹکائے ہوئے چل دیے۔ اسی خیال میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بتایا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے دوسروں کا نام لکھا ہے۔ بہر حال انہوں نے پوچھا کہ اے عمر! کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قتل کے بعد تم بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے۔ وہ تمہیں ان کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔ اس بات کو سن کر وہ بگڑ گئے اور کہنے لگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے۔ تو لاؤ میں پہلے تجھی کو نپٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی۔ اور حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے بھی یہ کہا کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں اپنی تلوار سنبھالی۔ عنقریب دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھیں کہ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا تو پہلے اپنے گھر کی خبر لے۔ تیری بہن فاطمہ بنت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہما دونوں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بے انتہا غصہ پیدا ہوا اور وہیں سے پلٹ پڑے اور سیدھے اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ دروازہ بند کئے ہوئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۶۸۳، جلد ۶، صفحہ ۵۹۔

[2] سنن ابن ماجہ، حدیث ۱۰۵، جلد ۱، صفحہ ۳۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

پاک پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ ان کی آواز سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ گھر کے ایک حصہ میں چھپ گئے بہن نے دروازہ کھولا۔ آپ گھر میں داخل ہوئے۔ اور پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے؟ اور یہ آواز کس کی تھی؟ آپ کے بہنوئی نے ٹال دیا اور کوئی واضح جواب نہ دیا۔ کہنے لگے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا ہے بہنوئی نے کہا ہاں باپ دادا کا دین باطل ہے اور دوسرا دین حق ہے۔ یہ سننا تھا کہ بے تحاشا ٹوٹ پڑے ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور زمین پر پٹک کر خوب مارا۔ ان کی بہن چھڑانے کے لئے دوڑیں تو ان کے منہ پر ایک گھونسا اتنی زور سے مارا کہ وہ خون سے تربتر ہو گئیں۔ آخر وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی بہن تھیں۔ کہنے لگیں کہ عمر ہم کو اس وجہ سے مار رہے ہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں، کان کھول کر سن لو کہ تم مار مار کر ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ نکال لو یہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے دل سے ایمان نکال لو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور آپ کی بہن نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔ بیشک ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، تجھ سے جو ہو سکے تو کر لے۔ بہن کے جواب اور ان کو خون سے تربتر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تم لوگ پڑھ رہے تھے تا کہ میں بھی اس کو پڑھوں۔ آپ کی بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر چند اصرار کیا مگر وہ بغیر غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں۔ آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا پھر کتاب لے کر پڑھی۔ اس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا۔ جس وقت اس آیت کریمہ پر پہنچے ''اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۝'' (بے شک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو میری عبادت کرو، اور میری یاد کے لئے نماز قائم کرو) (طٰہٰ:۱۴) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ جس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ باہر نکل آئے، اور کہا کہ اے عمر! میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ کل جمعرات کی شب میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ العالمین! عمر اور ابو جہل میں جو تجھے محبوب و پیارا ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت صفا پہاڑی کے قریب ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ آپ کو ساتھ لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے چلے۔ حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور کچھ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حفاظت اور نگرانی کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ عمر آرہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی بھلائی منظور ہے تب تو یہ میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے۔ اور اگر ان کی نیت کچھ اور ہے تو اس وقت ان کا قتل کرنا بہت آسان ہے۔ اسی دوران میں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ان حالات کے بارے میں وحی نازل ہوچکی تھی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکان سے باہر تشریف لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن اور ان کی تلوار پکڑ لی۔ اور فرمایا اے عمر! کیا یہ فساد تم اس وقت تک برپا کرتے رہو گے جب تک کہ تم پر ذلت ورسوائی مسلط نہ ہوجائے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ'' (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)۔

اس طرح اللہ کے محبوب پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں مقبول ہوئی۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دلہن بن کے نکلی دعائے محمد
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

چلے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے محبوب پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کے لئے (معاذ اللہ) مگر خود ہی قتل تیغ ابروئے محمد ہوگئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شد غلامے کہ آب جو آرد آب جو آمد و غلام ببرد

اس واقعہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ دیکھئے اسلام قبول کرنے والے کے ہاتھ شمشیر ہے اور اسلام پھیلانے والے کا ہاتھ شمشیر سے خالی ہے۔

فاروق رضی اللہ عنہ کا لقب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا تو میرے اسلام قبول کرنے کی خوشی میں اس وقت جتنے مسلمان حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود تھے انہوں نے اتنی زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ اس کو مکہ کے سب لوگوں نے سنا۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں؟ یعنی بیشک ہم حق پر ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا پھر یہ پوشیدگی اور پردہ کیوں ہے؟ اس کے بعد ہم سب مسلمان اس گھر سے دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور دوسری صف میں میں تھا۔ اور اسی طرح ہم سب صفوں کی شکل میں مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ کفار قریش نے مجھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مسلمانوں کے گروہ کے ساتھ دیکھا تو ان کو بے انتہا ملال ہوا۔ اس روز سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ اس لئے کہ اسلام ظاہر ہوگیا اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح ہوگیا۔[1]

اظہارِ اسلام

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں مسلمان ہوگیا تو اس کے بعد اپنے ماموں ابوجہل بن ہشام کے پاس پہنچا۔ ابوجہل خاندان قریش میں بہت باا ثر سمجھا جاتا تھا اور اس کو بھی رئیس قریش کی حیثیت حاصل تھی میں نے اس کے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ اس نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں عمر ہوں۔ اور میں تمہارا دین چھوڑ کر مسلمان ہوگیا ہوں۔ اس نے کہا عمر! ایسا کبھی مت کرنا مگر میرے ڈر کے سبب باہر نہیں نکلا بلکہ اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ میں نے کہا یہ کیا طریقہ ہے؟ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ دروازہ کھولا۔ میں اسی طرح دیر تک باہر کھڑا رہا۔ پھر وہاں سے قریش کے ایک دوسرے سردار اور باا ثر شخص کے پاس پہنچا میں نے اس کو پکارا۔ وہ نکلا تو جو بات میں نے اپنے ماموں ابوجہل سے کہی تھی کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ وہی بات اسے بھی کہی۔ تو اس نے بھی کہا کہ ایسا مت کرنا۔ پھر میرے خوف سے گھر کے اندر داخل ہوکر دروازہ بند کرلیا میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ کیا معاملہ ہے کہ مسلمان مارے جاتے ہیں اور میں نہیں مارا جاتا ہوں۔ کوئی مجھ سے کچھ تعارض نہیں کرتا۔ میری یہ باتیں سن کر ایک شخص نے کہا تم اپنا اسلام اور اپنا دین اس طرح ظاہر کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہاں میں اسی طرح ظاہر کروں گا۔

اس نے کہا وہ دیکھو پتھر کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان میں فلاں شخص ایسا ہے کہ اگر اسے تم کچھ راز کی بات کہو تو وہ فوراً اعلان کردے گا۔ اس سے اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۸۷۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کر دو ہر جگہ خبر ہو جائے گی۔ ایک ایک آدمی کے گھر جانے کی ضرورت نہیں۔ میں وہاں پہنچا اور اس سے اپنے اسلام قبول کرنے کو ظاہر کیا۔ اس نے کہا کیا واقعی تم مسلمان ہو چکے ہو۔ میں نے کہا ہاں بیشک میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ یہ سنتے ہی اس نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ اے لوگو! عمر بن خطاب ہمارے دین سے نکل گیا۔ یہ سنتے ہی ادھر ادھر جو مشرکین بیٹھے ہوئے تھے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ پھر دیر تک مار پیٹ ہوتی رہی شور و غل کی آواز میرے ماموں ابوجہل نے سنی۔ اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمر مسلمان ہو گیا ہے۔ میرا ماموں ابوجہل ایک پتھر پر چڑھا اور لوگوں سے کہا میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی۔ یہ سنتے ہی جو لوگ مجھ پر الجھ رہے تھے الگ ہو گئے۔ مگر یہ بات مجھے بہت ناگوار گزری کہ دوسرے مسلمانوں سے مار پیٹ ہو اور مجھ کو پناہ دے دی جائے۔ میں ابوجہل کے پاس پھر پہنچا اور کہا ''جَوَارُكَ رُدَّ عَلَيْكَ'' (تیری پناہ میں تجھے واپس کرتا ہوں)۔ مجھے تیری پناہ کی ضرورت نہیں۔ پھر کچھ دنوں تک مار پیٹ کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمان ہونا اسلام کی فتح تھی۔ ان کی ہجرت نصرت الٰہی تھی اور ان کی خلافت رحمت خداوندی تھی۔ ہم میں سے کسی کی یہ ہمت و طاقت نہیں تھی کہ ہم بیت اللہ شریف کے پاس نماز پڑھ سکیں۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے مشرکین سے اس قدر جنگ و جدل کیا کہ انہوں نے عاجز آکر مسلمانوں کا پیچھا چھوڑ دیا تو ہم بیت اللہ شریف کے پاس اطمینان سے اعلانیہ نماز پڑھنے لگے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے سب سے پہلے اپنا اسلام علی الاعلان ظاہر کیا وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تب اسلام ظاہر ہوا۔ یعنی اس سے پہلے لوگ اپنا اسلام قبول کرنا نہیں ظاہر کرتے تھے۔ ان کے ایمان لانے کے بعد لوگوں کو اسلام کی طرف کھلم کھلا بلایا جانے لگا اور ہم بیت اللہ شریف کے پاس مجلسیں قائم کرنے، اس کا اعلانیہ طواف کرنے، کافروں سے بدلہ لینے اور ان کا جواب دینے کے قابل ہو گئے۔[2]

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۷۷۔

[2] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۷۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آپ رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہجرت بھی بے مثال ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے علانیہ ہجرت کی ہو۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے نکلے تو آپ نے اپنی تلوار گلے میں لٹکائی اور کمان کندھے پر، اور ترکش سے تیر نکال کر ہاتھ میں لے لیا پھر بیت اللہ شریف کے پاس حاضر ہوئے۔ وہاں بہت سے اشرافِ قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اطمینان سے کعبہ شریف کا طواف کیا۔ پھر بہت اطمینان سے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اشراف قریش کی جماعت کے پاس آ کر ایک ایک شخص سے الگ الگ فرمایا "شَاهَتِ الْوُجُوْه" (تم لوگوں کے چہرے بدشکل ہو جائیں بگڑ جائیں اور تمہارا کچھ نہ رہے)۔ اس کے بعد فرمایا "مَنْ اَرَادَ اَنْ تَثْكَلَهٗ اُمَّهٗ وَيَتَمَ وَلَدُهٗ وَتُرْمِلَ زَوْجَتُهٗ فَلْيَلْقَنِيْ وَرَاءَ هٰذَا الْوَادِيْ" (جو شخص کہ اپنی ماں کو بے اولاد اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی بیوی کو بیوہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ اس وادی کے اس طرف آ کر میرا مقابلہ کر لے)۔ آپ کے اس طرح للکارنے کے باوجود ان اشراف قریش میں سے کسی مائی کے لال کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ کا پیچھا کرتا۔[1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے ہجرت کر کے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیس سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ پیچھے تشریف لائیں گے۔ تو آپ کے بعد سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔ اور آپ وہ بہادر ہیں کہ غزوۂ احد میں جب کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا اور مسلمانوں میں افراتفری پیدا ہو گئی تو اس حالت میں بھی آپ ثابت قدم رہے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۷۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی تھا۔ آپ کے سر کے بال خود پہننے کی وجہ سے گر گئے تھے۔ قد آپ کا لمبا تھا۔ مجمع میں آپ کا سر دوسرے لوگوں کے سروں سے اونچا معلوم ہوتا تھا۔ دیکھنے میں ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کسی جانور پر سوار ہیں۔

اور علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ جو لوگ گندمی بتلاتے ہیں انہوں نے قحط کے زمانہ میں آپ کو دیکھا ہوگا۔ اس لئے اس زمانہ میں زیتون کا تیل استعمال کرنے کے سبب آپ کا رنگ گندمی ہو گیا تھا۔

اور ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حلیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ آپ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آخری عمر میں آپ کے سر کے بال جھڑ گئے تھے اور بڑھاپے کے آثار ظاہر تھے، اور ابن رجا سے ابن عسا کر نے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طویل القامت اور موٹے بدن کے آدمی تھے۔ سر کے بال بہت زیادہ جھڑے ہوئے تھے۔ رنگ بہت گورا تھا جس میں سرخی جھلکتی تھی۔ آپ کے گال اندر کو دھنسے ہوئے تھے۔ مونچھوں کے کنارے کا حصہ بہت لمبا تھا اور ان کے اطراف میں سرخی تھی۔[1] (ایک بار سب لوگ مل کر پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ مشکوۃ شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''لَوْكَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ'' (اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے)۔[2] سبحان اللہ۔ یہ ہے مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین نہ ہوتے تو آپ نبی ہوتے۔ اس حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا عظیم الشان بیان ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۸۹۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۵۷، جلد ۳، صفحہ ۱۷۰۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

شَیَاطِیْنِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ'' (میں بلاشبہ نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ جنوں کے شیطان بھی اور انسانوں کے شیطان بھی دونوں عمر کے خوف سے بھاگتے ہیں)۔[1] یہ رعب و دبدبہ ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا کہ چاہے جن کا شیطان ہو یا انسان کا دونوں ان کے ڈر سے بھاگ جاتے ہیں۔

اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''عمر با من و من با عمر و حق با عمر ست ہر جا کہ باشد'' (عمر مجھ سے ہیں اور میں عمر سے ہوں، اور عمر جس جگہ بھی ہوتے ہیں حق ان کے ساتھ ہوتا ہے)۔ رضی اللہ عنہ۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ خواب دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں اور مجھ کو دکھائے جا رہے ہیں۔ وہ سب کرتے پہنے ہوئے تھے جن میں سے کچھ لوگوں کے کرتے ایسے تھے جو صرف سینے تک تھے۔ اور بعض لوگوں کے کرتے اس سے نیچے تھے۔ پھر عمر بن خطاب کو پیش کیا گیا جو اتنا لمبا کرتا پہنے ہوئے تھے کہ زمین پر گھسیٹے ہوئے چلے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دین۔[2] اس حدیث شریف میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دین داری اور تقویٰ شعاری میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔

اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ'' (اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری فرما دیا ہے)۔[3] مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں۔ ان کے قلب اور زبان پر باطل کبھی جاری نہیں ہوتا۔

اور المعجم الاوسط میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ'' (جس شخص نے عمر سے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۴۹، جلد ۳، صفحہ ۱۷۰۵۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۲۳، جلد ۱، صفحہ ۱۳۔

[3] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۴۲، جلد ۳، صفحہ ۱۷۰۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZUL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی)۔[1] اور خدائے تعالیٰ نے عرفہ والوں پر عموماً اور عمر پر خصوصاً فخر ومباہات کی ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ اور جتنے انبیائے کرام علیہم السلام دنیا میں مبعوث ہوئے ہر نبی کی امت میں ایک مُحدّث ضرور ہوا ہے۔ اور اگر کوئی محدث میری امت میں ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! محدث کیسا ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی زبان سے ملائکہ بات کریں وہ محدث ہوتا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ أَحَدٌ فِي أُمَّتِي فَإِنَّهُ عُمَرُ'' (تم سے پہلے امتوں میں محدث ہوئے ہیں اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں)۔[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا نہیں آئی اور نہ انہوں نے اس کی خواہش وتمنا فرمائی مگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا بہت آئی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ ٹھکرادیا۔[3]

بیشک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا آئی کہ ان کے زمانۂ خلافت میں بہت ممالک فتح ہوئے اور بے شمار شہروں پر قبضہ ہوا جہاں سے بے انتہا مالِ غنیمت حاصل ہوا مگر آپ فقیرانہ ہی زندگی گذارتے تھے۔ آپ ہی کے زمانۂ خلافت میں شہر مدائن فتح ہوا اور وہاں سے اس قدر مالِ غنیمت حاصل ہوا کہ اس سے پہلے کسی شہر کے فتح ہونے پر نہیں حاصل ہوا تھا۔ شہر مدائن کے مالِ غنیمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس شہر کے فتح کرنے والے لشکر کے سپاہی ساٹھ ہزار تھے۔ بیت المال کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد ہر سپاہی کو بارہ ہزار درہم نقد ملا تھا۔ اور یہ مال کسریٰ بادشاہ کے اس فرش کے علاوہ تھا جو سونے چاندی اور جواہرات سے بنا ہوا تھا۔ جس کو مخصوص درباروں میں کسریٰ بادشاہ کیلئے بچھایا جاتا تھا۔ یہ فرش لشکر کی اجازت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ اس فرش کی قیمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے

---

[1] المعجم الاوسط، حدیث ۶۷۲۶، جلد ۷، صفحہ ۱۸۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۳۶۸۹، جلد ۵، صفحہ ۱۲۔

[3] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۸۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZUL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

ایک بالشت مربع ٹکڑے کی قیمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بیس ہزار کی رقم ملی تھی، تو اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دنیا آتی تھی مگر آپ ہمیشہ اسے ٹھکراتے رہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ لوگوں کو ان کی تنخواہیں اور اس کے ساتھ عطیات کے طور پر بھی مال تقسیم کر دو۔ انہوں نے آپ کو لکھا کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے لیکن اس کے باوجود ابھی مال بہت زیادہ موجود ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو تحریر فرمایا کہ کل مال "مال غنیمت" ہے جو خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے لہٰذا وہ سب مال انہیں پر تقسیم کر دو۔ وہ مال عمر یا اس کی اولاد کا نہیں ہے۔ رضی اللہ عنہم [1]

آپ رضی اللہ عنہ کی رائے سے قرآن کی موافقت

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن مجید آپ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائیں موجود ہیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی معاملہ میں لوگوں کی رائے دوسری ہوتی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے دوسری۔ تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی معاملہ میں جو کچھ مشورہ دیتے تھے قرآن شریف کی آیتیں اسی کے مطابق نازل ہوتی تھیں۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے رب نے ان سے اکیس باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ ان میں سے چند باتوں کا آپ لوگوں کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! آپ کی خدمت میں ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں اور حضور کی خدمت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہوتی ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ ان کو پردہ کرنے کا حکم فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری اس عرض کے بعد امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پردہ کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" (اور جب تم امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے استعمال کرنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو) (الاحزاب: ۵۳)۔

[1] تاریخ الخلفا، صفحہ ۹۸۔

[2] تاریخ الخلفا، صفحہ ۸۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ملک شام سے ایک قافلہ کے ساتھ ابوسفیان کے آنے کی خبر پا کر رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوئے۔ مکہ معظمہ سے ابوجہل کفار قریش کا ایک بھاری لشکر لے کر قافلہ کی امداد کیلئے روانہ ہوا۔ ابوسفیان تو راستہ سے ہٹ کر اپنے قافلہ کے ساتھ سمندر کے ساحل کی طرف چل پڑے۔ تو ابوجہل سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ قافلہ تو بچ گیا اب مکہ معظمہ واپس چلو مگر اس نے انکار کر دیا اور حضور سید عالم ﷺ سے جنگ کرنے کے ارادہ سے بدر کی طرف چل پڑا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنگ کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہم اس تیاری سے نہیں چلے تھے، نہ ہماری تعداد زیادہ ہے نہ ہمارے پاس کافی سامان اسلحہ ہے مگر اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدر کی طرف نکل کر کافروں سے مقابلہ کرنے ہی کا مشورہ دیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝'' (الانفال: ۵) (اے محبوب تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ (بدر کی طرف) برآمد کیا، اور بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا)۔

حضرت عبد الرحمن بن ابویعلی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملا اور آپ سے کہنے لگا کہ جبریل فرشتہ جس کا تذکرہ تمہارے نبی ﷺ کرتے ہیں وہ ہمارا سخت دشمن ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝'' (جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کا، تو اللہ دشمن ہے کافروں کا) (البقرہ: ۹۸)۔ تو جن الفاظ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی کو جواب دیا بالکل انہی الفاظ کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔[1]

آیت مبارکہ کا آخری جملہ ''فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝'' سے معلوم ہوا کہ انبیاء و ملائکہ کی عداوت کفر ہے اور محبوبانِ حق سے دشمنی کرنا خدائے تعالیٰ سے دشمنی کرنا ہے۔

پہلی شریعتوں میں روزہ افطار کرنے کے بعد کھانا پینا اور ہمبستری کرنا عشاء کی نماز تک جائز تھا۔ بعد نماز عشاء یہ ساری چیزیں رات میں بھی حرام ہو جاتی تھیں۔ یہ حکم حضور ﷺ

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۸۴

www.waseemziyai.com
MAKTABA-E-FAIZ-UL-QURAN ISLAMIA ACADEMY

زمانۂ مبارکہ تک باقی رہا۔ یہاں تک کہ رمضان شریف کی رات میں بعد نماز عشا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہم بستری ہوگئی جس پر وہ بہت نادم اور شرمندہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ''اُحِلَّ لَکُمْ لَیۡلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ؕ'' اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا (ان سے ہم بستری کرنا) تمہارے لئے حلال ہوگیا (البقرہ:۱۸۷)۔

بشر نامی ایک منافق تھا اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا چلو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فیصلہ کرالیں۔ منافق نے خیال کیا کہ حضور میرے حق میں فیصلہ کریں گے کبھی کسی کی طرف داری اور رعایت نہ فرمائیں گے جس سے اس کا مطلب حاصل نہ ہوسکے گا اس لئے اس نے مدعی ایمان ہونے کے باوجود کہا کہ ہم کعب بن اشرف یہودی کو حکم بنائیں گے۔ یہودی جس کا معاملہ تھا وہ خوب جانتا تھا کہ کعب رشوت خور ہے اور جو رشوت خور ہوتا ہے اس سے صحیح فیصلہ کی امید رکھنا غلط ہے۔ اس لئے کعب کے ہم مذہب ہونے کے باوجود یہودی نے اس کو حکم تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو منافق کو فیصلہ کیلئے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہاں مجبوراً آنا پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو حق فیصلہ کیا وہ اتفاق سے یہودی کے موافق اور منافق کے مخالف ہوا۔ منافق حضور کا فیصلہ سننے کے بعد پھر یہودی کے درپے ہوا اور اسے مجبور کرکے حضور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔ یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طے فرما چکے ہیں۔ لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ کو نہیں مانتا آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو میں ابھی آکر فیصلہ کیے دیتا ہوں۔ یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لاکر اس منافق مدعی ایمان کو قتل کردیا۔ اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ کو نہ مانے اس کے متعلق میرا یہی فیصلہ ہے تو بیان واقعہ کیلئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ''اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ ؕ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّہُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۶۰﴾'' (النساء:۶۰) (کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا۔ پھر چاہتے ہیں کہ اپنا حکم شیطان کو بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے ہرگز نہ مانیں، اور ابلیس یہ چاہتا ہے انہیں دور بہکا دے۔[1]

[1] تفسیر مقاتل، مقاتل بن سلیمان ۱۵۰ھ، جلد ۱، صفحہ ۳۸۵، دار احیاء التراث، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

پھر کسی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسلمان کو قتل کر دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں فیصلہ کے لئے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے عمر سے ایسی امید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کر سکے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر مندرجہ ذیل آیت مبارکہ نازل فرمائی ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾'' (اے محبوب تمہارے رب کی قسم! وہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ تسلیم کر لیں، پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اسے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں) (النساء: ۶۵)۔

ان واقعات سے خداوند قدوس کی بارگاہ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی باتوں کے موافق وحی الٰہی اور قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں۔ مزید تفصیل جاننے کے لئے تاریخ الخلفاء وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ (ایک بار سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں)۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت

برادرانِ ملت! حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واقعہ علامہ واقدی کی روایت کے مطابق یوں ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت علالت کے سبب بہت زیادہ ناساز ہوگئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور ان سے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا میرے خیال میں تو وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں جتنا کہ آپ ان کے بارے میں خیال فرماتے ہیں پھر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ مجھ سے زیادہ آپ ان کے بارے میں جانتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ تو بتلاؤ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم لوگوں میں ان کا مثل کوئی نہیں۔ پھر آپ نے سعید بن زید، اُسید بن حُضیر اور دیگر انصار و مہاجرین حضرات سے بھی مشورہ لیا اور ان کی رائے معلوم کی۔

حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ وہ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ اور اللہ جس سے ناخوش ہوتا ہے اس سے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

وہ بھی ناخوش رہتے ہیں۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی اچھا ہے۔ اور کارِ خلافت کے لئے ان سے زیادہ مستعد اور قوی شخص کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئے۔ ان میں سے ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی سے آپ واقف ہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ ان کو خلیفہ مقرر کریں گے تو خدائے تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دیں گے؟ آپ نے فرمایا "خدا کی قسم! تم نے مجھ کو خوف زدہ کر دیا مگر میں بارگاہ خداوندی میں عرض کروں گا کہ یا الہ العالمین! میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور اے اعتراض کرنے والے یہ جو کچھ میں نے کہا ہے تم دوسرے لوگوں کو بھی پہنچا دینا"۔

اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا لکھئے "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" یہ وصیت نامہ ہے جو ابوبکر بن قحافہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری زمانہ میں دنیا سے رخصت ہوتے وقت اور عہد آخرت کے شروع میں عالم بالا میں داخل ہوتے وقت لکھایا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب کہ ایک کافر بھی ایمان لے آتا ہے۔ ایک فاسق و فاجر بھی یقین کی روشنی حاصل کر لیتا ہے اور ایک جھوٹا بھی سچ بولتا ہے۔ مسلمانو! اپنے بعد میں نے تمہارے اوپر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا ہے۔ ان کے احکام کو سننا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔ میں نے حتی الامکان خدا اور رسول، دین اور اپنے نفس کے بارے میں کوئی تقصیر و غلطی نہیں کی ہے۔ اور جہاں تک ہو سکا تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدل و انصاف سے کام لیں گے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو میرے خیال کے مطابق ہوگا اور اگر انہوں نے عدل و انصاف کو چھوڑ دیا اور بدل گئے تو ہر شخص اپنے کئے کا جوابدہ ہوگا۔ اور اے مسلمانو! میں نے تمہارے لئے نیکی اور بھلائی ہی کا قصد کیا ہے" وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾ " (الشعراء: ۲۲۷) (اور ظالم عنقریب جانیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے)۔

پھر آپ نے وصیت نامہ کو سربمہر کرنے کا حکم فرمایا جب وہ مہر بند ہو گیا تو آپ نے اسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا جسے لے کر وہ گئے لوگوں نے راضی خوشی سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلا کر کچھ وصیتیں فرمائیں اور جب وہ چلے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا یا الہ العالمین! یہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس سے میری نیت مسلمانوں کی فلاح و بہبود ہے۔ تو اس بات سے خوب واقف ہے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

کہ میں نے فتنہ وفساد کو روکنے کے لئے ایسا کام کیا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں اپنی رائے کے اجتہاد سے کام لیا ہے۔ مسلمانوں میں جو سب سے بہتر ہے میں نے اس کو ان کا والی بنایا ہے۔ اور وہ ان میں سب سے قوی اور نیکی پر حریص ہے۔

اور یا اللہ العالمین! میں تیرے حکم سے تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ خداوندا! تو ہی اپنے بندوں کا مالک ومختار ہے اور ان کی باگ ڈور تیرے ہی دست قدرت میں ہے یا اللہ العالمین! ان لوگوں میں درستگی اور صلاحیت پیدا کرنا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کو خلفاء راشدین میں سے کرنا اور ان کے ساتھ ان کی رعیت کو اچھی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

رافضی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو اپنی زندگی میں خلیفہ منتخب کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کی اس لئے کہ حضور نے اپنی ظاہری زندگی میں کسی کو خلیفہ نہیں بنایا حالانکہ وہ اچھائی اور برائی کو خوب جانتے تھے اور اپنی امت پر پوری پوری شفقت ورافت رکھتے تھے مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت پر کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس اعتراض کے تین جواب ہیں اور وہ یہ ہیں۔ پہلا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنی ظاہری زندگی میں امت پر خلیفہ نہ بنانا کھلا ہوا جھوٹ اور بہتان ہے اس لئے رافضی سب کے سب اس بات کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔ لہٰذا اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی سنت نبوی کی پیروی میں خلیفہ منتخب کر دیا تو اس میں مخالفت کہاں سے لازم آ گئی۔ اور اگر جواب کی بنیاد مذہب اہلسُنت پر رکھیں تو اہلسُنت کے محققین اس بات کے قائل ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز اور حج میں اپنا نائب دخلیفہ بنایا ہے۔ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رمز شناس، آپ کے کاموں کی باریکیوں سے آگاہ اور آپ کے اشاروں کو اچھی طرح سمجھتے تھے ان کے لئے اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صرف اس نقطۂ نظر سے خلافت نامہ لکھوایا کہ عرب وعجم کے نومسلم بغیر تصریح وتنصیص کے اس سے واقف نہ ہو سکیں گے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وجہ سے خلیفہ نہیں مقرر فرمایا کہ آپ

وحی الٰہی سے پورے یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے صحابہ رضی اللہ عنہم انہی پر اتفاق کریں گے اور کوئی دوسرا اس میں دخل اندازی نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ احادیث کریمہ جو اہلسنت کی صحیح کتابوں میں موجود ہیں اس بات پر واضح طریقے سے دلالت کرتی ہیں مثلاً حضور نے فرمایا ''یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَکْرٍ'' (اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے)۔[1] اور حدیث شریف میں ہے'' فَاِنَّہٗ الْخَلِیْفَۃُ مِنْ بَعْدِیْ'' (میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے)۔[2] اور ان کے صاحبزادے کو بلایا تا کہ خلافت نامہ لکھیں۔ پھر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے علاوہ کسی اور کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ لکھنے کی حاجت کیا ہے؟ تو آپ نے ارادہ ترک فرما دیا۔ بخلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ آپ کے پاس وحی نہیں آتی تھی اور نہ آپ کو اس بات کا قطعی علم تھا کہ میرے بعد لوگ بلاشبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں گے۔ اور اپنی عقل سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو اچھا سمجھتے تھے اس لئے ان پر ضروری تھا کہ جس چیز میں امت کی بھلائی دیکھیں اس پر عمل کریں۔ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کی عقل نے صحیح کام کیا کہ اسلام کی شوکت، انتظام امور سلطنت اور کافروں کی ذلت جس قدر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ خلیفہ نہ بنانا اور چیز ہے۔ اور خلیفہ بنانے سے منع کرنا اور چیز ہے۔ مخالفت تب لازم آتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلیفہ بنانے سے روکے ہوتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنا دیتے۔ اور اگر خلیفہ بنانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنا ہے تو لازم آئے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بنا کر نہایت عقلمندی اور دانشمندی سے کام لیا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے اسلام اپنی خوبیوں کی بنا پر روز بروز پھیلتا ہی جائے گا۔ بڑی بڑی سلطنتیں زیر نگیں ہوں گی اور بڑے بڑے ممالک فتح ہوں گے جہاں سے بہت سارا مال غنیمت آئے گا، لوگ خوشحال و مالدار ہو جائیں گے اور مالداری کے بعد اکثر دنیاداری

---

[1] مسند احمد، حدیث ۲۵۱۱۳، جلد ۴۲، صفحہ ۵۰۔

[2] المخلصیات، محمد بن عبدالرحمٰن، متوفی ۳۹۳ھ، حدیث ۲۷۷۲، جلد ۳، صفحہ ۳۶۴، وزارۃ اوقاف، قطر۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آجاتی ہے دینداری کم ہوجاتی ہے۔اس لئے اب میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو خلیفہ ہونا ضروری ہے جو دین کے معاملہ میں بہت سخت ہیں اور شریعت کے معاملہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کے مستحق اور حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خطا کار ٹھہرانے کے ساتھ تمام انصار و مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی خطا کار ٹھہرایا۔[1] العیاذ باللہ تعالیٰ

کرامات حضرت عُمر رضی اللہ عنہ

برادران اسلام! حضرت عمر فارق اعظم رضی اللہ عنہ سے بہت سی کرامتیں بھی ظاہر ہوئی ہیں۔جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر آپ کے سامنے کیا جاتا ہے،علامہ ابونعیم نے دلائل میں حضرت عمر بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے یکا یک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار یہ فرمایا''یَاسَارِیَۃُ الْجَبَل ،یَاسَارِیَۃُ الْجَبَل ، یَاسَارِیَۃُ الْجَبَل '' (اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ،اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ،اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ)[2]۔اس طرح حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پکار کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع فرما دیا۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بعد نمازِ جمعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو خطبہ فرما رہے تھے پھر یکا یک بلند آواز سے کہنے لگے۔یَاسَارِیَۃُ الْجَبَل تو یہ کیا معاملہ تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے خدائے ذوالجلال کی! میں ایسا کہنے پر مجبور ہوگیا تھا'' رَأَیْتُھُمْ یُقَاتِلُوْنَ عِنْدَ جَبَلٍ یُوْتَوْنَ مِن بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ فَلَمْ اَمْلِكْ اَنْ قُلْتُ یَاسَارِیَۃُ الْجَبَل '' (میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور کفار ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں۔یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور میں نے کہہ دیا اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ)۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد ساریہ رضی اللہ عنہ کا قاصد ایک خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ جمعہ کے دن کفار سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت

---

[1] تاریخ الخلفاء،صفحہ ۸۳۔

[2] الاعتقاد،جلد ۳،صفحہ ۳۱۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہم نے کسی کی آواز سنی۔ یَاسَارِیَۃُ الْجَبَل ۔ اے ساریہ رضی اللہ عنہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ اس آواز کو سن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ تو خدائے تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ہم نے انہیں قتل کرڈالا۔ اس طرح ہم کو فتح حاصل ہوگئی۔[1]

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نہاوند میں لڑائی کر رہے تھے جو ایران میں صوبہ آذربائیجان کے پہاڑی شہروں میں سے ہے، اور مدینہ طیبہ سے اتنی دور ہے کہ اُس زمانہ میں وہاں سے چل کر ایک ماہ کے اندر نہاوند نہیں پہنچ سکتے تھے۔ جیسا کہ حاشیہ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۶۰۱ میں ہے کہ ''نہاوند در (ایران) صوبہ آذربائیجان از بلاد جبال ست کہ از مدینہ بیک ماہ آنا جانتواں رسید، تو جب نہاوند مدینہ طیبہ سے اتنی دور ہے کہ اس زمانہ میں آدمی وہاں سے چل کر ایک ماہ میں نہاوند نہیں پہنچ سکتا تھا مگر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں خطبہ فرماتے ہوئے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو نہاوند میں لڑتے ہوئے ملاحظہ فرمایا اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ دشمن مسلمانوں کو آگے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں اور پہاڑ قریب میں ہے۔ پھر آپ نے انہیں آواز دے کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم فرمایا اور بغیر کسی مشین کی مدد کے اپنی آواز کو وہاں تک پہنچا دیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔

ہر کہ عشق مصطفی سامانِ اوست بحروبر گوشۂ دامانِ اوست

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا جمرہ یعنی چنگاری۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے باپ کا نام دریافت فرمایا تو اس نے کہا شہاب یعنی شُعلہ۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تمہارے قبیلہ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حرقہ یعنی آگ۔ اور جب آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے رہنے کی جگہ دریافت کی تو اس نے حُرہ بتایا یعنی گرمی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حرہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ ذات اللظیٰ (شعلہ والی) جگہ میں ان سارے جوابات کو سننے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اَدْرِكْ اَهْلَكَ فَقَدِ احْتَرَقُوْا '' (اپنے اہل وعیال کی خبر لو کہ وہ سب جل کر مر گئے)[2]۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس ہوا تو دیکھا کہ اس کے گھر کو آگ لگ گئی تھی اور سب لوگ جل کر مر

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۸۴۔

[2] کنز العمال، علاؤالدین الہندی، متوفی ۹۷۵ھ، حدیث ۳۵۹۸۲، جلد ۱۲، صفحہ ۶۵۱، موسسۃ الرسالہ، بیروت۔

گئے تھے۔

حضرت ابوالشیخ کتاب العصمت میں حضرت قیس بن حجاج رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مصر کو فتح کیا تو اہل عجم ایک مقررہ دن پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا "یَاَیُّھَا الْاَمِیْرُ اِنَّ لِنِیْلِنَا ھٰذَا سُنَّۃً لَایَجْرِیْ اِلَّا بِھَا" (اے حاکم! ہمارے اس دریائے نیل کے لئے ایک پرانا طریقہ چلا آرہا ہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا ہے بلکہ خشک ہوجاتا ہے اور ہماری کھیتی کا دارومدار اسی دریائے نیل کے پانی ہی پر ہے)۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دریائے نیل کے جاری رہنے کا وہ پرانا طریقہ کیا ہے ان لوگوں نے کہا کہ جب اس مہینہ کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی ہے تو ہم لوگ ایک کنواری جوان لڑکی کو منتخب کرکے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں پھر اسے بہترین قسم کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اس کے بعد لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اِنَّ ھٰذَا لَا یَکُوْنُ اَبَدًا فِی الْاِسْلَامِ" (اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہوسکتا ہے)۔ یہ تمام باتیں لغو اور بے سروپا ہیں۔ اسلام اس قسم کی تمام باطل باتوں کو مٹانے آیا ہے وہ لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالنے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد حقیقتاً دریائے نیل بالکل خشک ہوگیا یہاں تک کہ بہت سے لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سارے حالات سے مطلع کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا کہ تم نے مصریوں کو بہت عمدہ جواب دیا۔ بیشک اسلام اس قسم کی تمام لغو اور بیہودہ باتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔ میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ روانہ کررہا ہوں تم اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب وہ رقعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کھول کر پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا "مِنْ عَبْدِ اللہِ عُمَرَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی نِیْلِ مِصْرَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِکَ فَلَا تَجْرِ وَاِنْ کَانَ اللہُ یُجْرِیْکَ فَاَسْاَلُ اللہَ الْوَاحِدَ الْقَھَّارَ اَنْ یُّجْرِیَکَ" (اللہ کے بندے عمر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے! مصر کے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو بذاتِ خود

www.waseemziyai.com MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

جاری ہوتا ہے تومت جاری ہو، اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے)۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس رُقعہ کو رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر والے جب صبح کو نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرح جاری فرما دیا ہے، کہ سولہ ۱۶ ہاتھ پانی اوراُوپر چڑھا ہوا ہے۔ پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سوکھا۔ اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔[1]

یہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی کرامت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل کے نام خط لکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ دریائے نیل جو ہر سال ایک کنواری لڑکی کی جان لئے بغیر جاری نہیں ہوتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے ہمیشہ کے لیے جاری ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ بحر و بر دونوں پر حکومت فرماتے تھے۔ ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے ؎

یاد او گر مونس جانت بود ہر دو عالم زیر فرمانت بود

خلافت فاروقی کا زمانہ تھا ایک عجمی شخص مدینہ طیبہ آیا جو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تلاش کر رہا تھا۔ کسی نے بتایا کہ کہیں آبادی کے باہر سو رہے ہوں گے۔ وہ شخص آبادی کے باہر نکل کر آپ رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے لگا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں پایا کہ وہ زمین پر سر کے نیچے زرہ رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ اس نے دل میں سوچا ساری دنیا میں اس شخص کی وجہ سے فتنہ برپا ہے۔ اس لئے کہ اس وقت ایران اور دوسرے ملکوں میں اسلامی فوجوں نے تہلکہ مچا رکھا تھا۔ لہٰذا اس کو قتل کر دینا ہی مناسب ہے اور آسان بھی ہے اس لئے کہ آبادی کے باہر سوتے ہوئے شخص کو مار ڈالنا کوئی مشکل بات نہیں۔ یہ سوچ کر اس نے نیام سے تلوار نکالی اور آپ رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک غیب سے دو شیر نمودار ہوئے اور اس عجمی کی طرف بڑھے۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ چیخ پڑا۔ اس کی آواز سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاگ اٹھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بیدار ہونے پر اس نے اپنا سارا واقعہ بیان کیا اور پھر مسلمان ہوگیا۔

یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت ہے کہ شیر جو انسان کے جان لیوا ہیں وہ آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لئے نمودار ہوگئے اور کیوں نہ ہو حدیث میں آیا ہے کہ ”مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ“ (جو اللہ

---

[1] الصواعق المحرقہ، جلد ا، صفحہ ۲۹۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تعالیٰ کا ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہوجاتا ہے)[1] اور ہر ذی روح اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

مقامِ رفیع

حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ کہف کی آیت کریمہ ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَہْفِ الخ'' کی تفسیر میں بخاری شریف کی حدیث ''اِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الاَلَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا''[2] نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ''اَلْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمُقَامَ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللہُ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللہِ سَمْعًا لَہٗ سَمِعَ الْقَرِیْبَ وَالْبَعِیْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدًا لَہٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی السَّھْلِ وَالصَّعْبِ وَالْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ'' (جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام رفیع تک پہنچ جاتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اس کی سماعت اور بصارت بن جاتا ہوں۔ تو جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہوجاتا ہے۔ تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے۔ اور جب یہی نور اس کی بصر ہوجاتا ہے۔ تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہوجاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور دور و نزدیک کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہوجاتا ہے)۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور غسانی بادشاہ جبلہ بن الایہم

اوس و خزرج کے بعض قبیلوں نے ملک شام میں ایک چشمہ پر جس کا نام غسان تھا ڈیرہ ڈالا اور اس علاقہ کے کچھ شہروں پر قبضہ کر لینے کے بعد ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر دی اور ملک غسانیہ کے معزز نام سے مشہور ہو گئے۔ ملک غسان میں سب سے پہلا بادشاہ جفنہ ہوا ہے اور سب سے آخری بادشاہ جبلہ بن الایہم۔ وہ پہلے بت پرست تھے۔ پھر رومی بادشاہوں کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اپنا قدیم مذہب چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے۔ قریش مکہ کے بعد سب سے زیادہ جن کو اسلام کی قوت توڑ دینے اور اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی فکر تھی وہ ملوک غسان تھے۔

---

[1] کنز العمال، علاؤ الدین الہندی، متوفی ۹۷۵ھ، حدیث ۳۵۹۸۲، جلد ۱۲، صفحہ ۶۵۱، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۶۵۰۲، جلد ۸، صفحہ ۱۰۵۔

[3] التفسیر الکبیر، جلد ۲۱، صفحہ ۴۳۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

عرب کے دوسرے قبیلے اگرچہ مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے تھے لیکن ان کے پاس باقاعدہ لشکر نہ تھا اور نہ کسی قسم کا اہم ساز وسامان تھا مگر غسانیوں کی سلطنت نہایت باقاعدہ اور منظم تھی ان کا لشکر بھی آراستہ تھا اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک زبردست بادشاہ قیصر روم سے ان کے تعلقات تھے جو ہر وقت ان کی امداد پر آمادہ اور مستعد تھا۔

ملک غسان مسلمانوں کا صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے سوچ ہی رہا تھا کہ اسی درمیان میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد حضرت شجاع بن وہب الاسعدی رضی اللہ عنہ اس کے نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط لے کر ایسے وقت پہنچے جب کہ قیصر روم کسریٰ کے مقابلہ سے فارغ ہوکر شکرانہ ادا کرنے کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا اور غسان کا بادشاہ اس کی دعوت کے انتظام میں مشغول تھا۔ اسی سبب سے کئی روز تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد حضرت شجاع رضی اللہ عنہ کو وہاں پر ٹھہرنا پڑا اور کئی روز تک رسائی نہ ہوسکی۔ آخر کسی طرح ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد ملک غسان کے سامنے پیش ہوئے۔ اور انہوں نے جو نامہ مبارک اس کو دیا اس کا مضمون یہ تھا ''اِنِّیْٓ اَدْعُوْكَ اِلٰٓى اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ يَبْقٰى لَكَ مُلْكُكَ'' (میں تم کو صرف ایک خدا پر ایمان لانے کی طرف بلاتا ہوں اگر تم ایمان لے آئے تو تمہارا ملک تمہارے لئے باقی رہے گا)۔

شاہ غسان سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط پڑھ کر بھڑک اٹھا اور غصہ سے کہا کہ میرا ملک کون چھین سکتا ہے؟ میں خود مدینہ پر حملہ کروں گا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔ اور قاصد سے کہا کہ جاکر یہی بات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ دینا۔

حضرت شجاع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غسان کے بادشاہ کی پوری کیفیت بیان کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''بَادَ مُلْكُهٗ'' (اس کا ملک تباہ وبرباد ہوگیا)۔[1]

سیرۃ حلبیہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامۂ مبارک حارث غسانی کے نام تھا۔ اور ابن ہشام وغیرہ دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت شجاع رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامۂ مبارک جبلہ بن الایہم کے یہاں لے کر گئے تھے۔

الغرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامۂ مبارک بھیجنے کا یہ اثر ہوا کہ جو آگ اندر اندر سلگ رہی تھی وہ

---

[1] الجامع الصحیح السنن والمسانید، صہیب عبدالجبار، جلد ۹، صفحہ ۴۵۵، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

بھڑک اٹھی اور ملک غسان اپنی پوری قوت کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوا یہاں تک کہ غسانیوں ہی کی عداوت کے نتیجہ میں موتہ کا سخت ترین معرکہ ہوا جس میں مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا کہ بہت سے سپاہی اور کئی ایک چیدہ و برگزیدہ سپہ سالار اس جنگ میں شہید ہو گئے۔

مدینہ طیبہ پر غسانی بادشاہ کے حملہ کی خبر جب قاصد کے ذریعہ پہنچی تو مسلمان بہت تشویش اور فکر میں ہوئے کہ اگرچہ اللہ کے محبوب دانائے خفایائے غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ملک غسان خائب و خاسر ہوگا اور اس کا ملک تباہ و برباد ہوگا لیکن مدینہ شریف پر اس کے حملہ سے نہ معلوم کتنی جانیں ضائع ہوں گی، کتنی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور نہ معلوم کتنے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے حملہ سے مدینہ طیبہ کو محفوظ رکھا۔ غسانی بادشاہ جس کے مدینہ شریف پر حملہ کرنے کی خبر گرم تھی وہ حارث تھا یا جبلہ بن الایہم؟ اس میں اختلاف ہے۔ طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غسانی بادشاہ جبلہ بن الایہم تھا۔

الغرض جبلہ بن الایہم نے مسلمانوں سے دشمنی ظاہر کرنے میں کوئی کمی نہیں رکھی مگر اس کے باوجود وہ اسلام کی خوبیوں سے واقف تھا۔ اس کے کانوں تک اسلام کی اچھائیاں پہنچتی رہتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی کی دلیلوں اور نشانیوں کا بھی اسے علم ہوتا رہتا تھا۔ انصار حضرات کا مسلمان ہو کر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے یہاں ٹھہرانا اور ان کی حفاظت و حمایت کے لئے جان و مال کو قربان کر دینا بھی آہستہ آہستہ اس کے اندر اسلام کی محبت پیدا کر رہا تھا اس لئے کہ انصار اور جبلہ دونوں ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بالآخر اسلام کی محبت اس کے دل میں بڑھتی گئی یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ محبت اس قدر بڑھ گئی کہ اس نے خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں اسلام میں داخل ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت خوشی سے تحریر فرمایا کہ تم بلا کھٹک چلے آؤ "لَكَ مَالَنَا وَعَلَيْكَ مَاعَلَيْنَا" (ہر حال میں تم ہماری طرح ہو جاؤ گے)۔

جبلہ بادشاہ اپنے قبیلہ عَک اور غسان کے پانچ سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ جب مدینہ منورہ صرف دو منزل رہ گیا تو اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اور اپنے لشکر کے دو سو سواروں کو حکم دیا کہ زربفت و حریر کی سرخ و زرد وردیاں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

پہنیں اور گھوڑوں پر دیباج کی جھولیں ڈال کران کے گلے میں سونے کے طوق پہنائیں۔ اور اپنا تاج سر پر رکھا پھر پوری شان دکھلانے کیلیے اپنے خاندان کی بہترین اور مایۂ ناز قُرط ماریہ تاج میں لگائیں۔ ماریہ تمام غسانی بادشاہوں کی دادی تھی۔ اس کے پاس دو بالیاں تھیں جن میں دو موتی کبوتر کے انڈے کے برابر لگے ہوئے تھے، یہ بالیاں اپنی خوبصورتی اور بیش قیمت موتیوں کی وجہ سے بے مثل سمجھی جاتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ پوری دنیا کے بادشاہوں کے خزانوں میں ایسے موتی اور ایسی بالیاں نہیں تھیں۔ ملک غسان کو ان پر فخر تھا۔ اور وہ ان بیش قیمت اور نادر ہونے کے علاوہ اپنی صاحب اقبال دادی کی یادگار سمجھ کران بالیوں کا نہایت احترام کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے جبلہ نے یہ دکھلانے کو کہ اپنی اس شاہانہ حیثیت اور حالت آزادی وخودمختاری کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہوکر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی پیروی کو گوارا کرتا ہوں۔ ان بیش قیمت بالیوں کو بھی اپنے تاج میں لگالیا تھا۔ اس طرح بڑی شان وشوکت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کو تیار ہوا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جبلہ کے استقبال کرنے اور تعظیم وتکریم کے ساتھ اتارنے کا حکم دیا۔ مدینہ منورہ میں خوشی اور مسرت کا جوش پھیلا ہوا تھا۔ بچے اور بوڑھے سبھی اس جلوس کے نظارہ کو دیکھنے کے لئے اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ مسلمانوں کے لئے حقیقت میں اس سے بڑھ کر خوشی کی اور کون سی بات ہوسکتی تھی کہ مذہب اسلام جس کے پھیلانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی اس کے اندر اس طرح راضی اور خوشی سے بڑے بڑے بادشاہ داخل ہوں۔ مگر اس وقت یہ خوشی اس وجہ سے اور دوبالا ہورہی تھی کہ وہی غسان کا بادشاہ جس کے حملہ کا چرچا مدینہ طیبہ میں گھر گھر تھا اور جس کے ڈر سے سب سہم رہے تھے۔ آج وہی بادشاہ اس طرح سرِ تسلیم خم کئے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہورہا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کی قدرت اور اسلام کی ایک کرامت تھی اور اسی وجہ سے سب چھوٹے بڑے اس جلوس کو دیکھنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

الغرض بڑی شان وشوکت اور نہایت تعظیم وتکریم سے استقبال جماعت کے جھرمٹ میں شاہانہ جلوس کے ساتھ جبلہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مہمان داری کے مراسم میں کوئی کسر نہ رکھی اور مدینہ طیبہ میں ان نئے مہمانوں کی آمد سے خوب چہل پہل رہی اتفاق سے زمانۂ حج قریب تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر سال حج کیلیے مکہ معظمہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس سال جب وہ حج کیلیے نکلے تو جبلہ بھی ساتھ میں روانہ ہوا۔ وہاں بدقسمتی سے یہ بات پیش آگئی

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

کہ طواف کی حالت میں جبلہ کی لنگی پر جو بوجہ شانِ بادشاہی زمین پر گھسٹتی ہوئی جارہی تھی قبیلہ فزارہ کے ایک شخص کا پیر پڑ گیا جس کے سبب لنگی کھل گئی۔ جبلہ کو غصہ آیا اور اس نے اتنی زور سے منہ پر گونسا مارا کہ اس کی ناک ٹیڑھی ہوگئی۔

یہ مقدمہ خلافت کی عدالت میں پہنچا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی رعایت کے جلدی فیصلہ کرتے ہوئے جبلہ سے فرمایا کہ یا تو تم کسی طرح مدعی کو راضی کرلو ورنہ بدلہ دینے کے لئے تیار ہوجاؤ۔ جبلہ جو اپنے کو بڑی شان والا سمجھتا تھا یہ خلاف امید فیصلہ اسے سخت ناگوار گزرا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے کہ جبلہ کو یہ فیصلہ ناگوار گزرے گا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی کوئی پروانہ کی اور بادشاہ کا لحاظ کئے بغیر حق فیصلہ سنا دیا۔ اس نے کہا ایک معمولی آدمی کے عوض مجھ سے بدلہ لیا جائے گا۔ میں بادشاہ ہوں اور وہ ایک عام آدمی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بادشاہ اور رعیت کو اسلام نے اپنے احکام میں برابر کردیا ہے۔ کس کو کسی پر فضیلت ہے تو تقویٰ اور پرہیزگاری کے سبب ’’اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ‘‘ (الحجرات: ۱۳)۔

جبلہ نے کہا کہ میں یہ سمجھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا تھا کہ میں پہلے سے زیادہ معزز اور محترم ہوکر رہوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلامی قانون کا فیصلہ یہی ہے جس کی پابندی ہم پر اور تم پر لازم ہے۔ اس کے خلاف کچھ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ تم کو اپنی عزت قائم رکھنی ہے تو اس کو کسی طرح راضی کرلو ورنہ عام مجمع میں بدلہ دینے کو تیار ہوجاؤ۔ جبلہ نے کہا تو میں پھر عیسائی ہوجاؤں گا۔ آپ نے فرمایا تو اب اس صورت میں تیرا قتل ضروری ہوگا۔ اس لئے کہ جو مرتد ہوجاتا ہے اسلام میں اس کی سزا یہی ہے جبلہ نے کہا کہ اپنے معاملہ پر غور وفکر کرنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ مجھے ایک رات کی مہلت دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ درخواست منظور فرمالی اور اسے ایک رات کی مہلت دے دی۔ تو جبلہ اسی رات کو اپنے لشکر کے ساتھ پوشیدہ طور پر مکہ معظّمہ سے بھاگ گیا اور قسطنطنیہ پہنچ کر نصرانی بن گیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

یہ ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بے مثال عدالت کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک معمولی آدمی کے مقابلہ میں ایسی شان وشوکت والے بادشاہ کی کوئی پروانہ کی۔ اسے مدعی کے راضی کرنے یا بدلہ دینے پر مجبور کیا اور اس بات کا خیال بالکل نہ فرمایا کہ ایسے جلیل القدر بادشاہ پر اس فیصلہ کا ردِ عمل کیا ہوگا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اپنی اس قسم کی خوبیوں سے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

اسلام کی جڑوں کو مضبوط فرمایا اور اسے خوب روشن و تابناک بنایا۔ رضی اللہ عنہم۔

انتباہ

بعض لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوشحمہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی اور پھر اسی نشہ کی حالت میں زنا کیا۔ ان باتوں پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑے لگوائے یہاں تک کہ اسی تکلیف سے بیمار ہوکر انتقال ہوگیا۔ تو حضرت ابوشحمہ رضی اللہ عنہ کی جانب زنا اور شراب نوشی کی نسبت غلط ہے مشہور و معتمد کتاب مجمع البحار میں ہے کہ زنا کی نسبت صحیح نہیں البتہ انہوں نے نبیذ پی تھی۔ اور نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں کہ جس میں کھجور بھگوئی گئی ہو اور اس کی مٹھاس پانی میں اتر آئی ہو عمدۃ الرعایہ میں ہے "هُوَ الْمَاءُ الَّذِیْ تَنْبِذُ فِیْهِ تَمْرَاتٍ فَتُخْرِجُ حَلَاوَتَهَا" اور نبیذ دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ کہ اس میں نشہ نہیں ہوتا ایسی نبیذ حلال و پاک ہے اور حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے وضو کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ رقت وسیلان باقی ہو اور ایک نبیذ وہ ہوتی ہے جس میں نشہ پیدا ہوجاتا ہے اور وہ حرام و نجس ہوتی ہے۔ حضرت ابوشحمہ رضی اللہ عنہ نے نبیذ پی یہ سمجھ کر کہ حلال ہے نشہ والی نہیں ہے مگر وہ نشہ والی ثابت ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی گرفت فرمائی اور ازراہ عدل وانصاف انہیں سزا دی۔

گورنروں سے شرائط

حضرت ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو کہیں کا والی مقرر فرماتے تو اس سے چند شرطیں لکھوا لیتے تھے۔ اول یہ کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اعلیٰ درجہ کا کھانا نہیں کھائے گا۔ تیسرے یہ کہ وہ باریک کپڑا نہیں پہنے گا۔ چوتھے یہ کہ حاجت والوں کے لئے اپنے دروازہ کو بند نہیں کرے گا اور دربان نہیں رکھے گا۔

پھر جو شخص ان شرائط پر پابندی نہیں کرتا تھا اس کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتے تھے حاکم مصر عیاض بن غنم کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ ریشم پہنتا ہے اور دربان رکھتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عیاض بن غنم کو جس حالت میں بھی پاؤ گرفتار کرکے لے آؤ۔ جب عیاض خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو کمبل کا کرتا پہنایا اور بکریوں کا ایک ریوڑ ان کے سپرد کیا اور فرمایا کہ جاؤ ان بکریوں کو چراؤ تم انسانوں پر حکومت کرنے کے قابل نہیں ہو۔ یعنی عیاض بن غنم کو گورنر سے ایک چرواہا بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پوری

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مملکت اسلامیہ کے حکام اور گورنر آپ رضی اللہ عنہ کی ہیبت سے کانپتے رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاروبار خلافت اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں اتنی شدت نہ کی جائے جو جبر نہ بن جائے اور نہ اتنی نرمی برتی جائے کہ جو سستی سے تعبیر ہو۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کسی حاکم کو کسی صوبہ پر مقرر فرماتے تو اس کے تمام مال واثاثے کی فہرست لکھوا کر اپنے پاس محفوظ کرلیا کرتے تھے ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عمال کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے اپنے موجودہ مال واثاثے کی ایک ایک فہرست لکھ کر ان کو بھیج دیں۔ انہی عمال میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے اثاثوں کی فہرست بنا کر بھیجی تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے سارے مال کے دو حصے کئے جن میں سے ایک حصہ ان کے لئے چھوڑ دیا اور ایک حصہ بیت المال میں جمع کر دیا۔[1]

راتوں میں گشت

برادران اسلام! حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رعایا کی خبر گیری کے لئے بدوی کا لباس پہن کر مدینہ طیبہ کے اطراف میں راتوں کو گشت لگایا کرتے تھے۔ ایک بار حسب معمول آپ رضی اللہ عنہ گشت فرما رہے تھے کہ انہوں نے سنا ایک عورت کچھ اشعار پڑھ رہی ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ "رات بہت ہوگئی اور ستارے چمک رہے ہیں مگر مجھے یہ بات جگا رہی ہے کہ میرے ساتھ کوئی کھیلنے والا نہیں ہے۔ تو میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اگر مجھے اللہ کے عذاب کا خوف نہ ہوتا تو اس چارپائی کی چولیں ہلتیں لیکن میں اپنے نفس کے ساتھ اس نگہبان اور موکّل سے ڈرتی ہوں جس کا کاتب کبھی نہیں تھکتا۔"

اشعار کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تیرا کیا معاملہ ہے کہ اس قسم کے اشعار پڑھ رہی ہے؟ اس نے کہا کہ میرا شوہر کئی ماہ سے جنگ پر گیا ہوا ہے اس کی ملاقات کے شوق میں اشعار پڑھ رہی ہوں۔ صبح ہوتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے شوہر کو بلانے کے لئے قاصد روانہ فرما دیا۔ اور چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ وفات پا چکی تھیں اس لئے آپ رضی اللہ عنہ

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۹۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

نے اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ عورت کتنے زمانے تک شوہر کے بغیر رہ سکتی ہے؟ اس سوال کو سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے اپنا سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتا۔ تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا تین مہینے یا زیادہ سے زیادہ چار۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری فرما دیا کہ "لَا یُحبَسُ الْجُیُوْشُ فَوْقَ اَرْبَعَۃِ اَشْھُرٍ" (چار مہینے سے زیادہ کسی سپاہی کو جنگ میں نہ روکا جائے)۔

ایک رات آپ رضی اللہ عنہ گشت فرما رہے تھے کہ ایک مکان سے آواز آئی بیٹی دودھ میں پانی ملا دے۔ دوسری آواز آئی جو لڑکی کی تھی۔ ماں امیر المومنین کا حکم تجھ کو یاد نہیں رہا جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ دودھ میں کوئی شخص پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا امیر المومنین یہاں دیکھنے نہیں آئیں گے پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتی کہ خلیفہ کے سامنے اطاعت کا اقرار اور پیٹھ پیچھے ان کی نافرمانی۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت سالم رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اس گھر کو یاد رکھو اور صبح حالات معلوم کر کے مجھے بتاؤ۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں رپورٹ پیش کی کہ لڑکی بہت نیک جوان اور بیوہ ہے۔ کوئی مردان کا سرپرست نہیں ہے ماں بے سہارا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے سب لڑکوں کو بلا کر فرمایا کہ تم میں سے جو چاہے اس لڑکی سے نکاح کر لے۔ تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس بیوہ لڑکی کو بلا کر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے عقد کر کے اپنی بہو بنا لیا۔

اس واقعہ کو ایک غیر مقلد مولوی نے ایک جلسہ میں بیان کرنے کے بعد ان لفظوں میں تبصرہ کیا کہ دیکھو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعلیٰ خاندان کے ہوتے ہوئے اپنے صاحبزادے کی شادی ایک گوالن سے کر دی۔ لہٰذا حنفیوں کا کفو والا مسئلہ غلط ہے۔ اتفاق سے اس جلسہ کی تقریریں سننے کے لئے ایک سنی حنفی مولوی بھی گئے تھے۔ غیر مقلد کی اس تقریر سے متاثر ہو کر انہوں نے یہ خیال قائم کر لیا کہ واقعی کفو کا مسئلہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات انہوں نے ایک سنی حنفی مفتی سے بیان کی۔ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ غیر مقلد نے فریب سے کام لیا جسے آپ بھانپ نہ سکے۔ حنفیوں کے یہاں لڑکا کی طرف سے کفو ہونے کا اعتبار نہیں ہے وہ چھوٹی سی چھوٹی برادری اور بہت کم درجہ کی لڑکی سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی عام کتابوں میں مذکور

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL-ISLAMIA ACADEMY

ہے۔ تو مولوی صاحب نے اقرار کیا کہ واقعی میں غیر مقلد کے فریب میں آ گیا تھا۔ اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے بدمذہبوں کی تقریریں سننے سے منع فرمایا گیا ہے کہ جب آپ دس سال علم دین حاصل کرنے کے باوجود اس کے فریب میں آ گئے تو عوام کا کیا حال ہوگا۔ کسی مولوی کی تقریر سننا بھی دین کو حاصل کرنا ہے اور حدیث شریف میں ہے ''اُنْظُرُوْا عَمَّنْ تَاخُذُوْنَ دِیْنَکُمْ'' (دیکھ لو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو)۔[1]

لہٰذا کسی بدمذہب کی تقریر سننا حرام و ناجائز ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر کسی بدمذہب کی تقریر کا اثر نہیں ہوسکتا وہ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ جب دس سال کے پڑھے ہوئے مولوی پر بدمذہب کی تقریر کا اثر پڑ گیا تو دوسرے لوگوں کی کیا حقیقت ہے بس دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو سمجھ عطا فرمائے اور بدمذہبوں کی تقریروں سے دور رہنے کی توفیق بخشے۔ امین

بیت المال سے وظیفہ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دن رات خلافت کے کام سرانجام دیتے تھے مگر بیت المال سے کوئی خاص وظیفہ نہیں لیتے تھے جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو کچھ دنوں کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ میں پہلے تجارت کیا کرتا تھا اور اب تم لوگوں نے مجھ کو خلافت کے کام میں مشغول کر دیا ہے تو اب گزارہ کی صورت کیا ہوگی۔ لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ متوسط طریقہ پر جو آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کافی ہو جائے۔ وہی مقرر فرمالیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا۔ اس طرح بیت المال سے متوسط مقدار آپ رضی اللہ عنہ کے لئے مقرر ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد ایک مجلس جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ طے پایا کہ خلیفۃ المسلمین کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہیے کہ گزر میں تنگی ہوتی ہے مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے کہتا۔ تو ان لوگوں نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو وسیلہ بنایا اور تاکید کر دی کہ ہم لوگوں کا نام نہ بتایئے گا۔ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے نام دریافت کئے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ پہلے آپ رضی اللہ عنہ کی

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۲۷۳، جلد ۱، صفحہ ۹۰۔

رائے معلوم ہوجائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے ان کے نام معلوم ہوجاتے تو میں ان کو سخت سزا دیتا۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی رائے کے باوجود وظیفہ کے اضافہ کو منظور نہیں فرمایا بلکہ ان پر اور ناراضگی ظاہر فرمائی۔ رضی اللہ عنہ۔

وسیلہ

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک بار زبردست قحط پڑا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بارش طلب کرنے کیلئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز استسقا ادا فرمائی۔ حضرت ابن عون فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور اس کو بلند کر کے اس طرح بارگاہ الٰہی میں دعا کی ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلَ بِعَمِّ نَبِیِّكَ فَاسْقِیْنَا'' (یا الٰہ العالمین! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کو وسیلہ بنا کر تیری بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ ہم پر رحمت والی بارش نازل فرما)۔ یہ دعا مانگ کر ابھی آپ رضی اللہ عنہ واپس بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی اور کئی روز تک مسلسل ہوتی رہی۔[1]

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والوں کو اپنی کسی حاجت کے لئے وسیلہ بنانا شرک نہیں ہے بلکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ اور ان کی سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ'' (میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرو)۔[2]

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی ''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَهَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ'' (یا الٰہ العالمین! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر میں مجھے موت نصیب فرما)۔[3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابو لُولُوہ نے آپ سے شکایت کی کہ اس کے آقا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روزانہ اس سے چار درہم وصول

---

[1] صحیح ابن حبان، محمد بن حبان، متوفی ۳۵۴ھ، حدیث ۲۸۶۱، جلد ۷، صفحہ ۱۱۰، موسسۃ الرسالہ، بیروت۔

[2] سنن الدارمی، حدیث ۹۶، جلد ۱، صفحہ ۲۲۸۔

[3] صحیح بخاری، حدیث ۱۸۹۰، جلد ۳، صفحہ ۲۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

کرتے ہیں آپ اس میں کمی کرا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کہ تم لوہا اور بڑھئی کا کام خوب اچھی طرح جانتے ہو اور نقاشی بھی بہت عمدہ کرتے ہو تو چار درہم یومیہ تمہارے اوپر زیادہ نہیں ہیں۔ اس جواب کو سن کر وہ غصہ سے تلملاتا ہوا واپس چلا گیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پھر بلایا اور فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ "اگر آپ کہیں تو میں ایسی چکی تیار کردوں کہ جو ہوا سے چلے۔" اس نے تیور بدل کر کہا کہ ہاں۔ میں آپ کے لئے ایسی چکی تیار کردوں گا جس کا لوگ ہمیشہ ذکر کیا کریں گے۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا مجھے قتل کی دھمکی دے کر گیا ہے۔ مگر آپ نے اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی۔ ابولؤلوہ غلام نے آپ کے قتل کا پختہ ارادہ کرلیا۔ ایک خنجر پر دھار لگائی اور اس کو زہر میں بجھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ اور ان کا طریقہ تھا کہ وہ تکبیر تحریمہ سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ صفیں سیدھی کرلو۔ یہ سن کر ابولؤلوہ آپ کے بالکل قریب صف میں آکر کھڑا ہو گیا اور پھر آپ کے کندھے اور پہلو پر خنجر سے دو وار کیے جس سے آپ گر پڑے۔ اس کے بعد اس نے اور نمازیوں پر حملہ کر کے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سے بعد میں چھ افراد کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت جب کہ وہ لوگوں کو زخمی کررہا تھا ایک عراقی نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور جب وہ اس کپڑے میں الجھ گیا تو اس نے اسی وقت خودکشی کرلی۔

چونکہ اب سورج نکلنا ہی چاہتا تھا اس لئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو مختصر سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کے مکان پر لائے۔ پہلے آپ کو نبیذ پلائی گئی جو زخموں کے راستے باہر نکل گئی پھر دودھ پلایا گیا مگر وہ بھی زخموں سے باہر نکل گیا۔ کسی شخص نے آپ سے کہا کہ آپ اپنے فرزند عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کردیں۔ آپ نے اس شخص کو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں غارت کرے۔ تم مجھے ایسا غلط مشورہ دے رہے ہو۔ جسے اپنی بیوی کو صحیح طریقہ سے طلاق دینے کا بھی سلیقہ نہ ہو کیا میں ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کردوں؟ پھر آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے انتخاب خلیفہ کے لئے ایک کمیٹی بنادی اور فرمایا کہ ان ہی میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔

اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بتاؤ ہم پر کتنا

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

قرض ہے۔ انہوں نے حساب کر کے بتایا کہ تقریباً چھیاسی ہزار درہم قرض ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رقم ہمارے مال سے ادا کر دینا اور اگر اس سے پورا نہ ہو تو بنو عدی سے مانگنا اور اگر ان سے بھی پورا نہ ہو تو قریش سے لینا۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اپنے باپ کی خواہش کو ظاہر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے محفوظ کر رکھی تھی مگر میں آج اپنی ذات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب آپ کو یہ خبر ملی تو آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن آپ زخمی ہوئے اور تین دن بعد دس برس چھ ماہ چار دن امورِ خلافت کو انجام دے کر ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

وہ عمر جس کے اعداء پر شیدا سقر اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ہم زبانِ نبی جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں جب روضۂ منورہ کی دیوار گر پڑی اور لوگوں نے اس کی تعمیر (۸۷ھ) شروع کی تو (بنیاد کھودتے وقت) ایک قدم (گھٹنے تک) ظاہر ہوا۔ تو سب لوگ گھبرا گئے اور لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قدم مبارک ہے اور وہاں کوئی جاننے والا نہیں ملا تو حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا "لَا وَاللّٰهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ اِلَّا قَدَمُ عُمَرَ" (خدا کی قسم یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قدم شریف نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک ہے)۔[1]

خلاصہ یہ کہ تقریباً ۶۴ برس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک بدستور سابق رہا اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اور نہ کبھی ہوگی۔ ایک شاعر نے خوب کہا ہے۔

زندہ ہوجاتے ہیں جو مرتے ہیں اسکے نام پر اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

وَصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد و علیٰ اٰله و اصحاب و ازواجه و ذریاته اجمعین۔ برحمتك یا ارحم الراحمین۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۱۳۹۰، جلد ۲، صفحہ ۱۰۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

الحمد اللہ نحمدہٗ و نستعینہ و نستغفرہٗ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیأت اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و نبینا محمدا عبدہ و رسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ۫ (الفتح: ٢٩) صدق اللہ العلی العظیم و بلغنا رسولہ النبی الکریم ونحن علیٰ ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد اللہ رب العالمین۔

ایک بار سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے مالک و مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہر بار میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی و بارک و سلم۔

تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا میں مبعوث فرمائے گئے۔ یا کچھ کم و بیش دو لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیٰ نبینا و علیہم السلام نے اپنے قدم مبارکہ سے اس دنیا کو سرفراز فرمایا۔ وہ لوگ صاحب اولاد بھی ہوئے ہیں۔ لڑکے والے ہوئے اور لڑکی والے بھی ہوئے۔ تو جن لوگوں کے ساتھ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی صاحبزادیوں کو منسوب فرمایا وہ یقیناً عزت و عظمت والے ہوئے اس لئے اللہ کے نبی کا داماد ہونا ایک بہت بڑا مرتبہ ہے جو کہ خوش نصیب انسانوں ہی کو نصیب ہوا ہے۔ مگر اس سلسلے میں جو خصوصیت اور انفرادیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی ہے وہ کسی کو نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کسی کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئی ہیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں صرف نبی کی ہی نہیں بلکہ نبی الانبیاء اور سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہاں تک روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے کہ اگر

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

میری چالیس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے میں ان سب کا نکاح اے عثمان! تم سے کر دیتا یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہتی۔[1]

اور بیہقی نے اپنی سنن میں لکھا ہے کہ عبداللہ جُعفی بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے ماموں حسین جُعفی نے دریافت کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب ذوالنورین کیوں ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں آئیں گی۔ اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل اعلانِ نبوت اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کیا تھا جو غزوۂ بدر کے موقع پر بیمار تھیں اور انہی کی تیمارداری کے سبب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شرکت نہیں فرما سکے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے مدینہ طیبہ ہی میں رہ گئے تھے۔ مگر چونکہ حضور نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بدر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا تھا اس لئے آپ بدریوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے فتح پانے کی خوشخبری لے کر جس وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دفن کیا جا رہا تھا۔ ان کے انتقال فرما جانے کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا تو ان کا بھی ۹ھ میں وصال ہو گیا۔ غرضیکہ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین ہوئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے تھے جن کا نام ''عبداللہ'' تھا۔ وہ اپنی ماں کے بعد چھ برس کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔ اور حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ایک بار سب لوگ مل کر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں۔ صلی اللہ علی النبی الامی و بارك و سلم۔

نام ونسب

آپ کا نام ''عثمان'' کنیت ابو عمر اور لقب ذوالنورین ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ یعنی پانچویں پشت میں آپ کا

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۰۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

سلسلہ نسب رسول ﷺ کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ کی نانی ام حکیم جو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ وہ حضور ﷺ کے والدگرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئی تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضور سید عالم ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی پیدائش عام الفیل کے چھ سال بعد ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

قبول اسلام اور مصائب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان حضرات میں سے ہیں جن کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔ آپ قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتدائے اسلام ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کے بعد اسلام قبول کیا۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ، ابن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب حلقۂ بگوش اسلام ہوئے تو ان کا پورا خاندان بھڑک اٹھا یہاں تک کہ آپ کا چچا حکم بن ابی العاص اس قدر ناراض اور برہم ہوا کہ آپ کو پکڑ کر ایک رسی سے باندھ دیا اور کہا کہ تم نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر ایک دوسرا نیا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ جب تک تم اس نئے مذہب کو نہیں چھوڑ و گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے اسی طرح باندھ کر رکھیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ''وَاللّٰہِ لَا اَدَعُہٗ اَبَدًا وَلَا اُفَارِقُہٗ''۔ (خدائے ذوالجلال کی قسم مذہب اسلام کو میں کبھی نہیں چھوڑ سکتا اور نہ کبھی اس دولت سے دست بردار ہو سکتا ہوں)[1]۔ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو یہ ہو تو سکتا ہے مگر دل سے دین اسلام نکل جائے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حکم بن ابی العاص نے جب اس طرح آپ کا استقلال دیکھا تو مجبور ہو کر آپ کو رہا کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ

برادران اسلام! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حلیہ اور سراپا ابن عساکر چند طریقوں سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آپ درمیانے قد کے خوبصورت شخص تھے۔ رنگ میں سفیدی کے ساتھ سرخی بھی شامل تھی۔ چہرے پر چیچک کے داغ تھے جسم کی ہڈیاں چوڑی تھیں۔ کندھے کافی پھیلے ہوئے

---

[1] الصواعق المحرقہ، جلد ا، صفحہ ۳۱۴

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تھے۔ پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں۔ ہاتھ لمبے تھے جن پر کافی بال تھے۔ داڑھی بہت گھنی تھی۔ سر کے بال گھنگھریالے تھے۔ دانت بہت خوبصورت تھے اور سونے کے تار سے بندھے ہوئے تھے۔ کنپٹیوں کے بال نیچے تک تھے اور پیلے رنگ کا خضاب کیا کرتے تھے۔

اور ابن عساکر عبداللہ بن حزم مازنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا "فَمَا رَأَيْتُ قَطُّ ذَكَرًا وَّلَا أُنْثٰى أَحْسَنَ وَجْهًا مِّنْهُ" (میں نے عورتوں اور مردوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ حسین و خوبصورت نہیں پایا۔)[1] یہ واقعہ غالباً آیت حجاب کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

اور ابن عدی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا تو ان سے فرمایا کہ تمہارے شوہر عثمان غنی تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شکل و صورت میں بہت مشابہ ہیں۔[2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور آیات قرآنی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں بھی قرآن مجید کی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ جنگ تبوک کا واقعہ ایسے وقت میں پیش آیا جب کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا ہوا تھا اور عام مسلمان بہت زیادہ تنگی میں تھے۔ یہاں تک کہ درخت کی پتیاں کھا کر لوگ گزارہ کرتے تھے۔ اسی لئے اس جنگ کے لشکر کو جیشِ عُسرہ کہا جاتا ہے۔ یعنی تنگدستی کا لشکر۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر تھا، جب کہ آپ جیشِ عُسرہ کی مدد کیلئے لوگوں کو جوش دِلا رہے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کے پر جوش لفظ سن کر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی راہ میں پیش کروں گا۔ اس کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سامان لشکر کے بارے میں ترغیب دی اور امداد کے لئے متوجہ فرمایا۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں دو سو اونٹ مع ساز و

---

۱ مجمع الزوائد، نورالدین الہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ، حدیث ۱۴۴۹۱، جلد ۹، صفحہ ۹۸۰، مکتبۃ القدسی، القاہرہ۔

۲ الصواعق المحرقہ، جلد ۱، صفحہ ۳۱۴، مشکوٰۃ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-ULOOM ISLAMIA ACADEMY

سامان اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نذر کروں گا۔ اس کے بعد پھر رسول کریم ﷺ نے سامان جنگ کی درستگی اور فراہمی کی طرف مسلمانوں کی رغبت دلائی۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں تین سو اونٹ پالان اور سامان کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی راہ میں حاضر کروں گا۔ حدیث کے راوی حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ”مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهٖ“ (اب عثمان کو وہ عمل کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جو اس کے بعد کریں گے، دوبار فرمایا)۔[1]

مراد یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل خیر ایسا اعلیٰ اور اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوافل ادا نہ کریں تب بھی یہ عمل ان کے مدارج علیا کے لئے کافی ہے اور اس مقبولیت کے بعد اب انہیں کوئی اندیشہ ضرر نہیں ہے۔ تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ آپ نے ساز و سامان کے ساتھ ایک ہزار اونٹ اس موقع پر چندہ دیا تھا۔

اور حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیش عُسرہ کی تیاری کے زمانہ میں ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر لائے (دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا سکہ ہوتا ہے) ان دیناروں کو آپ نے رسول مقبول ﷺ کی گود میں ڈال دیا۔ راوی حدیث حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ”مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ“[2] (آج کے بعد عثمان کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا)۔ سرکار اقدس ﷺ نے ان کے بارے میں اس جملہ کو دو بار فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ فرض کر لیا جائے کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا واقعہ ہو تو آج کا ان کا یہ عمل ان کی خطا کے لئے کفارہ بن جائے گا۔

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جیش عسرہ کی اس طرح مدد فرمائی کہ ایک ہزار اونٹ ساز و سامان کے ساتھ پیش فرمایا اور ایک ہزار دینار بھی

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۷۲، جلد ۳، صفحہ ۱۷۱۳۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۷۳، جلد ۳، صفحہ ۱۷۱۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZUL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

چندہ دیا اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ صدقہ کے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت میں پیش کئے تو ان دونوں حضرات کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّ لَاۤ اَذًی ۙ لَّہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۶۲﴾" (جو لوگ کہ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دینے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں تو ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے، اور نہ ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے)[1] (البقرہ:۲۶۲)۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے بھی اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرمایا ہے کہ آیہ مبارکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔

ایک بار سب لوگ مل کو بلند آواز سے درود شریف پڑھیں صلی اللہ علی النبی الامی و اٰلہ وَ سلم۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر تھے کہ یکا یک وہ ہلنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اُثۡبُتۡ اُحُدُ مَا عَلَیۡکَ اِلَّا نَبِیٌّ اَوۡ صِدِّیۡقٌ اَوۡ شَہِیۡدَانِ" (اے احد! تو ٹھہر جا کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی یا صدیق یا دو شہید ہیں)[2]۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہاڑوں پر بھی اپنا حکم نافذ فرماتے تھے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرما رکھا تھا کہ برسوں پہلے حضرت فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خبر دے رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکتا ہے، درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے، بلکہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ کے محبوب دانائے خفایائے

---

[1] تفسیر خازن، علاؤالدین الخازن، متوفی ۷۴۱ھ، جلد ۱، صفحہ ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۳۶۸۶، جلد ۵، صفحہ ۱۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔ اس لئے آپ اپنی شہادت کا انتظار فرما رہے تھے۔ تو یہ اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ جو اپنی شہادت کے منتظر تھے جیسے کہ دولہا دلہن اپنی شادی کی تاریخ کے منتظر ہوتے ہیں ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ" (الاحزاب: ۲۳) (تو ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنی منّت پوری کر چکا (جیسے حضرت حمزہ و مصعب رضی اللہ عنہما کہ یہ لوگ جہاد پر ثابت رہے یہاں تک کہ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے) اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو اپنی شہادت کا انتظار کر رہا ہے۔ (جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ)

اور حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق رہتا تھا اس کا درخت ایک انصاری پڑوسی کے مکان پر جھکا ہوا تھا جس کا پھل ان کے مکان پر گرتا تھا۔ انصاری نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ اس وقت تک منافق کا نفاق لوگوں پر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تم درخت انصاری کے ہاتھ بیچ ڈالو اس کے بدلے تمہیں جنت کا درخت ملے گا۔ مگر منافق نے انصاری کو درخت دینے سے انکار کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہوئی کہ منافق نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو منظور نہیں کیا تو آپ نے پورا ایک باغ دے کر درخت کو اس سے خرید لیا اور انصاری کو دے دیا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعریف اور منافق کی برائی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾" (عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا) (الاعلیٰ: ۱۰)۔

اس آیت مبارکہ میں مَنْ يَّخْشٰى سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور الاشقیٰ سے مراد اس درخت کا مالک منافق ہے۔[1]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت مُرۃ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمانۂ آئندہ میں ہونے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب سر پر کپڑا

---

[1] تفسیر روح البیان، جلد ۱۰، صفحہ ۴۵۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

ڈالے ہوئے ادھر سے گزرے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز ہدایت پر ہوگا۔ حضرت مُرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ الفاظ سن کر میں اٹھا اور اس شخص کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ان کا رخ کیا اور پوچھا کیا یہ شخص ان فتنوں میں ہدایت پر ہوں گے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں یہی۔[1]

اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً، فَقَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فِيهَا مَظْلُومًا لِعُثْمَانَ'' (رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مستقبل میں ہونے والے فتنہ کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اس فتنہ میں ظلم سے قتل کیا جائے گا، یہ کہتے ہوئے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا)۔[1]

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ایک صاحب آئے اور اس باغ کا دروازہ کھلوایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ'' (دروازہ کھول دو اور آنے والے شخص کو جنت کی بشارت دو)۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں میں نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کے مطابق جنت کی خوشخبری دی۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسکی حمد و ثنا کی۔ پھر ایک صاحب اور آئے اور انہوں نے دروازہ کھلوایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے بارے میں بھی فرمایا ''اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ'' (ان کیلئے بھی دروازہ کھول دو اور ان کو بھی جنت کی بشارت دو)۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشخبری سے مطلع کیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک تیسرے صاحب نے دروازہ کھلوایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے اشارہ فرمایا ''اِفْتَحْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيبُهٗ'' (آنے والے کیلئے دروازہ کھول دو اور ان مصیبتوں پر جو اس شخص کو پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دو)۔ راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ الشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ آنے والے شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے مطابق خوشخبری دی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان سے ان کو آگاہ کیا۔ انہوں نے خدائے

---

[1] السنن الترمذی، حدیث ۳۷۰۴، جلد ۶، صفحہ ۶۹

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا ''اَللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ'' (آنے والی مصیبتوں پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے)۔[1]

اور مسند شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مکان میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران یا پنڈلی مبارک سے کپڑا اہٹا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضری کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا لیا اور وہ اندر آ گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی اجازت دے دی اور وہ بھی اندر آ گئے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر بھی بدستور اس طرح لیٹے رہے یعنی ران یا پنڈلی سے کپڑا اہٹا رہا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آ گئے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست کر لیا۔ اور اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وجہ (ہے) کہ میرے باپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ بدستور لیٹے رہے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے مگر آپ بدستور لیٹے رہے اور جنبش نہیں فرمائی۔ لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست فرما لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال کے جواب میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اَلَا اَسْتَحْیِیْ مِنْ رَّجُلٍ تَسْتَحْیِیْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ'' (کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں)۔[2]

سبحان اللہ! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا درجہ کیا ہی **بلند و بالا اور عظمت والا ہے کہ فرشتے** آپ سے حیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سید الانبیا اور نبی الانبیا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ سے حیا فرماتے ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرات انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت رسول

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۶۲۱۶، جلد ۸، صفحہ ۴۸۔

[2] مسند احمد، امام احمد حنبل، متوفی ۲۴۱ھ، حدیث ۲۶۴۶۷، جلد ۴۴، صفحہ ۶۷، موسسۃ الرسالہ، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں بیعت رضوان کا حکم فرمایا اس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد کی حیثیت سے مکہ معظّمہ گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی جب سب لوگ بیعت کر چکے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام سے گئے ہوئے ہیں۔ پھر اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت فرمائی۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ہاتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ان ہاتھوں سے بہتر ہے جنھوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے بیعت کی۔[1]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاریؒ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی اس فضیلت سے ان کے سوا اور کوئی دوسرا صحابی کبھی مشرف نہیں ہوا۔

ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "یَا عُثْمَانُ إِنَّهُ لَعَلَّ اللهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا، فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ" (اے عثمان! خدائے تعالیٰ تجھ کو ایک قمیض پہنائے گا یعنی خلعت خلافت سے سرفراز فرمائے گا۔ پھر اگر لوگ اس قمیض کے اتارنے کا تجھ سے مطالبہ کریں تو ان کی خواہش پر اس قمیض کو مت اتارنا)[2] یعنی خلافت کو مت چھوڑنا۔ اسی لئے جس روز ان کو شہید کیا گیا انہوں نے حضرت ابوسہلہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو خلافت کے بارے میں وصیت فرمائی تھی اسی لئے میں اس وصیت پر قائم ہوں اور جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے اس پر صبر کر رہا ہوں۔

حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو بار جنت خریدی ہے۔ ایک بار تو بیر رومہ خرید کر اور دوسری بار جیش عُسرہ کے لئے سامان دے کر"[3] جیش عُسرہ کے لئے جو سامان آپ نے فراہم کیا تھا اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اور بیر رومہ کی

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۰۲، جلد ۵، صفحہ ۶۲۶۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۰۵، جلد ۵، صفحہ ۶۲۸۔

[3] الصواعق المعرفہ، جلد ۱ صفحہ ۳۲۲

خریداری کا واقعہ یہ ہے کہ جب سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس زمانہ میں وہاں بیر رومہ کے علاوہ اور کسی کنوئیں کا پانی میٹھا نہ تھا۔ یہ کنواں وادی عقیق کے کنارے ایک پرفضا باغ میں ہے جو مدینہ طیبہ سے تقریباً چار کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس کنوئیں کا مالک یہودی تھا جو اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا اور مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آدھا کنواں بارہ ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ اور طے یہ پایا کہ ایک روز مسلمان پانی بھریں گے اور دوسرے دن یہودی۔ مگر جب یہودی نے دیکھا کہ مسلمان ایک روز میں دو روز کا پانی بھر لیتے ہیں اور میرا پانی خاطر خواہ نہیں بکتا تو پریشان ہو کر بقیہ آدھا بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ اس کنوئیں کو آجکل بیر حضرت عثمان غنی کہتے ہیں۔ وارضاہ عنا وعن سائر المسلمین۔

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مصر کا رہنے والا ایک شخص حج کے ارادہ سے بیت اللہ شریف آیا۔ اس نے ایک جگہ کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا گیا کہ یہ لوگ قریشی ہیں۔ اس نے پوچھا کہ ان لوگوں کا شیخ کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ ان لوگوں کے شیخ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اب اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے ابن عمر! میں کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں آپ اس کا جواب دیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان احد کی جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہوا تھا۔ پھر اس شخص نے دریافت کیا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ بدر کی لڑائی سے عثمان غائب تھے اور معرکہ بدر میں وہ شریک نہ ہوے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں وہ بدر کے معرکہ میں موجود نہ تھے۔ پھر اس شخص نے پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ بیعت رضوان کے موقع پر بھی غائب تھے اور اس میں شریک نہ ہوئے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں وہ بیعت رضوان کے موقع پر بھی موجود نہ تھے اور اس میں شامل نہ تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے تینوں باتوں کی تصدیق سن کر اس شخص نے اللہ اکبر کہا۔ بظاہر اس مصری شخص کا سوال تھا لیکن حقیقت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر اس کا اعتراض تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ ادھر آ۔ میں تجھ سے حقیقت حال بیان کر

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کے تیرے شبہات دور کر دوں۔ احد کے معرکہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بھاگ جانے کے متعلق میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ خدائے ذوالجلال نے ان کی غلطی کو معاف فرما دیا (جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے" اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۵۵﴾ " (بیشک وہ لوگ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں۔ ان کے بعض اعمال کے سبب انہیں شیطان ہی نے لغزش دی اور بیشک اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا، بیشک اللہ بخشنے والا علم والا ہے) (آل عمران:۱۵۵)۔

اور جنگ بدر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا وجود نہ ہونا اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی اس زمانہ میں بیمار تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی دیکھ بھال کیلئے مدینہ طیبہ میں چھوڑ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر میں شریک ہونے والوں میں سے ایک مجاہد کا ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے بھی ایک شخص کا حصہ دیا جائے گا۔ اب رہا معاملہ بیعت رضوان سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غائب ہونا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مکہ معظّمہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ باعزت اور ہر دل عزیز کوئی اور شخص ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کو مکہ معظّمہ بھیجتے مگر چونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہر دل عزیز اور باعزت مکہ شریف والوں کی نگاہ میں کوئی شخص نہ تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کو مکہ معظّمہ روانہ فرمایا تا کہ وہ آپ کی طرف کفار مکہ سے بات چیت کریں۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مکہ معظّمہ چلے گئے۔ اس طرح ان کی غیر موجودگی میں بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان کے وقت اپنے داہنے ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ اور پھر اس ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسی مصری شخص کو فرمایا کہ ابھی جو میں نے تیرے سامنے بیان کیا ہے تو اس کو لے جا کہ یہی تیرے سوالات کے مکمل جوابات ہیں۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی مشہور کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طبیعت جب زیادہ ناساز ہوئی تو لوگوں نے

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۰۵، جلد ۵، صفحہ ۶۲۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آپ سے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ ہمیں کچھ وصیتیں فرمایئے اور خلافت کے لئے کسی کا انتخاب فرما دیجئے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت کے لئے علاوہ ان چھ صحابہ کے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی اور خوش رہ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں میں کسی اور کو مستحق نہیں سمجھتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ کے نام لئے اور فرمایا کہ میرے لڑکے عبداللہ مجلس شوریٰ میں ان کے ساتھ رہیں گے لیکن خلافت سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ اگر سعد بن ابی وقاص کا انتخاب ہو جائے تو وہ اس کا حق رکھتے ہیں ورنہ ان چھ صحابیوں میں سے جس کو چاہیں منتخب کر لیں۔ اور میں نے سعد بن ابی وقاص کو کسی عاجزی اور خیانت کے سبب معزول نہیں کیا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے والے کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور سب انصار و مہاجرین اور ساری رعایا کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا رہے۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور لوگ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے تو تین روز بعد خلیفہ کو منتخب کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ پہلے تین آدمی اپنا حق تین آدمیوں کو دے کر دستبردار ہو جائیں۔ لوگوں نے اس بات کی تائید کی تو حضرت زبیر حضرت علی کو حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عبدالرحمن کو اور حضرت طلحہ حضرت عثمان کو اپنا حق دے کر دست بردار ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

یہ تینوں حضرات مشورہ کرنے کے لئے ایک طرف چلے گئے۔ وہاں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے لئے خلافت پسند نہیں کرتا اب آپ لوگوں میں سے بھی جو خلافت کی ذمہ داری سے دست بردار ہونا چاہے وہ بتادے اس لیے کہ جو بری ہوگا ہم خلافت اسی کے سپرد کریں گے۔ اور جو شخص خلیفہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہو اور اصلاح امت کی بہت خواہش رکھتا ہو۔ اس بات کے جواب میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما یعنی دونوں حضرات چپ رہے۔ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا آپ لوگ اس انتخاب کا کام ہمارے سپرد کر دیں۔ قسم خدا کی میں آپ لوگوں میں سے بہتر اور افضل شخص کا انتخاب کروں گا۔ دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو منظور ہے ہم انتخاب خلیفہ کا کام آپ کے سپرد کرتے ہیں۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اب اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے کر ایک طرف گئے اور ان سے کہا کہ اے علی! آپ اسلام قبول کرنے میں سابقین اولین میں سے ہیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی عزیز ہیں۔ لہٰذا آپ کو اگر میں خلیفہ مقرر کردوں تو آپ قبول فرمالیں اور اگر میں کسی دوسرے کو آپ پر خلیفہ مقرر کردوں تو اس کی اطاعت کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لے کر ایک طرف گئے اور ان سے بھی تنہائی میں اسی قسم کی گفتگو کی تو انہوں نے بھی دونوں باتوں کو تسلیم کرلیا۔ جب ان دونوں حضرات سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا عہد و پیمان لے لیا تو اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کرلی۔

تاریخ الخلفاء میں ابن عساکر کے حوالہ سے ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس لئے خلیفہ منتخب کیا کہ جو بھی صائب الرائے تنہائی میں ان سے ملتا وہ یہی مشورہ دیتا کہ خلافت حضرت عثمان کو ہی ملنی چاہیے وہ اس کے لئے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حمد و صلاۃ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی! میں نے سب لوگوں کی رائے معلوم کرلی ہے۔ خلافت کے بارے میں سب کی رائے حضرت عثمان کے لئے ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میں سنت خدا، سنتِ رسول اور دونوں خلفاء کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ اسی طرح سب سے پہلے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت کی پھر تمام مہاجرین و انصار نے ان سے بیعت کی۔

اور مسند امام احمد میں حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیوں بیعت کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ میں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت پر آپ سے بیعت کرتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس کی استطاعت نہیں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMI ISLAMIA ACADEMY

رکھتا۔ اس کے بعد میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اسی قسم کی گفتگو کی تو انہوں نے قبول کرلیا۔[1]

غنیۃ الطالبین جو حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تصنیف مشہور ہے۔ اس میں بھی یہی روایت مذکورہ ہے۔ تو اس روایت کی بنیاد پر کہا جائے گا کہ غالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت خلافت سے اس لیے انکار کردیا کہ ان پر عام صحابہ کا رجحان ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ میرے بجائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے صحابہ کی مرضی کے خلاف زبردستی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ فرمایا۔ رضی اللہ عنہم۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تنہائی میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو مجھے آپ کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ علی سے۔ رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے اسی طرح تنہائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کسی کی بیعت کا مشورہ دیں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ عثمان سے۔ رضی اللہ عنہ۔ پھر میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر اسی طرح تخلیہ میں ان سے دریافت کیا کہ اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کی رائے دیں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرا اور آپ کا ارادہ خلیفۃ المسلمین بننے کا تو ہے نہیں۔ تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عثمان سے۔ رضی اللہ عنہ۔ پھر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تمام مہاجرین وانصار سے مشورہ کیا تو اکثر لوگوں کی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پائی۔ اس لئے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

ایک بار ہم سب لوگ مل کر بلند آواز سے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل واصحاب پر درود وسلام کی ڈالیاں نچھاور کریں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

رافضی کہتے ہیں کہ سب سے پہلے خلافت کے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے مگر لوگوں نے ان کے حق کو غصب کرلیا کہ پہلے (حضرت) ابوبکر پھر (حضرت) عمر اور پھر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہم کو

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

خلیفہ بنایا اس طرح مسلسل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حق تلفی کی گئی۔

پھر اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ حضرات خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ جنہوں نے ان کو خلیفہ منتخب کیا ان سب سے بغض وعداوت رکھتے ہیں اور ان کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے جو لوگ خلیفہ ہوئے اور جنہوں نے ان کو خلیفہ بنایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی خدائے تعالیٰ نے مدح فرمائی ہے اور ان کی تعریف وتوصیف میں قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ مثلاً پ ۲۷ ع ۱۷ میں ہے ''لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ'' (تم میں سے برابر نہیں ہو سکتا جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ اور جہاد کیا۔ وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے بعد خرچ اور جہاد کیا۔ اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا) (الحدید:۱۰)۔

اور پ ۱۱ ع ۲ میں ہے ''وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ'' (اور سب میں اگلے پہلے مہاجرین وانصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کی اتباع کرتے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) (التوبہ:۱۰۰)۔

اور پ ۲۸ ع ۴ میں ہے ''لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸'' (ہجرت کرنے والے فقیروں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور ان کی رضا چاہتے ہیں۔ اور اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں) (الحشر:۸)۔

پھر اسی پ ۲۸ ع ۴ میں ہے ''وَ الَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَ لَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۫ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹'' (اور جن لوگوں نے پہلے سے اس (مدینہ منورہ) شہر میں اور ایمان میں گھر بنا لیا اور وہ دوست رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے۔ اور وہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو (مہاجرین) مالِ غنیمت دئے گئے۔ اور انصار اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

شدید محتاجی ہو۔اور جو اپنے نفس کی لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں)(الحشر:۹)۔

اور پ ۴ ع ۸ میں ہے'' لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ ''(آل عمران:۱۶۴)(بیشک اللہ کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہوا کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر خدائے تعالیٰ کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے)۔

حضرات! اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کی واضح لفظوں میں تعریف وتوصیف بیان فرمائی ہے مگر ہم بروقت انہیں چند آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

اب آپ لوگ غور کیجئے۔پہلی آیت کریمہ جو ہم نے تلاوت کی ہے اس میں فرمایا گیا ہے'' وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ ''(فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور لڑائی کرنے والے ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے)۔

اور دوسری آیت مبارکہ میں ہے'' رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ''(اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہیں)۔اور تیسری آیت کریمہ میں فرمایا گیا'' ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ''(یہی لوگ سچے ہیں)۔اور چوتھی آیت مبارکہ میں ہے'' فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ ''(وہی لوگ فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں)۔اور پانچویں آیۃ کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ وَیُزَكِّیْهِمْ۔(نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کا تزکیہ فرماتے ہیں)یعنی ناپسندیدہ خصلتوں اور بری باتوں سے ان کو پاک وصاف کرتے ہیں اور صالح بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں خبر دی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مزکی ہیں تو اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب کا انہوں نے تزکیہ فرمایا اس لئے کہ اگر ان کے قلوب کا تزکیہ نہیں فرمایا تو وہ مزکی نہیں ہو سکتے۔اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے قلوب کا تزکیہ فرمایا تو ماننا پڑے گا کہ وہ نیکوکار اور صالح ہیں۔ان کے اخلاق بلند ہیں، وہ اوصاف حمیدہ والے ہیں، ان کی نیتیں صحیح ہیں اور ان کا عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔اور ایسے لوگ کہ جو فلاح یافتہ اور سچے ہیں۔اور جن کے قلوب مُزکّٰی و

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com

مجلیٰ ہیں۔ ان کے بارے میں یہ فاسد اعتقاد رکھنا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق کو غصب کرلیا، انتہائی بدنصیبی و بدبختی ہے بلکہ قرآن شریف کو جھٹلانا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

بادشاہ جس جماعت سے راضی ہو اور ان کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہو اس جماعت سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کی برائی کرنا بادشاہ کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔ تو خدائے ذوالجلال جو صحابہ سے راضی ہے اور اپنی کتاب قرآن مجید میں جگہ جگہ ان کی تعریف و توصیف بیان فرماتا ہے اس مبارک جماعت سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کی برائی کرنا خدائے تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا سبب ہے۔

حضرت علامہ ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ جو تبع تابعین میں سے ہیں انہوں نے اس سلسلے میں ایک عمدہ بات فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں "اِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ اَنَّهُ يُنَقِّصُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْلَمْ اَنَّهُ زِنْدِيْقٌ" [1] (جب ہم میں سے کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے ان میں نقص نکالتا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق اور بے دین ہے)۔ اس لئے کہ قرآن اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فرمان ہمیں صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے واسطے ملا ہے۔ تو ان کی ذات میں بُرائی ثابت کرنا اور ان کو غلط ٹھہرانا قرآن و حدیث کو باطل قرار دینا ہے۔[2] العیاذ باللہ تعالیٰ

آپ کا پہلا خطبہ

تاریخ الخلفاء میں ابن سعد کے حوالہ سے ہے کہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ کچھ بیان نہ کر سکے۔ صرف اتنا فرمایا کہ اے لوگو! پہلی مرتبہ گھوڑے پر سوار ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ آج کے بعد بہت سے دن آئیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے سامنے ضرور خطبہ دوں گا۔ ہمارے خاندان میں لوگ خطیب نہیں ہوئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ عنقریب ہمیں خطبہ دینے پر قدرت عطا فرمائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "منبر کے تین زینے تھے اوپر

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۲۴۔

[2] الاصابہ، جلد ا، صفحہ ۱۱۔

MARKAZ-UL-OLOOM-E-ISLAMIA ACADEMY

کے تختے کے علاوہ جس پر بیٹھتے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے دوسرے پر پڑھا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسرے پر۔ جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا۔ سبب پوچھا گیا فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور اگر تیسرے پر پڑھتا تو وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں۔ لہٰذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں۔[1]

برادران ملت! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جملے قابل غور ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر لوگ ان کو حضرت صدیق کا ہمسر گمان کرتے تو کیا اس میں کوئی خرابی تھی؟ ہاں بیشک خرابی تھی۔ اس لئے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ہرگز منظور نہیں تھا کہ لوگ ان کو صدیق اکبر کا ہمسر گمان کریں۔ اسی طرح ان کو یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ لوگ ان کے بارے میں وہم کریں کہ وہ فاروق اعظم کے برابر ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر تیسرے پر پڑھتا تو وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں۔

معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے برابری کا دعویٰ کرنا تو بہت دور کی بات ہے ان کو اتنا بھی گوارا نہیں تھا کہ ان کے بارے میں کوئی یہ وہم و گمان کرے کہ وہ حضرات شیخین کے ہمسر و برابر ہیں۔ اسی لئے وہ سب سے اوپر والے درجہ پر خطبہ پڑھتے۔

پھر حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھی قابل توجہ ہے کہ میں نے وہاں خطبہ پڑھا جہاں یہ (یعنی ہمسری و برابری کا) احتمال متصور نہیں مطلب یہ ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کوئی بھی یہ تصور کر ہی نہیں سکتا تھا کہ حضرت عثمان غنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برابری و ہمسری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر کوئی آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برابری و ہمسری کا دعویٰ کرے تو وہ گستاخ و بے ادب ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے راستے سے الگ ہے۔ اور حدیث شریف ''مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ''[2] کے مطابق انہیں راستے پر چلنے والے جنتی ہیں باقی سب جہنمی۔

---

[1] فتاویٰ رضویہ، جلد ۳، صفحہ ۷۰۰۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۲۶۴۱، جلد ۴، صفحہ ۳۲۳

MARKAZ-UL-ULOOM ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی فتوحات

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی اسلامی فتوحات کا دائرہ برابر وسیع ہوتا رہا۔ چنانچہ آپ کے زمانہ خلافت کے پہلے سال یعنی ۲۴ ہجری میں ''رے'' فتح ہوا۔ رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دارالسلطنت ہے اور اسے طہران کہتے ہیں۔ ۲۶ ہجری میں شہر سابور فتح ہوا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ملک شام کے گورنر تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی بار یہ درخواست پیش کی تھی کہ بحری بیڑا کے ذریعہ قبرص پر حملہ کی اجازت دی جائے مگر آپ نے اجازت نہ دی لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اصرار بہت زیادہ ہوا تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ سمندر اور بادبانی جہازوں کی کیفیت مفصل طریقہ سے لکھ کر مجھے روانہ کرو۔ انہوں نے لکھا کہ میں نے بادبانی جہاز کو دیکھا ہے جو ایک بڑی مخلوق ہے اور اس پر چھوٹی مخلوق سوار ہوتی ہے۔ جب وہ جہاز ٹھہر جاتا ہے تو لوگوں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اور جب وہ چلتا ہے تو عقلمند لوگ بھی خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس میں اچھائیاں کم ہیں اور خرابیاں زیادہ ہیں۔ اس میں سفر کرنے والوں کی حیثیت کیڑے مکوڑوں جیسی ہے۔ اگر یہ سواری کسی طرف کو جھک جائے تو عموماً لوگ ڈوب جاتے ہیں اور اگر بچ جاتے ہیں تو اس حال میں ساحل تک پہنچتے ہیں کہ کانپتے رہتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خط کا مضمون پڑھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ''وَاللّٰهِ لَا أَحْمِلُ فِيْهِ مُسْلِمًا أَبَدًا '' (قسم ہے خدائے تعالیٰ کی میں ایسی سواری پر مسلمانوں کو کبھی سوار نہیں کر سکتا)۔[1]

اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قبرص پر مسلمانوں، حملہ نہیں ہو سکا۔ لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو ان کے حکم سے ۲۷ ہجری میں جہاز کے ذریعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکر لے جا کر قبرص پر حملہ کیا۔ اس کو فتح کر لیا اور جزیہ لینے کی شرط منظور کر لی۔

جس لشکر نے بحری راستہ سے جا کر قبرص پر حملہ کیا تھا اس لشکر میں مشہور و معروف صحابی حضرت عبادہ بن سامت رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ ام حرام بنت ملحان انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۰۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOLOMIL ISLAMIA ACADEMY

موجود تھے۔آپ کی بیوی جانور سے گر کر انتقال کر گئیں تو ان کو وہیں قبرص میں دفن کر دیا گیا۔ اس لشکر کے متعلق اللہ کے محبوب دانائے خفایائے غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی اس لشکر میں ہوگی اور قبرص ہی میں اس کی قبر بنے گی۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی۔ اور کیوں نہ ہو کہ ندی کا بہتا ہوا دھارا رک سکتا ہے درخت اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ بلکہ بڑا سا پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر اللہ کے محبوب پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں ٹل سکتا۔

اور اسی ۲۷ھ میں جرجان اور دار بجر فتح ہوئے۔ اور اسی سال جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنایا تو انہوں نے مصر پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے افریقہ پر حملہ کیا اور اس کو فتح کر کے ساری سلطنتوں کو حکومت اسلامیہ میں شامل کر لیا اس جنگ میں اس قدر مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار اور بعض روایت کے مطابق تین تین ہزار دینار ملے۔ دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ایک سکہ ہوتا ہے۔ اس فتح عظیم کے بعد اسی ۲۷ھ میں اسبین یعنی ہسپانیہ بھی فتح ہو گیا۔ اور ۲۹ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے اُصطُخر، فسا اور ان کے علاوہ بعض دوسرے ممالک بھی فتح ہوئے۔

اور ۳۰ھ میں جور، خراسان اور نیا پور صلح کے ذریعہ فتح ہوئے۔ اسی طرح ملک ایران کے دوسرے شہر طوس، سرخس، مرو اور بیہق بھی صلح سے فتح ہوئے۔ اس قدر فتوحات سے جب بے شمار مالِ غنیمت ہر طرف سے دارالخلافت میں پہنچنے لگا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ان مالوں کی حفاظت کے لئے کئی محفوظ خزانے بنوانے پڑے۔ اور لوگوں میں اس فراخ دلی سے مال تقسیم فرمایا کہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ بدرے ملے ایک بدرہ دس ہزار درہم کا ہوتا ہے۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں

برادران اسلام! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کئی کرامتوں کا ظہور ہوا ہے، جن میں سے چند کرامتیں آپ حضرات کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

علامہ تاج الدین سبکیؒ نے اپنی کتاب ''طبقات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المومنین

[1] تاریخ الخلفا، صفحہ ۱۰۶۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکورہ نے جل بھن کر کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق، اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو معلوم کر لیتا ہوں"۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام "جہجاہ غفاری" تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دستِ مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم و حیا کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدائے تعالیٰ کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اس کے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔[1]

اور حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ "ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے"۔ میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا اور بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے "ہائے افسوس میرے لئے جہنم ہے"۔ یہ منظر دیکھ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بنا پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا کہ اے شخص! میرا حال نہ پوچھ میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں

---

[1] کرامات صحابہ بحوالہ حجۃ اللہ علی العالمین، جلد ۲، صفحہ ۸۶۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ ''اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھا کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے اے شخص! امیر المومنین کے پر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر میں کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو میں آ چکا ہوں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں۔ اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا تینوں واقعات امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظیم کرامتیں ہیں جو ان کی جلالتِ شان اور بارگاہِ خداوندی میں ان کی مقبولیت اور ولایت کی واضح نشانیاں ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت کل بارہ سال رہا۔ شروع کے چھ برسوں میں لوگوں کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی بلکہ ان برسوں میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ لوگوں میں مقبول و محبوب رہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزاج میں کچھ سختی تھی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں سختی کا وجود نہ تھا۔ آپ بہت بامروت تھے لیکن آخری چھ برسوں میں بعض گورنروں کے سبب لوگوں کو آپ سے شکایت ہو گئی۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ ابھی عبداللہ کے تقرر کو صرف دو سال گزرے تھے کہ مصر کے لوگوں کو ان سے شکایتیں پیدا ہو گئیں۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے داد رسی چاہی آپ نے بذریعہ تحریر عبداللہ کو سخت تنبیہ فرمائی اور تاکید کی کہ خبردار! آئندہ تمہاری شکایت میرے پاس نہ پہنچے۔ مگر عبداللہ نے آپ کے خط کی کچھ پروانہ کی بلکہ مصر کے جو لوگ دارالخلافہ مدینہ شریف میں شکایت لے کر آئے تھے ان کو قتل کر دیا۔ اس سے مصر کی حالت اور زیادہ خراب ہو گئی یہاں تک کہ وہاں سے سات سو افراد مدینہ شریف آئے۔ حضرت

www.waseemziyai.com

عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عبداللہ کی زیادتیاں بیان کیں اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی شکایتیں کیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پاس آئے ہیں اور عبداللہ بن ابی سرح جس پر قتل کا الزام ہے اس کی معزولی اور برطرفی کا آپ سے مطالبہ کرتے ہیں مگر آپ ان کی باتوں پر توجہ نہیں کرتے۔ آپ کو چاہیے کہ ایسے شخص کو مناسب سزا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہوں نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ لوگ قتل ناحق کے سبب مصر کے گورنر کی معزولی چاہتے ہیں۔ آپ اس معاملہ میں انصاف کیجئے اور عبداللہ بن ابی سرح کی جگہ پر کسی دوسرے کو گورنر مقرر کر دیجئے۔ آپ نے مصر کے لوگوں سے فرمایا کہ "اِخْتَارُوْا رَجُلًا اُوَلِّیْهِ عَلَیْکُمْ مَکَانَهٗ" (آپ لوگ خود ہی کسی کو گورنر چن لیجئے میں عبداللہ بن ابی سرح کو معزول کر کے آپ لوگوں کے چنے ہوئے گورنر کو مقرر کر دوں گا)۔ ان لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے یعنی محمد بن ابوبکر صدیق کو منتخب کیا۔ رضی اللہ عنہ۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو انتخاب کو منظور فرمالیا اور حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے پروانہ تقرری اور عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں معزول کی تحریر لکھ دی۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مصر سے آئے ہوئے سات سو افراد اور کچھ انصار و مہاجرین کیساتھ مصر کے لئے روانہ ہوئے۔

مدینہ منورہ سے ابھی یہ قافلہ تیسری ہی منزل پر تھا کہ ان کو ایک حبشی غلام اونٹنی پر بیٹھا ہوا نہایت تیزی کے ساتھ مصر کی طرف جاتا ہوا نظر آیا۔ اس کے رنگ ڈھنگ اور اس کی تیز رفتاری سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ غلام یا تو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہے اور یا کسی کا قاصد ہے۔ قافلہ والوں نے اسے بڑھ کر پکڑ لیا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو کہیں سے بھاگا ہے یا تجھے کسی کی تلاش ہے؟ اس نے کہا کہ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔ پھر کہا کہ میں مروان کا غلام ہوں۔ ایک شخص نے اسے پہچان لیا اور بتایا کہ یہ امیر المومنین ہی کا غلام ہے۔ حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کہاں بھیجا گیا ہے؟ اس نے کہا مجھے مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے خشک مشکیزہ سے ایک خط نکلا جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مصر عبداللہ بن ابی سرح کے نام تھا۔ محمد بن

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے خط کھولا جس میں لکھا ہوا تھا کہ ''اِذَا اَتَاكَ مُحَمَّدٌ وَفُلَانٌ فَاحْتَلْ فِيْ قَتْلِهِمْ وَاَبْطِلْ كِتَابَهٗ وَقَرَّ عَلٰى عَمَلِكَ حَتّٰى يَاتِيَكَ رَائِيْ'' (جب محمد بن ابوبکر اور فلاں وفلاں تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو کسی حیلے سے قتل کر دو۔ خط کو کالعدم قرار دو اور جب تک یہ میرا دوسرا حکم نامہ پہنچے عہدہ پر برقرار رہو)۔

اس خط کو پڑھ کر قافلہ والے سب لوگ دنگ رہ گئے۔ محمد بن ابوبکر نے اس خط پر ساتھ کے چند ذمہ دار لوگوں کی مہریں لگوا دیں اور اسے ایک شخص کی تحویل میں دے دیا اور سب لوگ وہیں سے مدینہ منورہ کو واپس ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا۔ اس پر سب لوگ بہت سخت برہم ہوئے اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم غیظ وغضب میں بھرے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔ مگر محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے بنو تیم اور مصریوں کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عمار اور دیگر اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ وہ خط، غلام اور اونٹنی بھی تھی جو راستے میں پکڑی گئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ غلام آپ کا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہ غلام میرا ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا یہ اونٹنی بھی آپ ہی کی ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا ہاں یہ اونٹنی بھی ہماری ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ خط پیش فرمایا اور پوچھا کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کے کہا کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے، نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کے بارے میں کوئی علم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بڑے تعجب کی بات ہے کہ اونٹنی آپ کی اور خط پر مہر بھی آپ کی جسے آپ ہی کا غلام یہاں سے لے کر جا رہا تھا مگر آپ کو کوئی علم نہیں۔ تو پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کے فرمایا کہ نہ میں نے اس خط کو لکھا ہے، نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ میں نے غلام کو یہ خط دے کر مصر کی طرف روانہ کیا ہے۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر اپنی برات ظاہر فرمائی تو ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ ان کا دامن اس جرم سے پاک ہے۔ لوگوں نے تحریر کو بغور دیکھا تو یہ خیال قائم کیا کہ تحریر مروان کی

ہے اور ساری شرارت اس کی ذات سے ہے۔ مروان اس وقت امیر المومنین کے مکان میں موجود تھا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیجئے۔ آپ نے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ وہ لوگ غیظ وغضب میں بھرے ہوئے تھے مروان کو سزا دیتے اور اسے قتل کر دیتے۔ حالانکہ تحریر سے یقین کامل نہیں ہوتا اس لئے کہ ''اَلْخَطُّ یَشْبَہُ الْخطَّ'' (ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہ ہوتی ہے)۔ تو انہیں مروان کی تحریر ہونے کا صرف شبہہ تھا اور شبہہ کا فائدہ ہمیشہ ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو ان کے سپرد نہیں کیا۔ علاوہ اس کے سپرد کرنے میں بہت بڑے فتنہ کا اندیشہ بھی تھا۔

بہر حال جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مروان کو لوگوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے یہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کبھی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتے مگر کچھ لوگ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ وہ شک سے بری نہیں ہو سکتے جب تک کہ مروان کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اور ہم اس سے تحقیق نہ کر لیں اور یہ معلوم نہ ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابیوں کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ خط انہوں نے ہی لکھا تو ہم انہیں خلافت سے الگ کر دیں گے۔ اور اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مروان نے خط لکھا ہے تو ہم اسے سزا دیں گے۔

محاصرہ میں سختی

جب اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے گھر چلے گئے تو بلوائیوں نے محاصرہ میں اور سختی پیدا کر دی یہاں تک کہ ان پر پانی کو بند کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اوپر سے جھانک کر مجمع سے دریافت فرمایا کیا تم میں علی ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم میں سعد موجود ہیں؟ جواب دیا گیا کہ سعد بھی نہیں موجود ہیں۔ یہ جواب سن کر آپ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا کوئی شخص علی کو یہ خبر پہنچا دے کہ وہ ہمارے لئے پانی مہیا کر دیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچ گئی تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے بھجوا دیئے مگر وہ پانی بمشکل تمام آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچا کر اس کے سبب بنی ہاشم اور بنی امیہ کے کئی غلام زخمی ہو گئے اس واقعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادگان یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-ULOOM-ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-ULOOM ISLAMIA ACADEMY

حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر جاؤ پہرے داروں کی طرح ہوشیار کھڑے رہو اور خبردار۔ کسی بھی بلوائی کو اندر ہرگز نہ جانے دینا۔ اسی طرح حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے صاحبزادگان کو امیر المومنین کے دروازہ پر بھیج دیا جو برابر نہایت مستعدی کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب بلوائیوں نے محاصرہ سخت کر دیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ چند مہاجرین کے ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دولت خانہ پر تشریف لائے اور ان سے کہنے لگے کہ یہ جس قدر بلوائی آپ رضی اللہ عنہ پر چڑھ آئے ہیں یہ وہی ہیں جو ہماری تلواروں سے مسلمان ہوئے اور اب بھی ڈر کے مارے کپڑے ہی میں پاخانہ کیے دیتے ہیں یہ سب شیخیاں اور ان کی اونچی اونچی اڑانیں اسی سبب سے ہیں کہ کلمہ پڑھتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کلمہ کی حرمت کا پاس ولحاظ کرتے ہیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ حکم دیں تو ہم ان کو ان کی حقیقت معلوم کرا دیں۔ اور ان کی بھولی ہوئی بات پھر ان کو یاد دلا دیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم ایسی بات نہ کہو صرف میری جان کی خاطر اسلام میں ہرگز پھوٹ نہ پیدا کرو۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ کے سارے غلام جو ایک فوج کے برابر تھے اسباب وہتھیار سے تیار ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور بڑی بیقراری کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ ہم وہی تو ہیں جن کی تلواروں کی تاب خراسان سے افریقہ تک کوئی نہ لا سکا۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم مغروروں کو ان کے کام کا تماشا دکھا دیں۔ گفتگو اور بات چیت سے ان کی درستگی نہیں ہوسکتی۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ کلمہ کی حرمت کے سبب ہمیں کوئی نہیں چھیڑے گا اسی لئے وہ راہِ راست پر نہیں آتے اور آپ کی نیز دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی باتوں کو ذرہ برابر اہمیت نہیں دیتے۔ لہٰذا آپ ہمیں ان سے لڑنے کی اجازت دیجئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے غلاموں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ میری رضا وخوشنودی چاہتے ہو اور میری نعمت کا حق ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتھیار کھول دو اور اپنی اپنی جگہوں پر جا کر بیٹھو اور سن لو کہ تم لوگوں میں سے جو غلام بھی ہتھیار کھول دے اس کو میں نے آزاد کر دیا " وَاللّٰهِ لَاَنْ اُقْتَلَ قَبْلَ الدِّمَاءِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُقْتَلَ بَعْدَ الدِّمَاءِ " (اللہ کی قسم خونریزی سے پہلے میرا قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خونریزی کے بعد قتل کیا جاؤں)۔ مطلب یہ ہے کہ میری

شہادت لکھ دی گئی ہے اور اللہ کے رسول پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بشارت مجھ کو دے دی ہے۔ اگر تم لوگوں نے بلوائیوں سے جنگ بھی کی تو میں ضرور قتل کر دیا جاؤں گا۔ لہٰذا ان سے لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

بلوائیوں کا آپ کو شہید کر دینا

محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ دروازہ پر ایسا سخت پہرہ ہے کہ اندر پہنچنا بہت مشکل ہے، تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تیر چلانا شروع کیا جس میں سے ایک تیر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو لگ گیا اور آپ زخمی ہو گئے۔ ایک تیر مروان کو بھی لگا۔ محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے۔ اور ایک تیر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر بھی زخمی ہو گئے۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں کو زخمی دیکھا تو ان کو خوف لاحق ہوا کہ بنی ہاشم اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کو زخمی دیکھ لیں گے تو وہ بگڑ جائیں گے اس طرح ایک نئی مصیبت پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا کہ اگر بنی ہاشم اس وقت آ گئے اور انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں دیکھ لیا تو وہ ہم سے الجھ پڑیں گے اور ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل جائے گا لہٰذا ہمارے ساتھ چلو ہم پڑوس کے مکان میں پہنچ کر (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں کود پڑیں گے اور انہیں قتل کر دیں گے اس گفتگو کے بعد محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک انصاری کے مکان میں گھس گئے اور وہاں سے چھت پھلانگ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان میں پہنچ گئے ان لوگوں کے پہنچنے کی دوسرے لوگوں کو خبر نہ ہوئی اس لئے کہ جو لوگ گھر پر موجود تھے وہ چھت پر تھے۔ نیچے امیر المومنین کے پاس صرف ان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئیں تھیں۔ سب سے پہلے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر ان کی داڑھی پکڑ لی تو امیر المومنین نے ان سے فرمایا اگر تمہارے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تجھے میرے ساتھ ایسی گستاخی کرتے ہوئے دیکھتے تو وہ کیا کہتے۔ اس بات کو سن کر محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی داڑھی چھوڑ دی لیکن اس درمیان میں ان کے دونوں ساتھی آ گئے جو امیر المومنین پر جھپٹ پڑے اور ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا اور دشمن ان کو شہید کر رہے تھے اس وقت آپ کی اہلیہ

MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

محترمہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا بہت چیخی چلائیں لیکن بلوائیوں نے چونکہ بڑا شور وغوغا کر رکھا تھا اس لیے آپ کی چیخ و پکار کو کسی نے نہیں سنا۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ کوٹھے پر گئیں اور لوگوں کو بتایا کہ امیر المومنین شہید کر دیئے گئے۔ لوگوں نے نیچے اتر کر دیکھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا پورا جسم خون آلود تھا اور ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے جب تلوار لگی تو آیت کریمہ ''فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ'' پر خون کے چند قطرات پڑے اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے تلوار کے وار کو جب اپنے ہاتھوں سے روکا تو ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برہمی

جب حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور دیگر صحابہ و اہل مدینہ رضی اللہ عنہم کو آپ کی شہادت کی خبر ملی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ آپ کے مکان پر آئے آپ کو شہید دیکھ کر سب نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس صورتحال سے اتنا غصہ پیدا ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک طمانچہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سینہ پر ایک گھونسا مارا اور فرمایا ''قُتِلَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ'' (جب کہ تم دونوں دروازہ پر موجود تھے تو امیر المومنین کیسے شہید کر دیئے گئے)۔ پھر آپ نے حضرت طلحہ کے صاحبزادے محمد اور حضرت زبیر کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہم کو بھی سخت سست اور برا بھلا کہا)۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ قاتل دروازہ سے نہیں داخل ہوئے تھے بلکہ پڑوس کے مکان سے کود کر آئے تھے تو آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ سے دریافت فرمایا کہ امیر المومنین کو کس نے شہید کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں ان لوگوں کو تو نہیں جانتی جنہوں نے امیر المومنین کو شہید کیا۔ البتہ ان کے ساتھ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے امیر المومنین کی داڑھی بھی پکڑی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر قتل کے بارے میں ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سچ کہتی ہیں بیشک میں گھر کے اندر ضرور داخل ہوا تھا اور قتل کا ارادہ بھی کیا تھا لیکن جب انہوں نے میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو میں ان کو چھوڑ کر ہٹ گیا۔ میں اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ

استغفار کرتا ہوں خدا کی قسم میں نے ان کو قتل نہیں کیا ہے۔ ابن عساکر نے کنانہ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جس نے شہید کیا وہ مصر کا رہنے والا تھا اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور اس کا نام ''حمار'' تھا۔

اور بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کے قاتل کا نام ''اَسْوَدْ'' تھا بہت ممکن ہے کہ محمد بن ابوبکر کے ساتھ دو بلوائی جو آپ کے مکان میں کودے تھے ان میں سے ایک کا نام ''حمار'' اور دوسرے کا نام ''اسود'' ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۳۵ھ ماہ ذی الحجہ کے ایام تشریق میں شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر رضی اللہ عنہ بیاسی ۸۲ برس کی تھی آپ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ حش کوکب کے مقام پر جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔

در منثور قرآن کی سلک بہی — زوج دو نور، عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ — حُلّہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و علیٰ اٰلہ واصحابہ وازواجھہ وذریأتہ واھل بیتہ اجمعین امابعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہِ الرحمٰن الرجیم مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫ (الفتح:۲۹) صدق رسولہ النبی الکریم الامین علیہ وعلی الہ افضل الصلوات واکمل التسلیم۔

ایک بار ہم سب مل کر ساری کائنات کے آقا مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ دُربار میں بلند آواز سے جھوم جھوم کر درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیك یا رسول اللہ۔

حضرات! دنیا میں بے شمار انسان پیدا ہوئے جن میں سے اکثر ایسے ہوئے کہ ان میں کوئی کمال وخوبی نہیں اور بعض لوگ ایسے ہوئے جو صرف چند خوبیاں رکھتے تھے مگر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وہ ذات گرامی ہے جو بہت سے کمال وخوبیوں کی جامع ہے کہ آپ شیر خدا بھی ہیں اور داماد مصطفی بھی، حیدر کرار بھی ہیں اور صاحب ذوالفقار بھی، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر نامدار بھی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے والد بزرگوار بھی صاحب سخاوت بھی اور صاحب شجاعت بھی، عبادت و ریاضت والے بھی اور فصاحت و بلاغت والے بھی، علم والے بھی اور حلم والے بھی، فاتح خیبر بھی اور میدان خطابت کے شہسوار بھی، غرض کہ آپ بہت سے کمال وخوبیوں کے جامع ہیں اور ہر ایک خوبی میں ممتاز و یگانہ روزگار ہیں اسی لئے دنیا آپ کو مظہر العجائب و الغرائب سے یاد کرتی ہے اور قیامت تک اسی طرح یاد کرتی رہے گی۔

مرتضیٰ شیرِحق اشجع الاشجعین　　باب فضل و ولایت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیرزن شاہِ خیبر شکن　　پَرتو دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

نام ونسب

آپ کا نام نامی ''علی بن ابی طالب'' اور کنیت ''ابوالحسن وابوتراب'' ہے۔ آپ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

کے چچا ابو طالب کے صاحبزادے ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ اور یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی۔[1]

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے کہ علی بن ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ آپ ۳۰ عام الفیل میں پیدا ہوئے اور اعلان نبوت سے پہلے ہی مولائے کل سید الرسل جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش میں آئے کہ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابو طالب پر عیال کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لے لیا تھا۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سائے میں آپ نے پرورش پائی اور انہیں کی گود میں ہوش سنبھالا، آنکھ کھلتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جمال جہاں آرا دیکھا، انہیں کی باتیں سنیں اور انہیں کی عادتیں سیکھیں۔ اس لئے بتوں کی نجاست سے آپ کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا یعنی آپ نے کبھی بت پرستی نہ کی اور اسی وجہ سے کرم اللہ تعالیٰ وجہہ آپ کا لقب ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت علی رضی اللہ عنہ نوعمر لوگوں میں سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ جب آپ ایمان لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک دس سال تھی بلکہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق نو سال اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ سال اور کچھ لوگ اس سے بھی کم بتاتے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی تنزیہ المکانۃ الحیدریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت اسلام آپ کی عمر آٹھ دس سال تھی۔

آپ کے اسلام قبول کرنے کی تفصیل محمد بن اسحاق نے اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو رات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جب یہ لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا دین ہے جس کو اس نے اپنے لئے منتخب کیا ہے اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنا رسول بھیجا ہے۔ لہٰذا میں تم کو بھی ایسے معبود کی طرف بلاتا ہوں جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں تم کو اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہوں۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۱۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک میں اپنے باپ ابوطالب سے دریافت نہ کرلوں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا۔ چونکہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راز کا فاش ہونا منظور نہ تھا اس لئے آپ نے فرمایا اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے ہو تو ابھی اس معاملہ کو پوشیدہ رکھو کسی پر ظاہر نہ کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اگرچہ اس وقت رات میں ایمان نہیں لائے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایمان کو راسخ کردیا تھا دوسرے روز صبح ہوتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی پیش کی ہوئی ساری باتوں کو قبول کرلیا اور اسلام لے آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ہجرت

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خدائے تعالیٰ کے حکم کے مطابق مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مجھے خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے لہٰذا میں آج مدینہ روانہ ہوجاؤں گا تم میرے بستر پر میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر سو رہو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی، قریش کی ساری امانتیں جو میرے پاس رکھی ہوئی ہیں ان کے مالکوں کو دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا۔

یہ موقع بڑا ہی خوفناک اور نہایت خطرہ کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ کفار قریش سونے کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اسی لئے خدائے تعالیٰ نے آپ کو اپنے بستر پر سونے سے منع فرمادیا ہے۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر قتل گاہ ہے۔ لیکن اللہ کے محبوب دانائے خفایائے غیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے کہ ''تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی قریش کی امانتیں دے کر تم بھی مدینہ چلے آنا'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پورا یقین تھا کہ دشمن مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے میں زندہ رہوں گا اور مدینہ ضرور پہنچوں گا۔ لہٰذا سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر جو آج بظاہر کانٹوں کا بچھونا تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج بن گیا۔ اس لئے ان کا عقیدہ تھا کہ سورج پورب کی بجائے پچھم سے نکل سکتا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رات بھر آرام سے سویا صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو سونپنا شروع کیں اور کسی سے نہیں چھپا۔ اسی طرح مکہ میں تین دن رہا پھر امانتوں کے ادا کرنے کے بعد میں بھی مدینہ کی طرف چل پڑا۔ راستہ میں بھی کسی نے مجھ سے کوئی تعارض

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

نہ کیا یہاں تک کہ میں قُبا میں پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت کلثوم رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے میں بھی وہیں ٹھہر گیا۔

ایک بار پھر ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں بلند آواز سے درود شریف کی ڈالیاں پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی الخ

اُخوتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

برادرانِ ملت! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہت سی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داماد اور چچا زاد بھائی ہونے کے ساتھ ''عقد مواخاۃ'' میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب مدینہ طیبہ میں اخوت یعنی بھائی چارہ قائم کیا کہ دو دو صحابہ کو بھائی بھائی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ نے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اخوت قائم کی۔ ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا مگر مجھ کو کسی کا بھائی نہ بنایا میں یوں ہی رہ گیا۔ تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا'' اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ '' (تم دنیا اور آخرت دونوں میں میرے بھائی ہو)۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت

برادرانِ اسلام! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور بہادری شہرۂ آفاق ہے، عرب وعجم میں آپ کی قوت بازو کے سکے بیٹھے ہوئے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبہ سے آج بھی بڑے بڑے پہلوانوں کے دل کانپ جاتے ہیں۔ جنگ تبوک کے موقع پر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا نائب مقرر فرمادیا تھا اس لئے اس میں حاضر نہ ہوسکے باقی تمام غزوات و جہاد میں شریک ہوکر بڑی جانبازی کے ساتھ کفار کا مقابلہ کیا اور بڑے بڑے بہادروں کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جنگ بدر میں جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسود بن عبدالاسد مخزومی کو کاٹ کر جہنم میں پہنچایا تو اس کے بعد کافروں کے لشکر کا سردار عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۲۰، جلد ۶، صفحہ ۸۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

بن عتبہ کو ساتھ لے کر میدان میں نکلا اور چلا کر کہا کہ اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اشراف قریش میں سے ہمارے جوڑ کے آدمی بھیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اے بنی ہاشم! اٹھو اور حق کی حمایت میں لڑو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان کو سن کر حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہم دشمن کی طرف بڑھے۔ لشکر کے سردار عتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوا اور ذلت کے ساتھ مارا گیا۔ ولید جسے اپنی بہادری پر بہت بڑا ناز تھا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھا اور ڈینگیں مارتا ہوا آپ پر حملہ آور ہوا۔ مگر شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تھوڑی ہی دیر میں اسے مار گرایا اور ذوالفقار حیدری نے اس کے گھمنڈ کو خاک وخون میں ملا دیا۔ اس کے بعد آپ نے دیکھا کہ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا ہے تو آپ نے جھپٹ کر اس پر حملہ کیا اور اسے بھی جہنم میں پہنچا دیا۔

اور جنگِ احد میں جب کہ مسلمان آگے اور پیچھے سے کفار کے بیچ میں آ گئے جس کے سبب بہت سے لوگ شہید ہوئے تو اس وقت سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی کافروں کے گھیرے میں آ گئے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ اے مسلمانو! تمہارے نبی قتل کر دیئے گئے اس اعلان کو سن کر مسلمان بہت پریشان ہو گئے یہاں تک کہ ادھر ادھر تتر بتر ہو گئے بلکہ ان میں سے بہت لوگ بھاگ بھی گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کافروں نے مسلمانوں کو آگے پیچھے سے گھیر لیا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میری نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو پہلے میں نے حضور کو زندوں میں تلاش کیا مگر نہیں پایا پھر شہیدوں میں تلاش کیا وہاں بھی نہیں پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضور میدان جنگ سے بھاگ جائیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اس لئے اب بہتر یہی ہے کہ میں بھی تلوار لے کر کافروں میں گھس جاؤں یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے تلوار لے کر ایسا سخت حملہ کیا کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ لیا تو مجھے بے انتہا خوشی ہوئی اور میں نے یقین کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اپنے حبیب کی حفاظت فرمائی۔ میں دوڑ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا کفار گروہ در گروہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ کرنے کے لئے آنے لگے۔ آپ نے فرمایا علی ان کو روکو، تو میں نے تنہا ان سب کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور کئی ایک کو قتل بھی کیا۔ اس کے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

بعد پھر ایک گروہ اور حضور ﷺ پر حملہ کرنے کی نیت سے بڑھا آپ نے پھر میری طرف اشارہ فرمایا تو میں نے پھر اس گروہ کا اکیلے مقابلہ کیا۔اس کے بعد حضرت جبریل نے آکر حضور ﷺ سے میری بہادری اور مدد کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا ''اِنَّهٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ '' (بیشک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں) مطلب یہ ہے کہ علی کو مجھ سے کمال قرب حاصل ہے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو سن کر حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا ''وَاَنَا مِنْكُمَا '' (میں تم دونوں سے ہوں)۔

سرکار اقدس ﷺ کو نہ پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شہید ہوجانے کی نیت سے کافروں کے جتھے میں تنہا گھس جانا اور حضور ﷺ پر حملہ کرنے والے گروہ در گروہ سے اکیلے مقابلہ کرنا آپ کی بے مثال بہادری اور انتہائی دلیری کی خبر دیتا ہے۔ساتھ ہی حضور ﷺ سے آپ کے عشق اور سچی محبت کا بھی پتہ دیتا ہے۔

اور حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدِ وُد (جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا) ایک جھنڈا لئے ہوئے نکلا تا کہ وہ میدان جنگ کو دیکھے۔جب وہ اور اس کے ساتھ کے سوار ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عمرو! تو قریش سے اللہ کی قسم دے کر کہا کرتا تھا کہ جب کبھی مجھ کو کوئی شخص دو اچھے کاموں کی طرف بلاتا ہے تو میں اس میں سے ایک کو ضرور اختیار کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں میں نے ایسا کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں، عمرو نے کہا مجھے ان میں سے کسی کی حاجت نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو اب میں تجھ کو مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں اور اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔عمرو نے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے کس لئے مقابلہ کی دعوت دیتا ہے خدا کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن خدا کی قسم میں تجھ کو قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔یہ سن کر عمرو کا خون گرم ہوگیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا دونوں میدان میں آگئے اور تھوڑی دیر مقابلہ ہونے کے بعد شیر خدا نے اسے موت کے گھاٹ اتار کر جہنم میں پہنچا دیا۔

اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ عمرو بن عبدُ ود میدان میں اس طرح نکلا کہ لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے تھا اور اس نے بلند آواز سے کہا۔ ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے۔اس آواز کو سن

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور مقابلہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ عمرو بن عبدود ہے۔ دوسری بار عمرو نے پھر آواز دی کہ میرے مقابلہ کے لئے کون آتا ہے؟ اور مسلمانوں کو ملامت کرنی شروع کی۔ کہنے لگا تمہاری وہ جنت کہاں ہے جس کے بارے میں تم دعویٰ کرتے ہو کہ جو بھی تم میں سے مارا جاتا ہے وہ سیدھے اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ میرے مقابلہ کے لئے کسی کو کیوں نہیں کھڑا کرتے ہو۔ دوبارہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضور سے اجازت طلب کی مگر آپ نے پھر وہی فرمایا بیٹھ جاؤ۔ تیسری بار عمرو نے پھر وہی آواز دی اور کچھ اشعار بھی پڑھے۔ راوی کا بیان ہے کہ تیسری بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس کے مقابلہ کے لئے نکلوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا چاہے عمرو ہی کیوں نہ ہو۔ تیسری بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اجازت دے دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چل کر اس کے پاس پہنچے اور چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے۔

اے عمرو! جلدی نہ کر۔ جو عاجز نہیں ہے، وہ تیرے پاس تیری آواز کا جواب دینے والا سچی نیت اور بصیرت کے ساتھ آ گیا اور ہر کامیاب ہونے والے کو سچائی ہی نجات دیتی ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ میں تیرے جنازہ پر ایسی ضرب وسیع سے نوحہ کرنے والیوں کو قائم کروں گا کہ جس کا ذکر لوگوں میں باقی رہے گا۔

عمرو نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں علی ہوں۔ اس نے کہا عبد مناف کے بیٹے ہو؟ آپ نے فرمایا میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں۔ اس نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! تیرے چچاؤں میں سے ایسے بھی تو ہیں جو عمر میں تجھ سے زیادہ ہیں میں تیرا خون بہانے کو برا سمجھتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مگر خدا کی قسم میں تیرا خون بہانے کو قطعاً برا نہیں سمجھتا ہوں۔ یہ سن کر وہ غصہ سے تلملا اٹھا۔ گھوڑے سے اتر کر آگ کے شعلہ جیسی تلوار سونت کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لپکا۔ اور ایسا زبردست وار کیا کہ آپ نے ڈھال پر روکا تو تلوار اُسے پھاڑ کر گھس گئی یہاں تک کہ آپ کے سر پر لگی اور زخمی کر دیا۔ اب شیر خدا نے سنبھل کر اس کے کندھے کی رگ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ گر پڑا اور غبار اڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرۂ تکبیر سنا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم میں پہنچا دیا۔ شیر خدا کی اس بہادری اور

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

شجاعت کو دیکھ کر میدان جنگ کا ایک ایک ذرہ زبان حال سے پکار اٹھا۔

شاہِ مرداں شیر یزداں قوتِ پروردگار لَافَتیٰ اِلَّا عَلِیٌ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوْالْفِقَار

(حضرت علی بہادروں کے بادشاہ، خدا کے شیر اور قوتِ پروردگار ہیں۔ ان کے سوا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں)۔

ایک بار ہم سب لوگ مل کر پھر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں درود شریف کا نذرانہ پیش کریں۔ اسی طرح جنگ خیبر کے موقع پر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شجاعت اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے ہیں جس کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا اور لوگوں کے دلوں میں جوش وولولہ پیدا کرتا رہے گا۔

خیبر کا وہ قلعہ جو مرحب کا پایۂ تخت تھا اس کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ اس قلعہ کو سر کرنے کے لئے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عنایت فرمایا دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا لیکن فاتح خیبر ہونا تو کسی اور کے لئے مقدر ہو چکا تھا اس لیے ان حضرات سے وہ فتح نہ ہوا جب اس مہم میں بہت زیادہ دیر ہوئی تو ایک دن سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا کہ جس کے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا وہ شخص اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دوست رکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس خوشخبری کو سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ رات بڑی بے قراری میں کاٹی اس لئے کہ ہر صحابی کی یہ تمنا تھی کہ اے کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل صبح ہمیں جھنڈا عنایت فرماتے تو اس بات کی سند ہو جاتی کہ ہم اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں چاہتے ہیں اور اس نعمت عظمیٰ وسعادت کبریٰ سے بھی سرفراز ہو جاتے کہ فاتح خیبر بن جاتے۔ اس لئے کہ وہ صحابی تھے وہابی نہیں تھے۔ ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ کل کیا ہونے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی کیا خبر؟ بلکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ کل ہو کر رہے گا۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہیں ہو سکتا۔

جب صبح ہوئی تو تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم امیدیں لئے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ دیکھنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کس کو سرفراز فرماتے ہیں۔ سب کی ارمان بھری نگاہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبِ مبارک کی جنبش پر قربان ہو رہی تھیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "أین

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ ‘‘(علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جا کر ان کو بلا لائے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ لائے گئے تو ’’فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ ‘‘(رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا تو وہ بالکل ٹھیک ہوگئیں اوران کی آنکھیں اس طرح اچھی ہوگئیں گویا دکھتی ہی نہ تھیں)۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا عنایت فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہوجائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نرمی سے کام لو پہلے انہیں اسلام کی طرف بلاؤ اور پھر بتلاؤ کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کیا حقوق ہیں۔ خدا کی قسم اگر تمہاری کوشش سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا۔[1]

اسلام قبول کرنے یا صلح کرنے کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کرنے کے لئے مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے باہر نکلا۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّيْ مُرَحَّبٌ شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ

(بے شک خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور تجربہ کار ہوں)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں رجز کا یہ شعر پڑھا۔

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

(وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام ’’شیر‘‘ رکھا ہے میری صورت جھاڑیوں میں رہنے والے شیر کی طرح خوفناک ہے)۔

مرحب بڑے گھمنڈ سے آیا تھا لیکن شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہنچ گئی اور وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ اس کے بعد آپ نے فتح کا اعلان فرمادیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس روز آپ نے خیبر کا دروازہ اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا تھا اور اس پر مسلمانوں نے چڑھ کر قلعہ کو فتح کرلیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۴۲۱۰، جلد ۵، صفحہ ۱۳۴۔

جب لوگوں نے اسے گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالنا چاہا تو چالیس آدمیوں سے کم اسے اٹھا نہ سکے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ جسم کے فربہ تھے۔ اکثر خود استعمال کرنے کی وجہ سے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ آپ نہایت قوی اور میانہ قد مائل بہ پستی تھے۔ آپ کا پیٹ دیگر اعضاء کے اعتبار سے کسی قدر بھاری تھا۔ مونڈھوں کے درمیان کا گوشت بھرا ہوا تھا۔ پیٹ سے نیچے کا جسم بھاری تھا۔ رنگ گندمی تھا۔ تمام جسم پر لمبے لمبے بال۔ آپ کی ریش مبارک گھنی اور دراز تھی۔

مشہور ہے کہ ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی ٹھوڑی پر صرف چند گنتی کے بال تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک بڑی گھنی اور لمبی تھی۔ ایک دن وہ یہودی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا اے علی! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں سارے علوم ہیں اور تم باب مدینۃ العلم ہو تو بتاؤ قرآن میں تمہاری گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں سورۂ اعراف میں ہے ''وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ'' (جو اچھی زمین ہے اس کی ہریالی اللہ کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتی مگر تھوڑی بمشکل) (الاعراف: ۵۸) تو اے یہودی وہ اچھی زمین ہماری ٹھوڑی ہے اور خراب زمین تیری ٹھوڑی۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم بہت وسیع تھا کہ اپنی گھنی داڑھی اور یہودی کی مختصر داڑھی کا ذکر آپ نے قرآن مجید میں ثابت کر دکھایا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن سارے علوم کا خزانہ ہے مگر لوگوں کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ایک شاعر نے بہت خوب کہا ہے۔

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ   تَقَاصَرَ عَنْهُ اِفْهَامُ الرِّجَالِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور احادیث کریمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں بلکہ امام احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنی حدیثیں آپ کی فضیلت میں ہیں کسی اور صحابی کی فضیلت میں اتنی حدیثیں نہیں ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں رہنے کا حکم فرمایا اور اپنے ساتھ نہیں لیا تو انہوں نے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے یہاں عورتوں اور بچوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں۔تو سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا ''أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ، مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي'' (کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے، البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا)۔[1]

مطلب یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر جانے کے وقت چالیس دن کے لئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا اسی طرح جنگ تبوک کی روانگی کے وقت میں تم کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر جا رہا ہوں۔لہٰذا جو مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا وہی مرتبہ ہماری بارگاہ میں تمہارا ہے۔اس لئے اے علی! تمہیں خوش ہونا چاہئے۔تو ایسا ہی ہوا کہ اس خوشخبری سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تسلی ہو گئی۔

رافضی اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ بلافصل ہونے کا استدلال کرتے ہیں جو صحیح نہیں۔اس لئے کہ حضور ﷺ نے ان کو خلیفہ مطلق نہیں بنایا تھا بلکہ ان کی خلافت محض خانگی امور کی نگرانی اور اہل و عیال کی دیکھ بھال کے لئے تھی اسی سبب سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو مدینہ طیبہ کا صوبہ دار، حضرت سباع عرفطہ کو مدینہ منورہ کا کوتوال اور حضرت ابن ام مکتوم کو اپنی مسجد کا امام بنایا تھا۔رضی اللہ عنہم

مزید جوابات کے لئے تحفۂ اثنا عشریہ کا مطالعہ کریں۔اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا ''لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يَبْغَضُهُ مُؤْمِنٌ'' (علی رضی اللہ عنہ سے منافق محبت نہیں کرتا اور مومن علی سے بغض و عداوت نہیں رکھتا)۔[2]

سبحان اللہ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا ہی بلند و بالا شان ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے آپ سے محبت نہ کرنے کو منافق ہونے کی علامت ٹھہرایا اور آپ سے بغض و عداوت رکھنے کو مومن نہ ہونے کا معیار قرار دیا یعنی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہ کرے وہ منافق ہے اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے وہ مومن نہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۴۴۱۶، جلد ۶، صفحہ ۱۳۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۱۷، جلد ۶، صفحہ ۷۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ“ (جس نے علی کو برا بھلا کہا تو تحقیق اس نے مجھ کو برا بھلا کہا)[1]۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا قرب اور نزدیکی حاصل ہے کہ جس نے ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی تو گویا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کی توہین کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کھلے ہوئے میدان میں بہت سے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میں اللہ کی قسم دے کر تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم غدیر خم میں میرے متعلق کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو اس مجمع میں تیس ۳۰ آدمی کھڑے ہوئے اور ان لوگوں نے گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس روز فرمایا تھا ”اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ، فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ، اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ“ (میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ یا الٰہ العالمین! جو شخص علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو شخص علی سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ)۔[2]

اور طبرانی و بزار حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے۔ اور ترمذی و حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا“ (میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں)۔[3] علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور جنہوں نے اس کو موضوع کہا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِیًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰہ۔ (جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی، اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی)۔[4]

---

[1] مسند احمد، حدیث ۲۶۷۴۸، جلد ۴۴، صفحہ ۳۲۹۔

[2] مسند احمد، حدیث ۹۵۰، جلد ۲، صفحہ ۶۲۔

[3] المعجم الکبیر، حدیث ۱۱۰۶۱، جلد ۱۱، صفحہ ۶۵۔

[4] المعجم الکبیر، حدیث ۹۰۱، جلد ۲۳، صفحہ ۳۸۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اور بزار، ابویعلی اور حاکم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمہاری حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ یہودیوں نے ان سے یہاں تک دشمنی کی کہ ان کی والدہ حضرت مریم (رضی اللہ عنہا) پر تہمت لگائی اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس قدر حد سے بڑھ گئے کہ ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کان کھول کر سن لو۔ میرے بارے میں دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک میری محبت میں حد سے تجاوز کرے گا اور میری ذات سے ان باتوں کو منسوب کرے گا جو مجھ میں نہیں ہیں اور دوسرا گروہ اس قدر بغض وعداوت رکھے گا کہ مجھ پر بہتان لگائے گا۔

اس حدیث شریف کی پیشن گوئی حرف بحرف صحیح ہوئی۔ بیشک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو فرقے گمرہ ہوکر ہلاک ہوئے۔ ایک رافضی اور دوسرے خارجی۔ رافضی اس لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حد سے بڑھایا یہاں تک کہ ان کو خدا کہہ دیا۔ دیکھئے تحفۂ اثناعشریہ باب اول، اور خارجیوں نے ان سے اس قدر بغض وعداوت رکھا کہ ان کو کافر کہہ دیا۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

ابوتراب

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک کنیت ابوتراب بھی ہے جیسا کہ شروع میں بتایا جاچکا ہے۔ جب کوئی شخص آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لطف وکرم کے مزے لیتے تھے اس لئے یہ کنیت آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے عنایت ہوئی تھی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز آپ مسجد میں آکر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے جسم پر کچھ مٹی لگ گئی تھی کہ اتنے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کے بدن کی مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا ''قُمْ یَا اَبَا تُرَاب'' (اے مٹی والے! اٹھو اس روز سے آپ کی کنیت ابوتراب ہوگئی)[1]۔

خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ میں سے ہر ایک کی خلافت کو بخوشی قبول فرمایا ہے اور کسی

---

[1] المعجم الکبیر، حدیث ۶۰۱۰، جلد ۶، صفحہ ۲۰۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

کی خلافت سے انکار نہیں کیا ہے جیسا کہ ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے تو ابن الکوا اور قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر آپ سے پوچھا کہ آپ ہمیں یہ بتلایئے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہوگے تو یہ بات کہاں تک سچ ہے اس لئے کہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں صحیح بات اور کون کہہ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا جب میں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تو اب میں غلط بات آپ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کا کوئی وعدہ مجھ سے کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حضور کے منبر پر نہ کھڑا ہونے دیتا میں ان دونوں کو انہیں ہاتھوں سے قتل کر ڈالتا چاہے میرا ساتھ دینے والا کوئی نہ ہوتا۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچانک کسی نے قتل نہیں کیا اور آپ کا یکایک وصال ہوا بلکہ کئی دن تک آپ کی طبیعت ناساز رہی اور جب آپ کی بیماری نے زور پکڑا اور مؤذن نے آپ کو نماز کے لیے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور مشاہدہ فرماتے رہے۔ مؤذن نے پھر آپ کو نماز کے لئے بلایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور مشاہدہ فرماتے رہے۔ مؤذن نے پھر آپ کو نماز کے لیے بلایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے فرمایا۔ آپ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت سے باز رکھنا چاہا تو آپ نے ناراضگی ظاہر کی اور فرمایا کہ تم لوگ تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتیں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کرنے کے بعد پھر انہیں کو اپنی دنیا کے لئے اختیار کر لیا جس کو پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے منتخب فرمایا تھا چونکہ نماز دین کی اصل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین و دنیا دونوں کے قائم فرمانے والے تھے اس لئے ہم سب نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور سچی بات یہی ہے کہ وہ اس کے اہل بھی تھے، اسی لئے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ آپ کی خلافت سے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

روگردانی کی۔ اسی بنا پر میں نے بھی آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی۔ میں نے آپ کے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی۔ مال غنیمت یا بیت المال سے جو آپ نے دیا وہ ہم نے بخوشی قبول کیا۔ اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کے لئے بھیجا تو میں دل کھول کر لڑا یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں۔ یعنی حدود جاری کیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہترین جانشین اور سنت نبوی پر عمل کرنے والے تھے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے بالکل اختلاف نہیں کیا اور نہ کوئی کسی کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوا اور ایک فرد بھی آپ کی خلافت سے بیزار نہیں ہوا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حقوق بھی ادا کئے اور پورے طور پر ان کی اطاعت کی اور ان کے لشکر میں بھی شریک ہو کر دشمنوں سے جنگ کی۔ اور انہوں نے جو کچھ مجھے دیا میں نے خوشی سے لے لیا۔ انہوں نے مجھے لڑائیوں پر بھیجا میں نے دل کھول کر کافروں سے مقابلہ کیا اور آپ کے زمانہ خلافت میں بھی اپنے کوڑوں سے مجرموں کو سزائیں دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام لانے میں سبقت، اور اپنی دوسری فضیلتوں کی جانب دل میں غور کیا تو مجھے یہ خیال ضرور پیدا ہوا کہ اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو میری خلافت کے بارے میں کوئی اعتراض نہ ہو گا لیکن غالباً حضرت عمر کو یہ خوف ہوا کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کر دیں کہ جس کے اعمال کا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبر میں جواب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی خلافت کیلئے نامزد نہیں فرمایا بلکہ خلیفہ کے مقرر کرنے کا مسئلہ چھ قریشیوں کے سپرد کیا جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ جب ان چھ ممبروں نے انتخاب خلیفہ کے لئے کمیٹی طلب کی تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ اب خلافت میرے سپرد کر دی جائے گی، یہ کمیٹی میرے برابر کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی اور مجھی کو خلیفہ منتخب کرے گی۔ جب کمیٹی کے سب افراد جمع ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں سے وعدہ لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ مقرر فرما دے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اور اس کے احکام کو خوشی سے بجا لائیں گے۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آ گئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ اصل میں دوسرے کی بیعت کے لئے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کر لی اور خلیفۂ اول و دوم کی طرح ان کی اطاعت بھی قبول کر لی۔ ان کے حقوق ادا کئے، ان کی سرکردگی میں جنگیں لڑیں، ان کے عطیات کو قبول کیا اور مجرموں کو شرعی سزائیں بھی دیں۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجھے خیال پیدا ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ کو جن سے میں نے نماز کے سبب بیعت کی تھی وصال فرما چکے اور جن کے لئے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی رخصت ہو گئے۔ لہٰذا یہ سوچ کر میں نے بیعت لینی شروع کر دی۔ مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ کے باشندوں نے اور کوفہ و بصرہ کے رہنے والوں نے میری بیعت کر لی۔ اب خلافت کے لئے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہوا ہے (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) جو قرابت، علم اور سبقت اسلام میں میرے برابر نہیں اس لئے میں اس شخص کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس تفصیلی بیان سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد ان کو خلافت کے لئے نامزد نہیں فرمایا تھا اور نہ ان سے اس قسم کا کوئی وعدہ فرمایا تھا اسی لئے آپ نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بیعت سے انکار نہیں کیا اور نہ ان کی مخالفت کی بلکہ ہر طرح سے ان کا تعاون کیا اور ان کے عطیات کو قبول فرمایا۔

دراصل راز یہ ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بلا فصل خلیفہ منتخب ہو جاتے تو خلفائے ثلاثہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت و نیابت کی نعمت سے سرفراز نہ ہو پاتے سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد ہی میں انتقال کر جاتے حالانکہ علم الٰہی میں یہ مقدر ہو چکا تھا کہ وہ تینوں حضرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت سے سرفراز ہوں گے۔ تو خدائے تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اسی ترتیب سے خلیفہ منتخب کریں کہ جس ترتیب کے ساتھ وہ دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں تاکہ ان میں سے کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت سے محروم نہ رہے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۲۱۔

آپ رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم کے اعتبار سے بھی علمائے صحابہ میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ آپ کے فتوے اور فیصلے اسلامی علوم کے انمول جواہر پارے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جب بھی آپ سے کسی مسئلہ کو دریافت کیا تو ہمیشہ درست ہی جواب پایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ علی سے زیادہ مسائل شرعیہ کا جاننے والا کوئی اور نہیں ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں علم فرائض اور مقدمات کے فیصلہ کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی دوسرا نہیں تھا۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوئی یہ کہنے والا نہیں تھا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کوئی مشکل مقدمہ پیش ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ مقدمہ کا فیصلہ کہیں غلط نہ ہو جائے۔

مشہور ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک ایسی عورت پیش کی گئی کہ جسے زنا کا حمل تھا۔ ثبوت شرعی کے بعد آپ نے اس کے سنگسار کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یاد دلایا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ حاملہ عورت کو بچہ پیدا ہونے کے بعد سنگسار کیا جائے۔ اس لئے کہ زنا کرنے والی عورت اگرچہ گنہگار ہوتی ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ بے قصور ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یاددہانی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔ اور فرمایا ''لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ'' (اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا)۔ [1] علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی نے عمر رضی اللہ عنہ کو ہلاکت سے بچا لیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چند فیصلے

برادران ملت! حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے ایسے عجیب وغریب اور نادر روزگار ہیں کہ جنہیں پڑھ کر بڑے بڑے عقلمندوں اور دانشوروں کی عقلیں حیران ہیں۔ اور یہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

[1] العواصم من القواصم محمد بن عبد اللہ المالکی متوفی ۵۴۳ھ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۲، دار الجیل، بیروت

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

دست مبارک اور ان کی دعا کی برکت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میں ابھی ناتجربہ کار جوان ہوں معاملات طے کرنا نہیں جانتا ہوں اور آپ مجھے یمن بھیجتے ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا الٰہ العالمین! اس کے قلب کو روشن فرمادے اور اس کی زبان میں تاثیر عطا فرمادے'' قسم ہے اس کی جو چھوٹے بیج سے بڑا درخت پیدا کرتا ہے اس دعا کے بعد سے پھر کبھی بھی مجھے کسی مقدمہ کے فیصلہ میں کوئی تردد نہیں رہا بغیر کسی شک وشبہ کے میں نے ہر مقدمہ کا تصفیہ کردیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے چند فیصلے یہ ہیں۔

آقا اور غلام

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمن کے ایک شخص نے اپنے غلام کو اپنے لڑکے کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ اتفاق سے راستہ میں دونوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ لڑکے نے غلام کو مارا اور غلام نے اسے گالیاں دیں۔ کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور اسے بیچنا چاہا۔ یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچا۔ آپ نے خادم قنبر سے فرمایا کہ اس کمرہ کی دیوار میں دو بڑے بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو کہ اپنے اپنے سران سوراخوں سے باہر نکالیں۔ جب یہ سب ہوگیا تو آپ نے فرمایا اے قنبر! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار لاؤ۔ جب حضرت قنبر تلوار لے آئے تو آپ نے فرمایا فوراً غلام کا سر کاٹ لو۔ اتنا سنتے ہی غلام نے فوراً اپنا سر اندر کھینچ لیا اور دوسرا نوجوان اپنی حالت پر قائم رہا۔ اس طرح آپ کے اجلاس میں بغیر کسی گواہ وشہادت کے فیصلہ ہوگیا کہ آقا کون ہے اور غلام کون ہے۔ آپ نے غلام کو سزا دی اور اسے یمن بھیج دیا۔

حقیقی ماں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کرتی ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں دونوں کا کہنا تھا یہ لڑکا ہمارا ہے۔ آپ نے پہلے ان دونوں کو بہت سمجھایا لیکن جب ان کی ہنگامہ آرائی جاری رہی تو آپ نے حکم دیا آرہ لاؤ۔ انہوں نے پوچھا آرا کس لئے منگا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے لڑکے کے دو ٹکڑے کرتے ہیں تاکہ تم دونوں میں اسے برابر تقسیم کریں۔ اس لڑکے کی جو ماں تھی یہ سن کر بیقرار ہوگئی اور اس کے چہرہ سے غمگینی ظاہر ہوئی۔ اس نے نہایت عاجزی سے عرض کیا یا امیر المومنین! میں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

اس لڑکے کو نہیں لینا چاہتی۔ یہ اسی عورت کا ہے آپ اسی کو دے دیجئے مگر خدا کے واسطے اس کو قتل نہ کیجئے۔ آپ نے وہ لڑکا اسی بے قرار عورت کو دے دیا اور جو عورت خاموش کھڑی رہی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم کو شرم آنی چاہیے کہ تم نے میرے اجلاس میں جھوٹا بیان دیا۔ یہاں تک کہ اس عورت نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔

ایک شخص کی وصیت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مرتے وقت اپنے ایک دوست کو دس ہزار درہم دیئے اور وصیت کی کہ جب تم سے میرے لڑکے کی ملاقات ہوتو اس میں سے جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا۔ اتفاق سے کچھ روز بعد اس کا لڑکا وطن میں آ گیا۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ بتاؤ تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دو گے؟ اس نے کہا ایک ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا اب تم اس کو نو ہزار دو۔ اس لئے کہ جو تم نے چاہا وہ نو ہزار ہیں۔ اور مرحوم نے یہ وصیت کی ہے کہ جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا۔

سترہ اونٹ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تین شخص آئے، ان کے پاس سترہ اونٹ تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ان اونٹوں کو آپ ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ ہم میں ایک شخص آدھے کا حصہ دار ہے دوسرا تہائی کا اور تیسرا نوویں حصہ کا۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں کاٹ کر تقسیم نہ کریں اور نہ کسی سے کچھ پیسہ دلائیں۔

بڑے بڑے دانشور جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے آپس میں کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پورے پورے اونٹ ہر شخص کو ملیں اور کاٹے نہ جائیں نہ کسی سے کچھ پیسے دلائے جائیں۔ اس لئے کہ جو شخص آدھے کا حصہ دار ہے اسے سترہ میں ساڑھے آٹھ ملے گا اور جو شخص تہائی کا حقدار ہے۔ 5.66 ہی اونٹ پائے گا۔ سترہ میں سے پورا چھ اسے بھی نہیں لے گا۔ اور جس کا حصہ نوواں ہے۔ سترہ میں سے وہ بھی دو سے کم ہی پائے گا۔ تو ایک دو نہیں بلکہ تین اونٹوں کو ذبح کئے بغیر سترہ اونٹوں کی تقسیم ان لوگوں کے درمیان ہرگز نہیں ہوسکتی۔

مگر قربان جایئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عقل و دانائی اور ان کی قوت فیصلہ پر کہ آپ نے بلا

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تامل فوراً ان کے اونٹوں کو ایک لائن میں کھڑا کروا دیا اور اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ایک اونٹ سی لائن کے آخر میں لاکر کھڑا کردو۔ جب آپ کے اونٹ ملا کر کل اٹھارہ اونٹ ہو گئے۔ تو جو شخص آدھے کا حصہ دار تھا آپ نے اسے اٹھارہ میں سے نو دیا اور تہائی حصہ والے کو اٹھارہ میں سے چھ۔ پھر نویں کے حصہ دار کو اٹھارہ میں سے دو دیئے اور اپنے اونٹ کو پھر اپنی جگہ پر بھجوا دیا۔

اس طرح آپ نے نہ تو کوئی اونٹ کاٹا اور نہ ہی کسی کو کچھ نقد پیسہ دلوایا اور سترہ اونٹوں کو ان کی شرط کے مطابق تقسیم فرما دیا جس پر کسی شخص کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔

آپ کے اس فیصلہ کو دیکھ کر سارے حاضرین دنگ ہو گئے اور سب بیک زبان پکار اٹھے کہ بیشک آپ کا سینہ فضل و کمال کا خزینہ، حکمت و عدالت کا سفینہ اور علم نبوت کا مدینہ ہے۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔

آٹھ روٹیاں

دو آدمی سفر میں ایک ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ روٹیاں تھیں دوسرے کی تین۔ اتنے میں ایک شخص ادھر سے گزرا اس نے ان دونوں سے سلام کیا۔ انہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیا اور تینوں نے مل کر وہ سب روٹیاں کھائیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس تیسرے شخص نے آٹھ درہم دیئے اور کہا کہ آپس میں بانٹ لینا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میں پانچ درہم لوں گا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تم تین درہم لو کہ تمہاری تین ہی تھیں۔ تین روٹی والے نے کہا نہیں بلکہ آدھے درہم ہمارے ہیں اور آدھے تمہارے اس لئے کہ ہم دونوں نے مل کر روٹیاں کھائی ہیں۔ لہٰذا دونوں کا حصہ برابر چار چار درہم ہوگا۔ جب دونوں میں معاملہ طے نہ ہوا تو اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اجلاس میں پہنچے۔ آپ نے سارا واقعہ سننے کے بعد تین روٹی والے سے فرمایا کہ تمہارا ساتھی جو تین درہم تم کو دے رہا ہے لے لو۔ اس لئے کہ تمہاری روٹیاں کم تھیں تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں اس غیر منصفانہ فیصلہ پر راضی نہیں ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ غیر منصفانہ فیصلہ نہیں ہے۔ حساب سے تو تمہارا ایک ہی درہم ہوتا ہے۔ اس نے کہا آپ حساب ہمیں سمجھا دیجئے تو ہم ایک ہی درہم لے لیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کان کھول کر سنو! تمہاری تین روٹیاں تھیں اور اس کی پانچ کل

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آٹھ روٹیاں ہوئیں۔ اور کھانے والے کل تین تھے۔ توان آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرو تو کل چوبیس ٹکڑے ہوئے۔ اب ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں پر تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے۔ یعنی آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے آٹھ تمہارے ساتھی نے اور آٹھ اس تیسرے شخص نے۔ اب غور سے سنو! تمہاری تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں۔ تو تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ ٹکڑے خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا جو اس تیسرے شخص نے کھایا لہٰذا تمہارا صرف ایک درہم ہوا۔ اور تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اس کے سات ٹکڑے اس تیسرے شخص نے کھائے لہٰذا سات درہم اس کے ہوئے۔ یہ فیصلہ سن کر تین روٹیوں والا حیران ہو گیا۔ مجبوراً اسے ایک ہی درہم لینا پڑا۔ اور دل میں کہنے لگا اے کاش! میں تین درہم لے لیئے ہوتا تو اچھا تھا۔

ایک مرتبہ آپ حضرات پھر بلند آواز سے درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامتیں

برادرانِ اسلام! امیر المومنین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا ہے جن میں سے چند کرامتوں کا ذکر آپ لوگوں کے سامنے کیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر جاؤ وہاں ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے اس میں ایک مرد ایک عورت آپس میں لڑتے ہوئے ملیں گے انہیں ہمارے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا واقعی وہ دونوں آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ کے حکم کے مطابق ان دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات تم دونوں میں بہت لڑائی ہوئی۔ نوجوان نے کہا اے امیر المومنین! میں نے اس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو اس کی صورت سے مجھے سخت نفرت ہو گئی۔ اگر میرا بس چلتا تو اس عورت کو میں اسی وقت اپنے پاس سے دور کر دیتا۔ اس نے مجھ سے جھگڑنا شروع کر دیا اور صبح تک لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ آپ کا بھیجا ہوا آدمی ہمیں بلانے کے لئے پہنچا۔ حاضرین کو آپ نے جانے کا اشارہ فرمایا وہ چلے گئے اس کے بعد آپ نے اس عورت سے پوچھا تم اس جوان کو پہچانتی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ صرف اتنا جانتی ہوں کہ یہ کل سے میرا شوہر ہے۔ آپ نے فرمایا اب تو اچھی طرح جان لے گی مگر سچ سچ کہنا جھوٹ ہرگز نہیں بولنا۔ اس نے کہا میں وعدہ کرتی ہوں جھوٹ قطعی نہیں بولوں گی۔ آپ نے فرمایا تم فلاں کی بیٹی فلاں ہو؟ اس نے کہا ہاں حضور! میں وہی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارا چچا زاد بھائی تھا جو تم پر عاشق تھا اور تو بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔ اس نے اس بات کا بھی اقرار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا تو ایک دن کسی ضرورت سے رات کے وقت گھر سے باہر نکلی تو اس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے زنا کیا اور تو حاملہ ہوگئی۔ اس بات کو تو نے اپنے باپ سے چھپائے رکھا۔ اس نے کہا بیشک ایسا ہی ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا مگر تیری ماں سارا واقعہ جانتی تھی، اور جب بچہ پیدا ہونے کا وقت آیا تو رات تھی۔ تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی تیرا لڑکا پیدا ہوا تو نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے ڈال دیا اتفاق سے وہاں ایک کتا پہنچ گیا جس نے اسے سونگھا تو نے اس کتے کو ایک پتھر مارا جو بچے کے سر پر لگا جس سے وہ زخمی ہوگیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا پھر تم دونوں واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس لڑکے کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس عورت نے جواب دیا ہاں حضور ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اے امیر المومنین! اس واقعہ کو میرے اور میری ماں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں جانتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اور اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا کوفہ شہر میں آیا اور اب تجھ سے شادی کرلی۔ پھر آپ نے اس نوجوان سے کہا اپنا سر کھولو۔ اس نے اپنا سر کھولا تو زخم کا اثر ظاہر تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا لڑکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ فرمایا لے اسے اپنے ساتھ لے جا۔ تو اس کی بیوی نہیں ماں ہے اور یہ تیرا شوہر نہیں بیٹا ہے۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے محبوب بندے عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے بلکہ ان کے اندر ایسا کمال ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے سارے حالات جانتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ۔

حال تو دانند یک موبمو زانکہ پر ہستند از اسرار ہو

(اللہ کے محبوب تمہارے ہر حال سے ذرہ ذرہ آگاہ ہیں۔ اس لئے کہ ان کے اندر اسرار

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ربانی بھرے ہوئے ہیں)۔

فرات میں طغیانی

کوفہ والوں نے آپ سے عرض کیا اے امیرالمومنین! اس سال دریائے فرات کی طغیانی کے سبب ہماری کھیتیاں برباد ہو رہی ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔ آپ اٹھ کر مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک آپ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جُبہ پہنے، عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے ایک گھوڑا منگا کر اس پر سوار ہوئے اور فرات کی طرف روانہ ہوئے عوام وخواص میں بہت لوگ آپ کے پیچھے پیچھے آئے جب آپ فرات کے کنارے پہنچے تو گھوڑے سے اتر کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر اٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لیا اور فرات کے پل پر آ گئے اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے آپ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک ہاتھ کم ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کیا اتنا کافی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا پانی ایک ہاتھ پھر کم ہو گیا۔ اس طرح جب تین فٹ پانی کی سطح نیچے ہو گئی تو لوگوں نے کہا یا امیرالمومنین رضی اللہ عنہ! بس اتنا کافی ہے۔ سچ فرمایا مولانا رومؒ نے کہ

یادِ او گر مونس جانت بود   ہر دو عالم زیر فرمانت بود

(خدائے تعالیٰ کی یاد اگر تمہاری جان کی ساتھی بن جائے تو دونوں عالم تمہارے تابع فرمان ہو جائیں)۔

پانی کا چشمہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں مشغول تھے آپ کے ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگوں نے بہت دوڑ دھوپ کی مگر پانی دستیاب نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اور آگے چلو۔ کچھ دور چلے تو ایک گرجا نظر آیا۔ آپ نے اس گرجا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا یہاں سے چھ میل کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ اے امیرالمومنین رضی اللہ عنہ! آپ ہمیں اجازت دیجئے شاید ہم اپنی قوت کے ختم ہونے سے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

پہلے پانی تک پہنچ جائیں۔ آپ نے فرمایا اس کی حاجت نہیں۔ پھر اپنی سواری کو پچھم کی طرف موڑا اور ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہاں سے زمین کھودو۔ ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تھی کہ نیچے ایک بڑا سا پتھر ظاہر ہوا جسے ہٹانے کے لئے کوئی ہتھیار بھی کارگر نہ ہوسکا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ پتھر پانی پر واقعہ ہے کسی طرح اسے ہٹاؤ۔ آپ کے ساتھیوں نے بہت کوشش کی مگر اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے۔ اب شیر خدا نے اپنی آستین چڑھا کر انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا تو پتھر ہٹ گیا اور اس کے نیچے نہایت ٹھنڈا میٹھا اور صاف پانی ظاہر ہوا جو اتنا اچھا تھا کہ پورے سفر میں انہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔ سب نے شکم سیر ہوکر پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتھر کو اٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا اس پر مٹی ڈال دو۔ جب راہب نے یہ دیکھا تو آپ کی خدمت میں کھڑے ہوکر نہایت ادب سے پوچھا کیا آپ پیغمبر ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا کیا آپ فرشتہ مقرب ہیں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھا تو پھر آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داماد اور ان کا خلیفہ ہوں۔ راہب نے کہا ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو راہب نے کہا ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ'' آپ نے راہب سے دریافت فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم مدت سے اپنے دین پر قائم تھے اور آج تم نے اسلام قبول کرلیا۔ اس نے کہا حضور! یہ گرجا اسی ہاتھ پر فتح ہونا تھا جو اس چٹان کو ہٹا کر چشمہ نکالے۔ اور ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اس چٹان کا ہٹانے والا یا تو پیغمبر ہوگا اور یا تو پیغمبر کا داماد۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ نے اس پتھر کو ہٹا دیا تو میری مراد پوری ہوگئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مل گئی۔ جب راہب سے آپ نے یہ بات سنی تو اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی کے بال تر ہوگئے۔ پھر فرمایا سب تعریف خدائے تعالیٰ کے لئے ہے کہ میں اس کے یہاں بھولا بسرا نہیں ہوں بلکہ میرا ذکر اس کی کتابوں میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کو معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں کہاں کیا چیز ہے۔ اور یہ درحقیقت علم غیب ہے جو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے وطفیل میں انہیں حاصل ہوتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے روز حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کے علاوہ مدینہ طیبہ کے سب رہنے والوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ امیرالمومنین ہوگئے۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم نے بصرہ پہنچ کر قاتلین حضرت عثمان غنی سے قصاص لینے کا مطالبہ آپ سے شروع کیا اور بہت سے لوگ اس مطالبہ میں شریک ہوگئے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ بھی عراق تشریف لے گئے بصرہ راستے میں ہی پڑتا تھا یہاں "جنگ جمل" ہوئی جس میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہوگئے۔ ان کے علاوہ اور بھی دونوں طرف کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ بصرہ میں آپ نے پندرہ روز قیام فرمایا اور کوفہ تشریف لے گئے۔

آپ کے کوفہ پہنچنے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ پر خروج کیا ان کے ساتھ شامی لشکر تھا۔ کوفہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بڑھے اور صفین کے مقام پر کئی روز تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر یہ جنگ ایک معاہدہ پر ختم ہوئی۔ طرفین کے لوگ اپنے اپنے مقام کو واپس ہوگئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ واپس چلے آئے۔

جب آپ کوفہ تشریف لائے تو ایک جماعت جس کو "خارجی" کہا جاتا ہے آپ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوگئی اور آپ کی خلافت سے انکار کر کے "لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ" نعرہ بلند کیا یہاں تک کہ آپ سے جنگ کرنے کے لئے لشکر تیار کرلیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا سر کچلنے کے لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ فرمایا طرفین میں جنگ ہوئی خارجی شکست کھا کر کچھ تو علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوگئے اور کچھ بھاگ کر نہروان چلے گئے اور وہاں پر پہنچ کر لوٹ مار شروع کردی۔ آخر شیر خدا رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ان کو تہ تیغ کردیا۔

خارجیوں کی سازش

تین خارجی یعنی عبدالرحمن بن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکیر مکہ معظّمہ میں جمع ہوئے اور آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ ہم تینوں آدمی تین افراد حضرت علی بن ابی طالب، معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص کو قتل کردیں۔ چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، برک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور عمرو بن بکیر نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک ہی معین تاریخ پر قتل کرنے کا عہد کیا اور یہ تینوں بدبخت ان شہروں کو روانہ ہوگئے جہاں جہاں ان کو اپنے اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنا تھا۔ ان میں سب سے پہلے ابن ملجم کوفہ پہنچا وہاں خارجیوں سے رابطہ قائم کر کے ان پر اپنا

www.waseemziyai.com
MARKAZI-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ارادہ ظاہر کیا کہ وہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کی رات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کردے گا۔

امام سُدی فرماتے ہیں کہ ابن ملجم ایک خارجیہ عورت پر عاشق ہو گیا تھا۔ جس کا نام قطام تھا اس نے اپنا مہر تین ہزار درہم، ایک غلام اور ایک باندی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل رکھا تھا۔ فرزدق شاعر نے اپنے ان اشعار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ۔

فَلَمْ اَرَ مَهْرًا سَاقَهُ ذُوْ سَمَاحَةٍ — كَمَهْرِ قَطَامٍ بَيِّنٍ غَيْرِ مُعْجَمٍ

ثَلٰثَةُ اٰلَافٍ وَّ عَبْدٌ وَّ قَيْنَةٌ — وَ ضَرْبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمِ

فَلَا مَهْرَ اَعْلٰى مِنْ عَلِيٍّ وَّ اِنْ غَلَا — وَلَا فَتْكَ اِلَّا دُوْنَ فَتْكِ ابْنُ مُلْجِمٍ

(میں نے کسی سخاوت کرنے والے کو ایسا مہر دیتے نہیں دیکھا جیسا مہر کہ قطام کا مقرر ہوا تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک باندی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل۔ تو آپ کے قتل سے بڑھ کر کوئی مہر نہیں ہوسکتا۔ اور ابن ملجم نے جو آپ کو دھوکے سے قتل کیا تو اس سے بڑھ کر کوئی قتل نہیں ہوسکتا)۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو علی الصبح بیدار ہو کر اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا آج رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی امت نے میرے ساتھ کجروی اختیار کی ہے اور سخت نزاع برپا کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ظالموں کے لئے دعا کرو۔ تو میں نے اس طرح دعا کی یا اللہ العالمین! تو مجھے ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے۔ اور میری جگہ ان لوگوں پر ایسا شخص مسلط کر دے جو برا ہو۔ ابھی آپ یہ بیان ہی فرما رہے تھے کہ ابن نباح مؤذن نے آواز دی "اَلصَّلَاةُ اَلصَّلَاةُ" حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے گھر سے چلے۔ راستے میں لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے دے کر آپ جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابن ملجم آپ کے سامنے آگیا اور اس نے اچانک آپ پر تلوار کا بھرپور وار کیا وار اتنا سخت تھا کہ آپ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ پر جا کر ٹھہری۔ شمشیر لگتے ہی آپ نے فرمایا "فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ" (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا)۔ آپ کے زخمی ہوتے ہی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت عقبہ بن ابی صہبا کہتے ہیں کہ جب بدبخت ابن ملجم نے آپ پر تلوار کا وار کیا یعنی آپ زخمی ہو گئے تو امام حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا۔ بیٹے! میری چار باتوں کے ساتھ چار باتیں یاد رکھنا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ کیا ہیں فرمائیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ اول سب سے بڑی تونگری عقل کی توانائی ہے۔ دوسرے بیوقوفی سے زیادہ کوئی مفلسی اور تنگدستی نہیں۔ تیسرے غرور گھمنڈ سب سے سخت وحشت ہے۔ چوتھے سب سے عظیم خُلق کرم ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ دوسری چار باتیں بھی بیان فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اول احمق کی محبت سے بچو، اس لئے کہ نفع پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے لیکن نقصان پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے جھوٹے سے پرہیز کرو، اس لئے کہ وہ دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور کر دیتا ہے۔ تیسرے بخیل سے دور رہو، اس لئے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چھڑا دے گا جن کی تم کو حاجت ہے۔ چوتھے فاجر سے کنارہ کش رہو، اس لئے کہ وہ تمہیں تھوڑی سی چیز کے بدلے میں فروخت کر ڈالے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سخت زخمی ہونے کے باوجود ہفتہ کے دن تک بقید حیات رہے لیکن اتوار کی رات میں آپ کی روح بارگاہ اقدس میں پرواز کر گئی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی شب میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یکشنبہ ۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

چار برس آٹھ ماہ نو دن آپ نے امور خلافت کو انجام دیا اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے آپ کو غسل دیا اور آپ کی نماز جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد امیر المومنین کے قاتل عبدالرحمن بن ملجم کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا پھر اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر ایک ٹوکرے میں ڈال دیے اور اس میں آگ لگا دی جس سے اس کی لاش جل کر راکھ ہو گئی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا مزار

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا گیا اور ایک مصلحت سے آپ کا مزار لوگوں پر ظاہر

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com

MARKAZ-UL-OOLOOM ISLAMIA ACADEMY

نہیں کیا گیا اس لئے وہ کہاں ہے اس میں اقوال مختلف ہیں۔ ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ آپ کی قبر شریف کو اس لئے نہیں ظاہر کیا گیا تھا کہ خارجی بد بخت کہیں اس کی بھی بے حرمتی نہ کریں۔ شریک کہتے ہیں کہ آپ کے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جسم مبارک کو دارالامارۃ کوفہ سے مدینہ طیبہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ مبرد نے محمد بن حبیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کی جانے والی پہلی نعش حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اور ابن عساکر سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شہید ہو گئے تو آپ کے جسم مبارک کو مدینہ منورہ لے جانے لگے تاکہ وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں دفن کریں نعش ایک اونٹ پر رکھی ہوئی تھی رات کا وقت تھا وہ اونٹ راستہ میں کسی طرف بھاگ گیا اور اس کا پتہ نہیں چلا اسی لئے اہلِ عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں تشریف فرما ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تلاش جستجو کے بعد وہ اونٹ سرزمین طے میں مل گیا اور آپ کے جسم مبارک کو اسی سرزمین میں دفن کر دیا گیا۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ کے اقوال زریں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے اقوال ہیں جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں ان میں سے چند آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

1- علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔
2- عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے۔
3- حلال کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کمائی چھوڑنے کی مکمل کوشش کرتا ہے۔
4- تقدیر بہت گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ۔
5- خوش اخلاقی بہترین دوست ہے اور ادب بہترین میراث ہے۔
6- جاہلوں کی دوستی سے بچو کہ بہت سے عقلمندوں کو انہوں نے تباہ کر دیا ہے۔
7- اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو کہ ہر خیر خواہ کے لئے کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔
8- انصاف کرنے والے کو چاہئے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے۔

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۲۰۔

فضائل اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ الطیبین الطاھرین اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المبین اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ (الاحزاب:۳۳) صدقه اللہ مولانا العظیم و صدق رسوله النبی الکریم و نحن علیٰ ذٰلك لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العٰلمین۔

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر بلند آواز سے مکہ کے سرکار مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے مالک ومختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں درود وسلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی و الہ صلی اللہ علیه وسلم صلاۃ و سلاما علیك یا رسول اللہ۔

برادران اسلام! آج ہم اہلبیت کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق بیان کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا حمد وصلوٰۃ اور آیت کریمہ ودرود شریف پڑھنے کی برکت حاصل کرنے کے بعد ہم آپ کے سامنے اہلبیت کی شان میں اعلیٰ حضرت امام اہلسُنّت فاضل بریلویؒ کے بھائی حضرت حسن خان صاحبؒ کی منقبت پیش کرتے ہیں اسے سماعت فرمائیں مگر اس سے پہلے ایک مرتبہ بلند آواز سے درود شریف پڑھیں

کس زبان سے ہو بیانِ مدح خوانِ اہلبیت
مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدح خوانِ اہلبیت
ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
''آیۂ تطہیر'' سے ظاہر ہے شانِ اہلبیت
ان کے گھر میں بے اجازت جبریلؑ آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں عزو شانِ اہلبیت
رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحان اہلبیت

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستان اہلبیت
حوریں کرتی ہیں عروسانِ شہادت کا سنگار
خوب رو دولہا بنا ہے ہر جوانِ اہلبیت
اے شباب فصل گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلبیت
کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیرا ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروان اہلبیت
فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے حیانِ اہلبیت
وقت رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلام آخری اے بیوگان اہلبیت
گھر لٹانا سر کٹانا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جان عالم ہو فدا اے خاندان اہلبیت
بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسن
یوں کرتے ہیں سنی داستان اہلبیت

ایک مرتبہ پھر بلند آواز سے درود شریف پڑھیں اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و الہ و اصحابہ و بارك و سلم۔

برادرانِ ملت! شروع میں جس آیت کریمہ کے پڑھنے کا شرف ہم نے حاصل کیا ہے یعنی
''اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب:٣٣)''
اس کا ترجمہ یہ ہے''اے اہل بیت یعنی اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''۔

اس آیت کریمہ میں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کرام کی عظمت وفضیلت اور ان کے درجات و مراتب کا واضح طور پر بیان ہے۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رضی اللہ عنہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اے آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے بری باتوں اور فحش چیزوں کو دور رکھے اور تمہیں گناہوں کے میل کچیل سے صاف رکھے۔

اور حضرت سعید بن قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ سے اہلبیت مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر برائی سے پاک رکھا اور اپنی مخصوص رحمت سے نوازا۔

حضرت علامہ ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں جو ''رجس'' کا لفظ ہے وہ گناہ عذاب نجاستوں اور نقائص کے معانی پر بولا جاتا ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ساری چیزیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت سے دور فرمادیں۔

اور امام زہریؒ نے فرمایا کہ رجس ناپسندیدہ چیز کو کہتے ہیں چاہے وہ عمل ہو یا غیر عمل۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے اہل بیت کرام سے ہر قسم کی ناپسندیدہ چیزیں دور فرمادیں۔

اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں؟ اس کے بارے میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے۔ امام بغوی، خازن اور بہت سے دوسرے مفسرین کے مطابق ایک جماعت جن میں اصحابِ رسول اور حضرت ابوسعید خدری اور تابعین میں سے حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم وغیرہ اس طرف گئے ہیں کہ اہلبیت سے مراد اہل عبا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

مفسرین کرام اس جماعت کو جواب دیتے ہیں کہ یہ جملہ معترضہ طور پر آیا ہے جو کلام عرب میں عام ہے۔ اور کہتے ہیں کہ متعدد صحیح طریقوں سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ ان کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم تھے اور ہر ایک ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے۔ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو قریب کیا اور اپنے سامنے بیٹھا کر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ایک ایک ران پر بٹھایا اور ان پر اپنی چادر مبارک لپیٹی اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی'' اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴿۳۳﴾ '' اور ایک روایت میں ہے کہ یوں فرمایا'' اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَیْتِیْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهِّرْهُمْ تَطْهِیْرًا'' (یاالٰہی! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ہر ناپاکی کو دور فرما اور انہیں پاک کر کے خوب ستھرا

کردے)۔[۱] حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چادر اٹھائی تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہوجائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ سے چادر کھینچ لی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّكِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرٍ'' (تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں سے ہو بھلائی پر ہو)۔[۲]

جو لوگ اہل بیت سے پنجتن پاک مراد لیتے ہیں وہ اپنے دعویٰ کی دلیل میں یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ حسن اور صحیح طریقوں سے مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد جب فجر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے مکان کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے ''اَلصَّلاَۃَ اَھْلَ الْبَیْتِ'' (اے اہلبیت! نماز پڑھو)۔ پھر آیت کریمہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ آخر تک تلاوت فرماتے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد چالیس روز تک صبح کے وقت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر تشریف لائے اور فرمایا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَتُہٗ اَلصَّلٰوۃَ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ'' (اے اہلبیت! تم پر خدائے تعالیٰ کی سلامتی رحمت اور برکت ہو، نماز پڑھو تم لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے) پھر آیت کریمہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ۔ تلاوت فرمائی۔[۳] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ کتنے مہینے تک جاری رہا اور ایک روایت میں ہے آٹھ مہینے تک اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے تصریح ہوگئی کہ آیت مبارکہ میں اہلبیت سے مراد پنجتن پاک ہیں۔

بہرحال اہلبیت سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن مراد لینے والے اور پنجتن پاک مراد لینے والے دونوں گروہ کے پاس دلائل ہیں۔ لہٰذا جمہور علمائے امت نے فرمایا کہ آیت مبارکہ میں اہلبیت سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن اور پنجتن پاک دونوں مراد ہیں۔ اور یہ انہوں نے اس لئے فرمایا تاکہ سارے دلائل پر عمل ہوجائے۔

---

[۱] سنن الترمذی، حدیث ۳۲۰۵، جلد ۵، صفحہ ۲۰۴۔

[۲] شرح مشکل الآثار، امام جعفر الطحاوی، متوفی ۳۲۱ حدیث ۷۶۵، جلد ۲، صفحہ ۲۳۸، موسسۃ الرسالہ، بیروت۔

[۳] المعجم الاوسط، حدیث ۸۱۲۷، جلد ۸، صفحہ ۱۱۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM
ISLAMIA ACADEMY

میں سے ہو)۔[1] اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ'' (سلمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے اہل بیت میں سے ہیں)۔[2]

اور اسی لئے امام العارفین شیخ اکبر محی الدین بن عربی رضی اللہ عنہ فتوحات مکیہ کے انیسویں باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ قیامت تک سادات کرام، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد اور جو اہلبیت میں سے ہیں۔ مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سب اس آیت کے حکم میں داخل ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ اکبر صوفیہ کے امام ہیں ان کا ارشاد حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔

ایک بار ہم سب مل کر بلند آواز سے رحمت عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں درود سلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی و بارك و سلم۔

حضرات! سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اہل بیت چاہے اہل بیت نسب ہوں یا اہل بیت سکنٰی یا اہل بیت ولادت یا اور کسی کو اہل بیت میں شامل کرلیا گیا ہو سب عزت و عظمت والے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو ہر خاص موقع پر علیحدہ کر کے فرماتے ہیں۔ وہ یہی چار نفوس قدسیہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ اسی لئے اہل بیت کا لفظ انہی چار حضرات کے لئے شائع و مشہور ہے۔[3]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾'' (اے محبوب! پھر جو لوگ تم سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کریں بعد اس کے کہ تمہارے پاس اس کا علم آچکا ہے تو ان سے فرما دو کہ آؤ، ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو، پھر ہم مباہلہ کریں، یعنی گڑگڑا کر دعا مانگیں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں)۔

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد رسول

---

[1] شرح مشکل الآثار، حدیث ۷۷۳، جلد ۲، صفحہ ۲۴۵۔

[2] المعجم الکبیر، حدیث ۶۰۴۰، جلد ۶، صفحہ ۲۱۲۔

[3] اشعۃ اللمعات صفحہ ۶۸۱ میں ہے اطلاق اہلبیت بریں چہار تن پاک شائع و مشہور ست۔ ۱۲

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کائنات ﷺ سے مناظرہ کرنے کے لئے مدینہ طیبہ آیا اور حضور ﷺ سے کہا کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں بیشک وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو کنواری مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا گیا۔ یہ سن کر عیسائی بہت غصہ میں ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! ﷺ کیا آپ نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف بغیر باپ ہی کے پیدا کئے گئے اور حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کئے گئے تو جب انہیں اللہ رب العزت کا بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ ماننے میں کیا تعجب ہے؟

سرکار اقدس ﷺ نے واضح دلیل کے ساتھ حق کو بیان فرمایا مگر عیسائی برابر جھگڑتے رہے اور اپنی معاندانہ روش سے باز نہ آئے تو اللہ رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور نبی اکرم ﷺ کو حکم فرمایا کہ عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دو۔

جب رسول اکرم ﷺ نے اللہ رب العزت کے فرمان کے مطابق نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی اور آیت کریمہ پڑھ کر سنائی تو عیسائی کہنے لگے کہ ہم غور اور مشورہ کر لیں پھر کل آپ کا جواب دیں گے۔ جب وہ لوگ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے پادری اور صاحب الرائے شخص عاقب سے کہا کہ اے عبدالمسیح! اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ اے جماعت نصاریٰ! تم پہچان چکے ہو کہ محمد ﷺ نبی مرسل ضرور ہیں تو اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ اب اگر عیسائیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑ دو اور گھر کو لوٹ چلو۔

یہ مشورہ کرنے کے بعد عیسائی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی گود میں امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور دست مبارک میں امام حسن رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے اور حضرت علی و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے پیچھے ہیں اور حضور ﷺ ان لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے پادری عبدالمسیح نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ ''اِنِّیْ لَاَرٰی وَجُوْهًا لَوْ سَاَلُوا اللّٰهَ اَنْ یُّزِیْلَ جَبَلًا مِّنْ مَّكَانِهٖ لَاَزَالَهٗ'' (بیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

تعالیٰ سے پہاڑ کو ہٹانے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے۔[1]

پھر پادری نے کہا کہ اگر ان سے مباہلہ کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔

عیسائیوں نے پادری کی بات مان لی اور جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوئے۔ رسول کائناتِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ نجران والوں پر عذاب بالکل قریب آچکا تھا۔ اگر وہ ہم سے مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور عذاب الٰہی کی آگ سے جنگل جل جاتے۔ نجران اور وہاں کے رہنے والے چرند پرند تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کی مدت میں تمام روئے زمین کے عیسائی ہلاک و برباد ہو جاتے۔

برادرانِ اسلام! غور کیجئے کہ فرمان خداوندی کے مطابق عیسائیوں سے طے یہ ہوا تھا کہ تم اپنے بیٹوں کو لے کر نکلو اور ہم اپنے بیٹوں کو، تم اپنی عورتوں کو لے کر میدان میں آؤ اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم خود بھی آؤ اور ہم بھی آئیں۔ اس موقع پر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری دنیائے اسلام میں سے جن پاک اور برگزیدہ ہستیوں کا انتخاب فرمایا وہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا ''ھٰذَانِ اِبْنَایَ'' (یہ دونوں میرے بیٹے ہیں)۔[2]

یہی وجہ ہے کہ جب مباہلہ کے لئے اپنے بیٹوں کو لے کر میدان میں نکلنا ہوا تو حسنین کریمین کو لے کر آئے اور اسی سبب سے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما آج تک ابن رسول اللہ کہے جاتے ہیں اور قیامت تک ایسے ہی کہے جائیں گے۔

مسلم شریف کی حدیث ہے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ان کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ان حضرات کو ہمراہ لے کر مباہلہ کے لئے مکان سے باہر نکلے

---

[1] تفسیر روح البیان، جلد ۲، صفحہ ۴۵ ۲۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۶۹، جلد ۶، صفحہ ۱۱۸۔

تو یہ فرمایا ''اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ'' (اے اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں)۔[1]

ایک مرتبہ پھر آپ حضرات نہایت خلوص و محبت کے ساتھ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل واصحاب اور اہل بیت کرام پر بلند آواز سے درود وسلام کا نذرانہ پیش کریں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

برادران اسلام! اہل بیت کرام کی شان میں اور بھی آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں تفسیر خازن اور معالم التنزیل وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عیادت کے لئے گئے۔ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ نذر مانیں، اگر خدائے تعالیٰ ان کو شفا عطا فرمائے تو نذر پوری کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین روزے رکھنے کی منت مانی۔ اسی طرح حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی کنیز فضہ رضی اللہ عنہا نے بھی تین تین روزے رکھنے کی نذر مانی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو شفا عطا فرمائی۔ اب نذر پوری کرنے کا وقت آیا۔ سب لوگوں نے روزے رکھے مگر کاشانۂ حیدری میں کوئی چیز روزہ افطار کرنے کے لئے نہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تھوڑے سے جو قرض کے طور پر بالعوض اجرت لائے، جو کا ایک تہائی حصہ پیسا گیا اور شام کے وقت روٹیاں تیار کی گئیں۔ جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں کھانے کے لئے سامنے رکھی گئیں تو اچانک دروازہ پر ایک شخص نے آواز دی کہ اے اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں مسکین ہوں بھوکا ہوں کچھ اللہ کے نام پر دیجئے۔ تو سب روٹیاں سے اسے دے دی گئیں اور خود سادہ پانی پی کر سب لوگوں نے روزہ افطار کیا پھر دوسرے روز ایک تہائی جو کی روٹیاں بنائی گئیں اور جب اہل بیت کرام افطار کے لئے بیٹھے تو پھر دروازہ پر دستک ہوئی۔ آواز آئی کہ اے رسول اللہ کے گھرانے والو! میں بھوکا ہوں یتیم ہوں۔ تو دوسرے روز بھی سب روٹیاں اٹھا کر اسے دی گئیں اور صرف پانی سے روزہ افطار کرلیا گیا۔ تیسرے دن پھر روزہ رکھا گیا اور مابقی تہائی جو کی روٹیاں بنائی گئیں۔ اور جب افطار کے وقت سب لوگ کھانے کے لئے بیٹھے تو پھر ایک سائل نے آواز دی کہ اے اہل بیت کرام! میں اسیر ہوں بھوکا ہوں تو تیسرے دن بھی جب کل روٹیاں اسے دے دی گئیں اور سادہ پانی پی کر روزہ افطار کیا گیا تو اہل بیت رسول

---

[1] سنن الترمذی حدیث ۳۸۷۰، جلد ۶، صفحہ ۱۳۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی "وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝" (اور وہ لوگ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور قیدی کو اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں، نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ) (الدھر: ۸،۹)۔

اللہ اللہ! یہ ہے سخاوت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ تین دن مسلسل صرف پانی پی کر روزہ افطار کرتے ہیں مگر سائلوں کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں فرماتے اور ان پر یہ بات بھی واضح کر دیتے ہیں کہ اس بھلائی کا وہ ان سے کوئی بدلہ نہیں طلب کریں گے بلکہ وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور لوگوں کے سامنے ان کی سخاوت کا چرچا کیا جائے اس لئے کہ یہ کام انہوں نے خالصتاً اپنے ربِ کریم کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔

اہل بیت رضی اللہ عنہم اور احادیث کریمہ

برادرانِ ملت! اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف و توصیف اور ان کی مدح و ستائش میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث وارد ہیں۔ مسلم شریف میں ہے کہ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان (مقامِ جحفہ میں) غدیر خم کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا تو پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر آپ نے ہم لوگوں کو وعظ نصیحت فرمائی اور اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا۔ "اے لوگو! میں انسان ہوں قریب ہے کہ میرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ یعنی ملک الموت میرے پاس آئے تو میں خدائے تعالیٰ کے حکم کو قبول کروں "وَاَنَا تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ" (اور میں تم میں دو نفیس اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں) "اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ الْهُدٰى وَالنُّوْرُ" (ان میں پہلی چیز قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور نور ہے) تو خدائے تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو"۔

راویٔ حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کے بارے میں لوگوں کو ابھارا اور رغبت دلائی پھر اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا "وَاَهْلُ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ" (اور دوسری گراں قدر چیز میرے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں اور اس سے ڈراتا ہوں)۔[1] اور اس جملہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بار فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ میں تاکید کے ساتھ تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ان کے حق کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرو۔

اور ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور خطبہ دے رہے تھے میں نے سنا کہ آپ یہ فرمارہے تھے ''یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِ'' (اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، اور وہ چیز ایک تو اللہ کی کتاب ہے اور دوسرے میری اولاد وذریت میرے اہلبیت)۔[2]

اور طبرانی شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهٖ، وَأَھْلِیْ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ أَھْلِهٖ، وَعِتْرَتِیْ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ عِتْرَتِهٖ، وَذَاتِیْ أَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ ذَاتِهٖ'' (کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے اپنی جان سے، میرے اہل کو اپنے اہل سے، میری اولاد حسنین وغیرہ کو اپنی اولاد سے، اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے)۔[3]

اور امام احمد روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا ''مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ ھٰذَیْنِ وَاُمَّھُمَا وَاَبَاھُمَا کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ'' (جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا)۔[4] یعنی پنجتن پاک سے محبت رکھنے والا بصورت خدمت گار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ میں دکھائی دے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا

---

[1] صحیح مسلم، حدیث ۲۴۰۸، جلد ۴، صفحہ ۱۸۷۳۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۸۶، جلد ۶، صفحہ ۱۳۱۔

[3] المعجم الاوسط، حدیث ۵۷۹۰، جلد ۶، صفحہ ۵۹۔

[4] مسند احمد، حدیث ۵۷۶، جلد ۲، صفحہ ۱۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مقام بھی وہی ہوگا۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي فِيكُمْ كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ فِي قَوْمِ نُوحٍ، مَنْ رَكِبَهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ''[1] (آگاہ ہوجاؤ کہ میرے اہل بیت تم لوگوں کیلئے نوح (علیہ السلام) کی کشتی کے مانند ہیں، جو شخص کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو کشتی میں سوار ہونے سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوا)۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ''أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ'' (میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ستاروں کے مانند ہیں تو ان میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے)[2]۔

حضرت علامہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلسُنت و جماعت محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار ہیں اور ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ہدایت پاتے ہیں۔ لہٰذا ہم لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔[3]

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار نہیں ہوئے جیسے خارجی کہ انہوں نے محبت کے بجائے اہل بیت سے دشمنی کی تو وہ ہلاک ہوگئے اور رافضی جو اس کشتی میں سوار تو ہوئے مگر ہدایت کے ستارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ہدایت نہیں حاصل کی تو وہ بھی کفر و ضلالت کی تاریکی میں کھو گئے۔

اور حدیث صحیح میں ہے جسے بہت سے اہل سنن نے روایت کیا ہے کہ جب ابولہب کی صاحبزادی مکہ معظّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہاری ہجرت تمہیں بے نیاز نہیں کرے گی، اس لئے کہ تم جہنم کے ایندھن کی بیٹی ہو۔ انہوں نے یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بیان کی تو آپ بہت سخت ناراض ہوئے پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا ''مَا بَالُ اَقْوَامٍ يُؤْذِيْنِيْ فِيْ نَسَبِيْ وَذَوِيْ رَحِمِيْ اَلَا وَمَنْ اٰذٰى نَسَبِيْ وَذَوِيْ رَحِمِيْ

---

[1] المعجم الاوسط، حدیث ۳۴۷۸، جلد ۴، صفحہ ۹۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۱۸ جلد ۳، صفحہ ۱۶۹۶۔

[3] مرقاۃ المفاتیح، ملا علی قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ، جلد ۹، صفحہ ۳۹۸۸، دار الفکر، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ ‘‘ (ان لوگوں کا کیا حال ہے جو مجھے میرے نسب اور رشتہ داروں کے بارے میں اذیت دیتے ہیں خبردار جس نے میرے نسب اور رشتہ داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی)۔[1]

اور طبرانی و حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ’’ لَوْ اَنَّ رَجُلًا صَعِدَ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ فَصَلّٰی وَصَامَ ثُمَّ مَاتَ وَھُوَ مُبْغِضٌ لِاَھْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ دَخَلَ النَّارَ ‘‘ (اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کے ایک گوشہ اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت کی دشمنی پر مر جائے تو وہ جہنم میں جائے گا)۔

اہلبیت کی دشمنی سے خدا کی پناہ کہ بیت اللہ شریف کے سایہ میں مقام ابراہیم جیسی متبرک جگہ پر نمازیں پڑھنے والا اور روزہ رکھنے والا بھی اگر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھتا ہے تو وہ بھی جہنم کا ایندھن بنے گا اور کوئی بھی نیک عمل اسے عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

ایک مرتبہ پھر آپ حضرات نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور اہل بیت پر درود و سلام کی ڈالیاں نچھاور کریں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

اہلبیت اور اکابرین سلف و خلف رضی اللہ عنہم کے ارشادات

برادران اسلام! اکابرین سلف و خلف رضی اللہ عنہم اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف میں ہمیشہ رطب اللسان رہے۔ لوگوں کو ان سے محبت رکھنے کی تاکید فرماتے رہے اور خود ان سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔

اس امت کے سید الاکابرین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ’’ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ صِلَةِ قَرَابَتِیْ ‘‘ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کی خدمت کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے)۔

حاشیہ: [1] مسند احمد، حدیث ۲۷۴۳۵، جلد ۴۵، صفحہ ۴۲۰۔

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر صحابی اور سابقین اولین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں ''حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ'' (آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے)۔

صحابیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس قول سے معلوم ہوا ہے کہ جو شخص پوری زندگی اہلبیت کی محبت میں گزارے گا وہ قیامت کے دن عظیم خوبیوں والا ہوگا۔

حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض بن حسن، مثنّٰی بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم کی حمایت کی اور لوگوں کو فتویٰ دیا کہ لازمی طور پر ان کے ساتھ اور ان کے بھائی محمد کے ساتھ رہیں۔ کہتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی قید و بند اصل میں اسی بنا پر تھی اگرچہ ظاہر میں سبب یہ تھا کہ انہوں نے قاضی کا منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اور روایت ہے کہ جعفر بن سلیمان نے جب امام مالک رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگوائے اور جو سزا دینی تھی دی اور انہیں بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر لے جایا گیا تو لوگ آپ کے پاس آئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے مارنے والے کو معاف کر دیا۔ بعد میں آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا مجھے خوف ہے کل مرنے کے بعد بارگاہِ رسالت میں حاضری ہوگی تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کی آل کے ایک فرد سے مواخذہ ہو۔

کہتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں جعفر سے آپ کا بدلہ دلواتا ہوں۔ تو امام نے فرمایا خدا کی پناہ۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم جب چابک میرے جسم سے اٹھتا تھا تو میں انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے سبب معاف کر دیتا تھا۔

اور حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک سے بہت محبت کرنے کے سبب اس حال میں بغداد لے جائے گئے کہ ان کے پیروں میں بیڑیاں پڑی تھیں، بلکہ اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی محبت یہاں تک پہنچی کہ کچھ لوگوں نے انہیں رافضی کہہ دیا تو آپ نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

لَوْکَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْیَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضِیْ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

(اگر آلِ رسول کی محبت ہی کا نام رافضی ہونا ہے تو جن، انسان گواہ ہو جائیں کہ اس معنیٰ میں بیشک میں ''رافضی'' ہوں)۔

اور جوشِ عقیدت و جذبۂ محبت میں اہلِ بیت رسالت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللهِ فِى الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَهٗ

(اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت! آپ لوگوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور یہ حکم خدائے ذوالجلال نے قرآن مجید میں نازل فرمادیا ہے)۔

اور وہ آیت کریمہ یہ ہے ''قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى'' (اے محبوب! تم فرماؤ کہ میں اس پر تم لوگوں سے کچھ اجرت نہیں، مگر قرابت کی محبت)۔

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی ظاہر کرتے ہوئے امام شافعی رضی اللہ عنہ اور فرماتے ہیں۔

يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اَنَّكُمْ يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اَنَّكُمْ

(اے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ لوگوں کے لئے یہ عظیم فخر کافی ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہیں بھیجتا اس کی نماز نہیں ہوتی)۔

علمائے صاحبان نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی اور امام شافعیؒ کے مرجوع قول کے مطابق نماز صحیح نہیں ہوتی۔

اور حضرت عبدالوہاب شعرانیؒ ''المیزان الکبریٰ'' میں فرماتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ میں ساداتِ کرام کی بے حد تعظیم کرتا ہوں۔ اگرچہ لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے ہوں۔ میں اس تعظیم کو اپنے اوپر ان کا حق تصور کرتا ہوں۔ اسی طرح علما اور اولیاء کی اولاد کی تعظیم شرعی طریقے سے کرتا ہوں۔ پھر میں سادات کی کم از کم اتنی تعظیم و تکریم کرتا ہوں جتنی والی مصر کے کسی بھی نائب یا لشکر کے قاضی کی ہوسکتی ہے۔

ساداتِ کرام کے آداب میں سے یہ ہے کہ ہم ان سے عمدہ بستر، اعلیٰ مرتبے اور بہتر طریقے پر نہ بیٹھیں۔ ان کی مطلقہ یا بیوہ عورت سے نکاح نہ کریں۔ اسی طرح کسی سیدزادی سے نکاح نہ کریں ہاں اگر ہم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہم ان کی تعظیم کا حقِ واجب ادا کرسکتے ہیں اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کرسکتے ہیں تو پھر ان سے نکاح کرسکتا ہے۔

اور یہی حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی ''البحر المورود فی المواثیق و العهود'' میں فرماتے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہیں کہ "ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم ہرگز سیدزادی سے نکاح نہ کریں مگر اس وقت کہ ہم اپنے آپ کو ان کا خادم تصور کریں کیونکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لختِ جگر ہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو ان کا غلام تصور کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اگر میں ان کی نافرمانی کروں گا تو میں نافرمان غلام اور گنہگار رہوں گا تو وہ نکاح کرے ورنہ اسے لائق نہیں ہے۔ جو شخص تبرک کے لئے ان سے نکاح کرے اسے کہا جائے گا کہ سلامتی غنیمت سے مقدم ہے یعنی یہ خطرہ بہرحال باقی رہے گا کہ ممکن ہے ان کی تعظیم کا حق ادا نہ ہو سکے اس لئے اجتناب ہی بہتر ہے۔ رہی برکت کی بات تو وہ نکاح کے بغیر ان کی خدمت کرنے سے بھی حاصل ہو سکتی ہے"۔

اور فرماتے ہیں کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اگر ہماری بیٹی یا بہن کا جہیز بے شمار ہو اور کوئی ایسے سید اس کے نکاح کا پیغام دیں جن کے پاس اس کے مہر اور صبح وشام کھانے کے علاوہ کچھ نہ ہو تو ہم ان سے نکاح کر دیں اور انہیں مایوس نہ کریں کیونکہ فقر عیب نہیں ہے۔ جس کی بنا پر پیغامِ نکاح رد کر دیا جائے بلکہ یہ تو شرافت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی آرزو کی ہے بلکہ اپنے رب کریم جل مجدہ سے دعا کی ہے کہ آپ کو قیامت کے دن فقرا مساکین کے گروہ میں اٹھائے۔ اور دعا کی ہے کہ اے اللہ! میرے اہل کا قوت بنا یعنی اتنا کھانا عطا فرما کر صبح و شام اس سے کچھ نہ بچے۔

تو جس چیز کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی اولاد اور اہل بیت کے لئے پسند فرمایا ہے وہ انتہائی فضیلت والی ہے۔ لہٰذا جو شخص نادار سید کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف ہے۔

اور علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب ہم راستے میں کسی سید یا سیدہ کے پاس سے گزریں جو لوگوں سے سوال کر رہے ہوں تو ہم انہیں اپنی طاقت کے مطابق پیسے، کھانا یا کپڑے پیش کریں۔ یا ان سے عرض کریں کہ ہمارے پاس قیام کیجئے تاکہ حسب استطاعت آپ کی ضروریات تو یہ پوری کی جائیں۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کا دعویٰ رکھتا ہے [illegible] قدر بری ہے کہ وہ آپ کی اولاد کے پاس سے گزرے اور وہ راستے میں [illegible] مگر یہ شخص انہیں کچھ پیش نہ کرے۔

ایک مرتبہ آپ [illegible] بلند آواز سے تمام عالم کے محسن اعظم، رحمتِ عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

اوران کی آل واصحاب اوراہل بیت رضی اللہ عنہم پر درودوسلام کی ڈالیاں پیش کریں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ الخ۔

خصوصیات اہل بیت

برادران اسلام! اب آپ حضرات اہل بیت رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی وہ خصوصیات ملاحظہ فرمائیں۔ جوان کے علاوہ کسی دوسرے میں ہرگز نہیں پائی جاتی ہیں۔

۱) زکوٰۃ کا حرام ہونا

اہل بیت کرام کوزکوٰۃ اورصدقۂ واجبہ دینا اورلینا حرام ہے اگرچہ وہ مالک نصاب نہ ہوں۔ مسلم شریف میں حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ، وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ'' (زکوٰۃ کے مال لوگوں کی میل ہیں اوروہ محمد اورآل محمد بنی ہاشم کے لئے جائز نہیں)۔[۱]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلام میں بہترین تشبیہ ہے کہ آپ نے زکوٰۃ کو اَوْسَاخُ النَّاس۔ یعنی لوگوں کی میل اس لئے کہ فرمایا وہ ان کی آلودگیوں کو پاک کرتی ہے اوران کے اموال ونفوس کو صاف کرتی ہے۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے'' خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ'' (اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ لو، اس زکوٰۃ کے ذریعہ انہیں پاک و صاف کرو) (التوبہ:۱۰۳)۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی ایک کھجوراٹھائی اورمنہ میں رکھ لی تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' کِخْ کِخْ، اِرْمِ بِهَا أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ'' (چھی چھی اسے پھینک دو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ زکوٰۃ نہیں کھایا کرتے)۔[۲]

امام طحاوی ''شرح مشکل الآثار'' [illegible] میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے [illegible] سے عرض کیا کہ مجھے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر فرمائیں تو حضور [illegible] نے ان

[۱] صحیح مسلم، حدیث ۱۰۷۲، جلد ۲، صفحہ ۷۵۴۔

[۲] شرح مشکل الآثار، حدیث ۴۳۸۹، جلد ۱۱، صفحہ ۲۰۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

سے فرمایا" مَا كُنتُ لِأَسْتَعْمِلَكَ عَلَى غُسَالَةِ ذُنُوبِ النَّاسِ "(کیا میں تمہیں لوگوں سے گناہوں کے دھوون وصول کرنے پر مقرر کردوں)۔[1]

اور ترمذی و ابوداؤد میں حضور ﷺ کی آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بنومخزوم کے ایک شخص کو زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے ابورافع سے کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں تا کہ آپ کو بھی زکوۃ میں سے کچھ حصہ حق المحنت مل جائے۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے دریافت نہ کرلوں گا آپ کے ہمراہ اس کام کے لئے نہ جاؤں گا۔

اس گفتگو کے بعد حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شخص کے ساتھ زکوۃ وصول کرنے کے لئے جانے کی اجازت طلب کی تو حضور ﷺ نے فرمایا" إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَإِنَّ مَوَالِيَ الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ "[2] (زکوۃ ہم بنی ہاشم کے لئے جائز نہیں، اور بنی ہاشم کا آزاد کردہ غلام بنی ہاشم ہی کے حکم میں ہے)۔ جب ہمارے لئے زکوۃ جائز نہیں تو ہمارے آزاد کردہ غلام کے لئے بھی جائز نہیں۔

اسی لئے فقہ حنفی کی کتابوں میں ہے کہ بنی ہاشم کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔ نہ دوسرا کوئی شخص انہیں دے سکتا ہے نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔ یہاں تک کہ بنی ہاشم کے آزاد کئے ہوئے غلام کو بھی نہیں دے سکتے۔ بنی ہاشم سے مراد ہیں حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبدالمطلب کی اولاد رضی اللہ عنہم۔ یعنی ان سب کی اولاد کو زکوۃ اور صدقۂ واجبہ دینا جائز نہیں۔ البتہ صدقۂ نافلہ اور اوقاف کی آمدنی ان کو دینا جائز ہے۔

۲) اعلیٰ حسب ونسب کے حامل

اہل بیت حسب ونسب میں سارے انسانوں سے افضل واعلیٰ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے قبیلہ کنانہ کو منتخب فرمایا۔ کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

---

[1] مشکل الآثار، حدیث ۴۳۸۹، جلد ۱۱، صفحہ ۲۰۹۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۶۵۷، جلد ۲، صفحہ ۳۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو اس میں سے بنی آدم کو منتخب فرمایا پھر بنی آدم میں سے عرب کو۔ عرب میں سے مُضر کو۔ مُضر میں سے قریش کو۔ قریش میں سے بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ تو میں بہترین لوگوں سے بہترین لوگوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اور امام احمدؒ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب الٹ ڈالے لیکن میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کسی کو نہ پایا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ فرماتے ہیں

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا تجھے یک نے یک بنایا

اور حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے مگر مجھے بنی ہاشم سے زیادہ فضیلت والے کسی باپ کے بیٹے نہیں ملے۔

اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا، میں نے زمین کے مشرق و مغرب، نرم زمین اور پہاڑوں میں پھرا تو میں عرب سے افضل کوئی خاندان نہیں پایا، پھر مجھے حکم فرمایا تو میں عرب میں پھرا مجھے مُضر سے افضل کوئی قبیلہ نہیں ملا، پھر مجھے حکم دیا میں مُضر میں پھرا تو میں کنانہ سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا، پھر مجھے حکم فرمایا میں کنانہ میں پھرا تو میں نے بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہ پایا، پھر مجھے ان میں سے کسی کے منتخب کرنے کا حکم دیا تو میں نے آپ سے افضل کسی کو نہ پایا۔

اور طبرانی و دارقطنی میں ہے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''أَوَّلُ مَنْ أَشْفَعُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَهْلُ بَيْتِي، وَأَوَّلُ مَنْ أَشْفَعُ لَهُ أُولُو الْفَضْلِ'' (قیامت کے دن میں اپنی امت میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر دوسرے لوگوں کی اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ زیادہ فضیلت والا ہے)۔[1]

یہ تمام حدیثیں واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں کہ اہل بیت کرام حسب و نسب میں سب سے

---

[1] المعجم الکبیر، حدیث ۱۳۵۵۰، جلد ۱۲، صفحہ ۴۲۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور اسی لئے دوسرے لوگ نکاح میں ان کے کفو نہیں۔ حضرت علامہ سیوطیؒ خصائص کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کوئی مخلوق نکاح میں آپ کے اہل بیت کی ہمسر نہیں ہے۔

۳) قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری اور نسب باقی رہے گا

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری اور نسب کے علاوہ قیامت کے دن ہر رشتہ داری اور نسب منقطع ہو جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''كُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ''۱ (قیامت کے دن ہر سبب و نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے سبب و نسب کے)۔

روایت صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرت ام کلثوم بنت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی کم سنی کا عذر پیش کیا اور یہ فرمایا کہ میں ان کا نکاح اپنے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا۔

اے لوگو! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی کے بارے میں اس لئے اصرار کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں ''كُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ وَّ صِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ وَصِهْرِيْ'' (قیامت کے دن میرے تعلق، نسب اور رشتے کے علاوہ ہر تعلق، نسب اور ہر رشتہ منقطع ہو جائے گا)۔۲

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کر دیا ان سے حضرت زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو جوان ہو کر انتقال فرما گئے۔

اس حدیث اور اس طرح کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت سے رشتہ قائم کرنے میں بہت فائدہ ہے۔

ایک شبہہ اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص کہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت

---

۱ الشریعہ ابو بکر الآجری متوفی ۳۶۰ جلد ۵ صفحہ ۲۲۰۰ دار الوطن الریاض۔

۲ الشریعہ جلد ۵ صفحہ ۲۲۰۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

عباس رضی اللہ عنہ، اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اور دیگر عزیز و اقارب سے فرمایا ''لَا أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا'' (میں تمہیں خدا کے عذاب سے کچھ بے نیاز نہیں کر سکتا)۔ یہاں تک کہ اپنی لختِ جگر نورِ نظر حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا ''يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا'' (اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، میرے مال میں سے تم چاہو، لو لیکن خدائے تعالیٰ کا عذاب اور اس کی گرفت ہو تو میں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا)۔[1]

اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اہل بیت کے کام نہیں آسکتے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اہل بیت کے کام نہیں آسکتے تو اہل بیت کی رشتہ داری دوسروں کے کیا کام آسکتی ہے؟

اس شبہہ کے جواب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری تحریر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ کلام خدائے تعالیٰ سے خوف دلانے اور ڈرانے میں انتہائی مبالغہ ہے اس لئے اہل بیت کی فضیلت و بزرگی، ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت اور ان کا جنتی ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اور محب طبری نے یہ جواب دیا ہے کہ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از خود کسی کے نفع، ضرر کے مالک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اہل بیت اور عزیز و اقارب بلکہ تمام امت کی شفاعت عامہ اور خاصہ سے نفع پہنچانے کا مالک بنا دے گا۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ خطاب اس وقت کا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابھی اس بات سے آگاہ نہیں فرمایا تھا کہ آپ کی نسبت فائدہ دینے والی ہے۔

ایک مرتبہ پھر آپ لوگ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم پر نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ بلند آواز سے درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

حضرت علامہ نبہانی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب اور ان کی رشتہ داری کا فائدہ بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب ہو اسے مناسب نہیں کہ جو کچھ ذکر ہوا اس پر کلی اعتماد کرے اور علم و عمل کی ضرورت محسوس نہ کرے اس لئے کہ یہ ساری باتیں

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۲۷۵۳، جلد ۴، صفحہ ۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اس کے لئے ہیں جو واقعی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق رکھتا ہو اور آپ کے اہل بیت میں سے ہے۔ اور اس کا یقین کیسے ہوسکتا ہے؟ اس لئے کہ ممکن ہے کچھ عورتوں سے لغزش ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آباؤ اجداد میں سے کسی شخص نے منسوب ہونے میں غلط بیانی کی ہو اگرچہ یہ احتمال ظاہر کے خلاف ہے لیکن اسے بالکل نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں اہل بیت کے اکابر سے منقول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شدید خشیت، اس کے عذاب کے عظیم خوف اور معمولی سی کوتاہی پر بہت زیادہ افسوس کرنے کے خوگر تھے۔

اور علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں پر عموماً اور اہل بیت پر خصوصاً چند امور کی رعایت لازم ہے۔ اول علوم شرعیہ کے حاصل کرنے کا اہتمام کرنا اس لئے کہ علم کے بغیر نسب کا کامل فائدہ نہیں ہے۔ دوم باپ دادا پر فخر نہ کرنا اور تقویٰ و پرہیز گاری کے بغیر محض ان پر اعتماد نہ کرنا اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (تم میں سے بارگاہِ الٰہی میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہو) (الحجرات: ۱۳)۔

۴) اہلبیت رضی اللہ عنہم کے خاص القابات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اصطلاح یہ تھی کہ اشراف کا لفظ صرف اہل بیت پر بولا جاتا تھا دوسروں پر نہیں۔ پھر یہ لقب حسنی اور حسینی سادات کے لئے مخصوص ہوگیا۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ رسالہ زینبیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں شریف (سید) کا لفظ ہر اس فرد پر بولا جاتا تھا جو اہل بیت رسالت سے ہو۔ چاہے وہ حسنی حسینی ہو یا علوی، حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہو یا حضرت علی رضی اللہ عنہم کی دیگر اولاد سے۔ اور حضرت جعفر یا حضرت عقیل کی اولاد سے ہو یا حضرت عباس کی۔ رضی اللہ عنہم۔ پھر جب مصر میں فاطمی حضرات تخت وخلافت کے مالک ہوئے تو انہوں نے شریف (سید) کا لفظ حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد کے ساتھ خاص کردیا اور مصر میں آج تک یہ اصطلاح جاری ہے۔

حضرت علامہ نبہانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت یہ اصطلاح مشرق ومغرب کے اسلامی شہروں میں مشہور ہے۔ جب عربی میں شریف کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے حسنی یا حسینی سید مراد ہوں گے۔ بہت سے شہروں میں یہ اصطلاح بھی عام ہے کہ سید کا لفظ صرف حسنی اور حسینی سادات پر بولا جاتا ہے۔ جب یہ لفظ بولا جائے گا تو ان کے سوا کوئی دوسرا مراد نہیں ہوگا۔ یہ اہل حجاز کے

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ماسوا کی اصطلاح ہے۔ اہل حجاز کی اصطلاح یہ ہے کہ شریف کا استعمال حسنی سادات کے لئے اور سید کا استعمال حسینی سادات کے لئے کرتے ہیں تا کہ دونوں میں واضح فرق ہو جائے۔

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان حق ہے مگر اب شہروں کا عرف بدل رہا ہے۔ حضرت علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں سید کا لفظ اشراف کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اسی شہر کے صرافہ بازار میں جا کر دیکھئے تو شاید ہی کوئی ایسی مہر نظر آئے کہ جس پر سید نہ لکھا ہو سوائے اس شخص کے جو سید صحیح النسب ہو یا دیندار و باحیا آدمی ہو۔ اشراف اپنی مہروں میں لفظ سید نہیں لکھتے اس خوف سے کہ ان کے نسب میں لوگوں کو شبہ نہ ہو جائے۔

یہی حال عنقریب اس ملک میں بھی ہونے والا ہے کہ جو سید صحیح النسب ہوگا وہ اپنے نام کے ساتھ سید نہیں لکھے گا اس لئے کہ اب بہت سے دوسرے لوگ اپنے کو سید لکھنے لگے ہیں تو وہ اپنے نسب کو اشتباہ سے بچانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ سید لکھنے سے پرہیز کریں گے جیسے کہ بہت سے لوگوں نے جب اپنے نام کے ساتھ انصاری لکھنا شروع کر دیا تو مدینہ طیبہ کا انصاری خاندان جو اس ملک میں ہے اس نے انصاری لکھنا چھوڑ دیا۔

جو لوگ اپنا نسب غلط بتاتے ہیں وہ اس حدیث شریف سے نصیحت حاصل کریں جو بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا'' (جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر خدا اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے گا اور نہ نفل)۔[1]

۵) اہل بیت رضی اللہ عنہم بے عمل بھی قابل تعظیم ہیں

اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے جو بے عمل ہوں ان کی بھی تعظیم کا حکم ہے۔ مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ مصطفی رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''سید سے جب تک کفر نہ صادر ہو واجب التعظیم ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ان کا گناہ بخشا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائیگا

[1] مسند احمد، حدیث ۱۸۰۸۶، جلد ۲۹، صفحہ ۶۲۵۔

اگرچہ اس طرح کہ انہیں موت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ارشاد خداوندی ہے ''اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (الاحزاب: ۳۳)'' (اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں ہر قسم کے گناہوں سے پاک کرکے خوب صاف ستھرا کردے)۔

اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ فَاطِمَةَ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَهَا اللّٰهُ وَذُرِّیَّتَهَا عَلَی النَّارِ'' (بیشک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اور ان کی اولاد کو جہنم پر حرام فرمادیا)۔[1]

اہل بیت کے فاسق کی عزت ان کے فسق اور بے عملی کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ ان کی فضیلت کی بنا پر ہے۔ اور یہ خوبی جیسے کہ ان کے نیک لوگوں میں ہے ویسے ہی ان کے فاسق میں بھی موجود ہے یعنی کسی کا فاسق ہونا اسے اہل بیت نبوت سے خارج نہیں کردے گا اس لئے کہ اہل بیت کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں۔ لہٰذا فسق ان کے نسب میں خلل انداز نہیں ہوگا البتہ صالحین کے درمیان ان کے مقام کو کم کردیتا ہے۔

حضرت ابومحمد فارسی بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ کے بعض حسینی سیدوں سے بغض رکھتا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا وہ خلافِ سنت افعال کے مرتکب ہیں۔ میں ایک دن مسجد نبوی میں روضہ مبارکہ کے سامنے سوگیا۔ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے میرا نام لے کر فرمایا کیا بات میں دیکھتا ہوں کہ میری اولاد سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا کی پناہ میں انہیں ناپسند نہیں رکھتا مجھے سنت کے خلاف ان کا عمل ناپسند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ نافرمان اولاد نسب سے وابستہ رہتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا یہ نافرمان اولاد ہے۔ حضرت ابومحمد فارسیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں بیدار ہوا تو میرے دل سے ان کی عداوت دور ہوچکی تھی۔ پھر تو میں ان میں سے جس کسی سے بھی ملتا ان کی خوب تعظیم وتکریم کرتا۔

سید حضرات ملاحظہ فرمائیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت کے خلاف عمل کرنے والے کو نافرمان اولاد فرمایا۔ اور جب کہ عام والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے تو سادات کا اپنے جد کریم

---

[1] مسند البزار، احمد بن عمرو، متوفی ۲۹۲ھ، حدیث ۱۸۲۹، جلد ۵، صفحہ ۲۲۳، مکتبۃ العلوم، المدینہ۔

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نافرمانی پر کیا حال ہوگا۔

حضرت علامہ ابن حجر مکی ؒ اپنے فتاویٰ کے خاتمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلبیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خانوادے سے قائم ہوا اس کا بڑا جرم اور دیانت و پیرہیزگاری سے عاری ہونا اسے نسب عالی سے خارج نہیں کردے گا۔ اسی لئے بعض محققین نے فرمایا کہ (خدانخواستہ) اگر کسی سید سے زنا، شراب نوشی یا چوری سرزد ہوجائے اور ہم اس پر حد جاری کریں، تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی امیر یا بادشاہ کے پاؤں کو غلاظت لگ جائے اور اس کا کوئی خادم اسے دھوڈالے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کی سیادت یقینی ہو اور اس کا نسب ثابت ہو تو سیادت کے پیشِ نظر اس کی تعظیم و تکریم کی جائے گی اور اس کے غلط کاموں پر ناپسندیدگی ظاہر کی جائے گی اور اگر اس کا نسب ثابت نہیں ہے مگر وہ اس نسب کا دعویدار ہے اور اس کا جھوٹ ہونا معلوم نہیں ہے تو اس کی تکذیب میں توقف کیا جائے گا کہ ہر شخص اپنے نسب کا ذمہ دار ہے اور جھوٹ بولتا ہے تو مستحق لعنت ہے مگر دوسرے لوگ اسے بغیر ثبوت جھوٹا نہیں کہہ سکتے۔

۶) اہلبیت رضی اللہ عنہم کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب ہے

اہلبیت حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونے کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد کہلاتے ہیں اور صحیح نسب کے ساتھ آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔ امام طبرانی ؒ نے حدیث بیان کی ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِہٖ وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ '' (اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کی پشت میں رکھی)۔[1]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر ماں کی اولاد اپنے پدری رشتہ داروں کی طرف منسوب ہوتی ہے ماسوا اولاد فاطمہ کے کہ میں ان کا ولی ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔

اسعاف الراغبین میں ہے کہ یہ خصوصیت صرف حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے لئے ہے، دوسری صاحبزادیوں کی اولاد کے لئے نہیں ہے۔ (اگر ان کی اولاد زندہ رہتی تو) ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے باپ ہیں اور وہ آپ کے بیٹے ہیں جس طرح کہ یہ بات

---

[1] المعجم الکبیر، حدیث ۲۶۳۰، جلد ۳، صفحہ ۴۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد کے لئے کہی جاتی ہے۔

۷) اہلبیت رضی اللہ عنہم کا وجود دنیا والوں کیلئے باعث امن

اہل بیت کا زمین میں موجود ہونا زمین والوں کے لئے باعث امن ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''إِنَّ النُّجُومَ أَمَانُ أَهْلِ السَّمَاءِ، وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّتِي'' (بیشک ستارے اہل آسمان کیلئے باعث امن ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے باعث امن ہیں)۔[1]

۸) اہلبیت رضی اللہ عنہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے

امام ثعلبیؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم چار میں سے چوتھے ہو؟ سب سے پہلے جنت میں مَیں، تم اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما داخل ہوں گے، ہماری ازواج مطہرات ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری ازواج کے پیچھے ہوگی۔

۹) اہلبیت رضی اللہ عنہم پر احسان کا بدلہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیں گے

علامہ صبانؒ نے ان کی یہ خصوصیت شمار کی ہوئی ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی پر احسان کرے گا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اسے بدلہ عطا فرمائیں گے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص وسیلہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میری بارگاہ میں اس کی کوئی خدمت ہو جس کے سبب میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں اسے چاہیے کہ میرے اہل بیت کی خدمت کرے اور انہیں خوش کرے''۔

۱۰) محبتِ اہلبیت رضی اللہ عنہم درازی عمر کا سبب ہے

علامہ صبانؒ نے فرمایا کہ ان کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کی محبت درازی عمر اور قیامت کے دن چہرہ سفید ہونے کا سبب ہے اور ان کا بغض اس کے برعکس اثر رکھتا ہے جیسا کہ صواعق محرقہ میں حدیث شریف نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص پسند کرتا ہو کہ اس کی عمر

---

[1] مسند الرویانی، محمد بن ہارون، متوفی ۳۰۷ھ، حدیث ۱۱۵۱، جلد ۲، صفحہ ۲۵۲، موسسۃ القرطبہ، القاہرہ۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

دراز ہو اور اپنی آرزوؤں سے بہرہ ور ہو اسے میرے بعد میرے اہل بیت سے اچھی طرح پیش آنا چاہئے، اور جو میرے بعد ان سے اچھی طرح پیش نہیں آئے گا اس کی عمر قطع کردی جائے گی اور قیامت کے دن اس حالت میں میرے پاس آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا"۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل ہم سب لوگوں کو محبین اہل بیت کے گروہ میں شامل فرمائے اور ان کے جد کریم علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین

پارہ ہائے صُحف غنچہ ہائے قدس اہلبیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیرالرسل سے ہے جن کا خمیر ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

مناقب اہلبیت رضی اللہ عنہم

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی خصوصاً علٰی سیّد الورٰی نبینا محمد المجتبٰی وعلٰی الہ واصحابہ ذَوِی الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی اما بعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ؕ (الشوریٰ: ۲۳) صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ الامین الکریم و نحن علٰی ذٰلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العلمین۔

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر انتہائی خلوص ومحبت کے ساتھ تمام عالم کے محسن اعظم، رحمت عالم، نورمجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گہر بار میں درود وسلام کی ڈالیاں پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی والہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیك یا رسول اللہ۔

برادران ملت! خطبہ کے بعد جس آیت مبارکہ کے پڑھنے کا شرف ہم نے حاصل کیا ہے آپ حضرات پہلے اس کا ترجمہ سماعت فرمائیں۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے اے محبوب ''قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا'' (تم فرماؤ کہ میں اس پر یعنی تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا) ''اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ؕ'' (مگر قرابت کی محبت) یعنی میں تم سے قرابت کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔

حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق واحسانات یاد کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی اور ہم نے گمراہی سے نجات پائی ہم دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصارف بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم یہ مال آپ کی خدمت میں نذر کے لئے لائے ہیں قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

جائے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اموال واپس فرما دیے۔

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف در منظور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے "انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اہل بیت نبوت نے ہم لوگوں کے قول و فعل سے فخر محسوس کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں تم لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جب یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ ان لوگوں کی مجلس میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے گروہ انصار کیا تم لوگ بے عزت نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں میرے ذریعہ عزت عطا فرمائی؟ انصار نے عرض کیا "جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم مجھے جواب نہیں دیتے؟" انصار نے عرض کیا حضور ہم کیا کہیں؟ فرمایا کیا تم لوگ یہ نہیں کہتے کہ کیا آپ کی قوم نے آپ کو نہیں نکال دیا تھا تو ہم نے آپ کو پناہ دی؟ کیا انہوں نے آپ کو نہیں جھٹلایا تھا تو ہم نے آپ کی تصدیق کی؟ کیا انہوں نے آپ کو نہیں چھوڑ دیا تھا تو ہم نے آپ کی امداد کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح فرماتے رہے یہاں تک کہ انصار گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور عرض کیا "اَمْوَالُنَا وَمَا فِیْ اَیْدِیْنَا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" (ہمارے مال اور ہماری سب ملکیت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ہے) تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی "قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" (الشوریٰ ۲۳)۔

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ اس کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار مراد ہیں۔ اور مقریزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے پیروکار مومنوں کو فرما دو کہ میں تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت رکھو۔ اور حضرت الوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن جُبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں۔ اور ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا "قربیٰ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار ہیں"۔

رہا یہ سوال کہ رشتہ دار کون سے رشتہ دار مراد ہیں تو علامہ جلال الدین سیوطی نے در منثور میں اور بہت سے دیگر مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

www.waseemziyai.com
MARKAZUL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

نقل کیا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ کے وہ کون سے رشتے دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا علی، فاطمہ اور ان کی اولاد رضی اللہ عنہم۔[1]

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص کہے کہ تبلیغ وحی پر قوم سے معاوضہ طلب کرنا جائز نہیں اسی لئے پارہ ۱۹ سورۂ شعراء میں کئی جگہوں پر مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کا یہ اعلان مذکور ہے کہ ''مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ'' انہوں نے اپنی قوموں سے فرمایا کہ میں تبلیغ وحی اور ارشاد و ہدایت پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ اور جب دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ کسی فائدہ کی خواہش کی تو سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں انہیں تبلیغ دین پر بدرجۂ اولیٰ اجرت نہیں طلب کرنی چاہیے۔

اور پھر تبلیغ آپ پر واجب تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ'' (جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا اس کی تبلیغ کرو) (المائدہ:۶۷) اور واجب کے ادا کرنے پر اجرت کا طلب کرنا مناسب نہیں۔

اور پھر یہودی اور عیسائی وغیرہ ہمیں طعنہ دے سکتے ہیں کہ ہمارے رہنماؤں نے تو یہ اعلان کیا ''مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ'' (میں تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا)۔ اور تمہارے رسول نے رشتہ داروں کی محبت کا مطالبہ کرکے اپنی محنت و مشقت کا معاوضہ طلب کیا جیسا کہ آیت کریمہ ''قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ (الشوریٰ:۲۳)'' سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بیشک تبلیغ وحی پر اجر طلب کرنا جائز نہیں اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی ارشاد و ہدایت پر اپنی قوم سے کسی معاوضہ کو طلب نہیں کیا اور نہ ان سے کسی فائدہ کی خواہش کی جیسا کہ آیت مبارکہ ''قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾'' (تم فرما دو کہ میں تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں) (ص:۸۶) میں ہے۔ رہا آیت مبارکہ ''اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى'' تو حضرت علامہ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ اس قبیل سے ہے جو کسی کہنے والے نے کہا ہے۔

لَا عَيْبَ فِيْهِمْ غَيْرَ اَنَّ سُيُوْفَهُمْ　　بِهَا مِنْ قِرَاعِ الدَّارِعِيْنَ فُلُوْلٌ

---

[1] تفسیر الدر المنثور، جلد ۷، صفحہ ۳۴۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY

(ان لوگوں میں علاوہ اس کے اور کوئی عیب نہیں ہے کہ ان کی تلواروں میں زرہ پوش دشمنوں سے ٹکرانے کے سبب دندانے ہیں (جب کہ یہ انکا عیب ہے تو عیب نہیں ہے بلکہ خوبی ہے)۔

اسی طرح آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے اس کے سوا کچھ اجر نہیں چاہتا اور یہ حقیقت میں اجر نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے درمیان محبت واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ'' (ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں) (التوبہ:۷۱)۔ اور سرکار اقدس ﷺ کی حدیث شریف ہے ''اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا'' (مومن دوسرے مومن کیلئے ایک عمارت کی طرح ہے جس کا ہر ایک حصہ دوسرے حصہ کو طاقت وقوت دیتا ہے اور مدد پہنچاتا ہے)۔[1] اور جب مسلمانوں میں باہمی محبت واجب ہوئی تو اشرف المسلمین اور ان کے اکابر یعنی اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت بدرجۂ اولیٰ واجب ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ میں ہدایت وارشاد پر کوئی معاوضہ نہیں طلب کرتا لیکن میرے رشتہ داروں کی محبت جو تم پر واجب ہے اس کا خیال رکھنا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں استثنا منقطع ہے یعنی ''قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا'' پر کلام پورا ہو گیا اس کے بعد فرمایا ''اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ'' لیکن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرو۔

امام سدیؒ ابو الدیلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے لایا گیا اور انہیں دمشق کے راستے میں کھڑا کیا گیا تو وہاں کا ایک باشندہ آیا اور کہنے لگا۔ خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا، تمہارا استیصال وخاتمہ کیا اور فتنے کے سینگ کاٹ دیے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کیا تو نے قرآن پاک پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو نے حٰم پڑھی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے قرآن پڑھا ہے لیکن حٰم نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا تم نے آیت ''قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ'' نہیں پڑھی؟ اس نے کہا کہ وہ لوگ آپ ہی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

حضرت علامہ نبہانی اس واقعہ کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو ایمان والا

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۔۔۔، صفحہ ۔۔۔

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

نہیں سمجھتا، ہاں اس کا ایمان بتوں اور مصنوعی خداؤں پر تھا اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان رکھنے والوں کی زبان سے ایسی بکواس صادر نہیں ہوسکتی۔ اس شخص کے دل میں ایمان کیسے ٹھہر سکتا ہے جو اہل بیت مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے شہید کئے جانے پر خدا کا شکر ادا کرے۔ میں اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس ملحد سے زیادہ دشمن ابوجہل کو نہیں سمجھتا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس زمانے میں بھی ایسے لوگ بہت ہیں جو اہل بیت نبوت و خاندان رسالت سے نفرت کرتے ہیں، ان کے فضائل و مناقب نہیں سن سکتے۔ اگر کوئی محبت والا ان حضرات کی تعریف وتوصیف بیان کرتا ہے تو ان کی پیشانیوں میں بل پڑ جاتے ہیں، چہرے کا رنگ بدل جاتا اور فوراً یزید خبیث کی حمایت کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں، اسے حق پر بتاتے ہیں اور امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اسے یاد کرتے ہیں اور نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اقتدار کی ہوس کا الزام لگاتے ہیں اور انہیں باغی قرار دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور وہ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے پیارے محبوب دانائے خفایا وغیوب جناب احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرتے ہیں، ان کے علم کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کے برابر بتاتے ہیں۔ اور شیطان وملک والموت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم کم ٹھہراتے ہیں۔

تو ایسے لوگ اگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اقتدار کی ہوس کا الزام لگائیں اور ان کو باغی قرار دیں تو کوئی تعجب نہیں کہ اللہ کے پیاروں کی توہین وگستاخی یہی ان کا مذہب ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے اہل بیت کی محبت جو مدار ایمان ہے اس سے ان کے قلوب خالی ہیں، ان کے دلوں میں ایمان نہیں کہ ایمان والے کبھی ایسی بکواس نہیں کرسکتے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ایمان عطا فرمائے، یزید پلید جیسے فاسق و فاجر کی محبت اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض وعداوت سے ان کے دلوں کو پاک فرمائے اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت ان کو نصیب فرمائے تاکہ ان کی سمجھ میں آجائے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

تیغ بہرِ عزتِ دین ست و بس مقصدِ او حفظِ آئین ست و بس

بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است

ایک مرتبہ پھر آپ حضرات بلند آواز سے رحمت عالم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی آل و

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

اصحاب پر درود و سلام کا نذرانہ پیش کریں۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہٖ وبارك وسلم۔

آیت کریمہ "قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" کی تفسیر میں حضرت علامہ امام فخر الدین رازیؒ تفسیر کشاف سے ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ شَهِيْدًا" (جو اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اس نے شہادت کی موت پائی)۔ اور فرمایا "اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ مُحَمَّدٍ مَّاتَ مَغْفُوْرًا لَّهٗ" (آگاہ ہوجاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت میں فوت ہوا وہ اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے گناہ بخش دیے گئے)۔ پھر فرمایا "اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ تَائِبًا" (سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا وہ تائب ہو کر فوت ہوا)۔ اور فرمایا "اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ مُؤْمِنًا مُّسْتَكْمِلَ الْاِيْمَانِ" (خبردار ہو کر سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوگا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوگا)۔ پھر فرمایا "اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهٗ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَّنَكِيْرٌ" (کان کھول کر سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اسے حضرت عزرائیل علیہ السلام اور پھر منکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں)۔ اور فرمایا "اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ يُزَفُّ اِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ الْعُرُوْسُ اِلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا" (آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا سے ایسی عزت کے ساتھ جنت روانہ کیا جاتا ہے جیسے دولہن دولہا کے گھر بھیجی جاتی ہے)۔ پھر فرمایا "اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَى الْجَنَّةِ" (جان لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں) اور فرمایا "اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ مَزَارَ مَلَائِكَةِ" (جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی قبر کو رحمت کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے)۔ پھر اس کے بعد آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰى حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ" (خبردار ہو کر سن لو! جو شخص اہل بیت کی محبت پر فوت ہوا وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر فوت ہوا)۔[1]

یہ ساری خوشخبریاں اور بشارتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو اہل بیت نبوت و خاندان

---

[1] التفسیر الکبیر، جلد ۲۷، صفحہ ۵۹۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

رسالت ﷺ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جو لوگ ان حضرات سے دشمنی اور بغض وعداوت رکھتے ہیں ان کا حال کیا ہوگا؟ اس کے بارے میں سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں ''اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی بغضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَکْتُوْبًا بَیْنَ عَیْنَیْهِ اٰیِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا اَلَا وَمَنْ مَّاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ '' (خبردار ہوکر سن لو! جو شخص اہل بیت کی بغض وعداوت پر مراوہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید اور آگاہ ہوجاؤ! جو شخص اہل بیت کے بغض وعداوت پر مراوہ کافر مرا۔ اور کان کھول کر سن لو! جو شخص اہل بیت کی بغض وعداوت پر مراوہ جنت کی خوشبو سے محروم کردیا جائے گا)۔

پوری حدیث شریف میں آل محمد (ﷺ) کا ترجمہ اہل بیت اس لئے کیا گیا کہ اہل بیت کے آل رسول (ﷺ) ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں اور دوسروں کا آلِ رسول (ﷺ) ہونا اختلافی ہے۔

حضرت علامہ امام رازی تحریر فرماتے ہیں بعض لوگوں نے کہا کہ وہ آپ کی امت ہیں۔ اگر ہم آل کو قریبی رشتہ داروں پر محمول کریں جس نے آپ کی دعوت وتبلیغ کو قبول کیا تو بھی اہل بیت، آل رسول (ﷺ) میں داخل ہیں۔ ثابت ہوا کہ وہ بہرصورت آل رسول (ﷺ) ہیں اور دوسروں کا حضور ﷺ کی آل میں داخل ہونا اختلافی ہے۔[1] پیارا ہے اوران کی دشمنی میں مرنے والا اللہ جل جلالہ ورسول ﷺ کا دشمن ہے۔

اہل بیت نبوت میں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا مفصل بیان پہلے ہوچکا ہے۔ اب حضرت فاطمہ زہراء اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے کچھ فضائل اور حالات الگ الگ ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] تفسیر الکبیر، جلد ۲۷، صفحہ ۵۹۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

نام ولقب اور سال پیدائش

آپ کا نام ''فاطمہ'' اور لقب ''زہراء و بتول'' ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے سب سے چھوٹی لیکن سب سے زیادہ پیاری اور لاڈلی ہیں۔ آپ کی پیدائش کے سال میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی، آپ پیدا ہوئیں اور کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ اعلان نبوت سے ایک سال قبل ان کی ولادت ہوئی۔ اور علامہ ابن جوزیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے جب کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی آپ پیدا ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح

مشہور روایت کے مطابق ۱۸ سال اور بعض روایتوں کے مطابق ساڑھے پندرہ سال کی عمر ۲ھ میں ان کا نکاح علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

امام نسائی کی روایت میں ہے کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بارے میں پیغام بھیجا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور نہیں فرمایا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پیغام بھیجا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ مہر کہ جس پر عقدِ نکاح ہوا چار سو مثقال چاندی تھی یعنی پورے ایک سو ساٹھ روپے۔

آپ رضی اللہ عنہا کا جہیز

شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری اور لاڈلی بیٹی کو جو جہیز دیا وہ بان کی ایک چارپائی تھی اور چمڑے کا ایک گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے اور ایک چھاگل، ایک مشکیزہ، دو چکیاں اور مٹی کے دو گھڑے۔

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

اب تک حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہتے تھے شادی کے بعد الگ گھر کی ضرورت ہوئی تو حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک مکان ان کو دے دیا۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس نئے گھر میں گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ دروازہ پر کھڑے ہوکر اجازت طلب کی پھر اندر گئے۔ ایک برتن میں پانی منگوا کر دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور وہ پانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینہ اور بازو پر چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان پر بھی چھڑکا اور فرمایا کہ میرے خاندان میں جو شخص سب سے بہتر ہے میں نے اس کے ساتھ تمہارا نکاح کیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کی گھریلو زندگی

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ہونے کے باوجود حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے گھر کا کاروبار خود کرتی تھیں، جھاڑو اپنے ہاتھ سے دیتی تھیں، خود کھانا پکاتی تھیں بلکہ چکی بھی اپنے ہاتھ سے پیستی تھیں اور مشک میں پانی بھر کر لایا کرتی تھیں جس سے ہاتھ پر چھالے اور بدن پر گھٹے پڑ گئے تھے۔ ایک بار مال غنیمت میں کچھ باندی وغلام آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ڈرتے ڈرتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھریلو کاروبار کے لئے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو حضور نے فرمایا جان پدر بدر کے یتیم بچے تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے غلام طلب کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بخدا ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں تمہیں غلام عطا کردوں اور اہل صفہ بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھ رہے ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہا کے فضائل

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بے شمار حدیثیں وارد ہیں جن میں سے چند روایتیں ملاحظہ ہوں۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّی. فمنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِیْ'' (فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے تو جس شخص نے اسے غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا)۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ''

فتاوی رضویہ جلد ۵ ...

MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

يُرِيْبُنِیْ مَاأَرَابَهَا وَ يُؤْذِيْنِیْ مَا أَذَاهَا "(ناراض کرتی ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو ناراض کرتی ہے اور اذیت دیتی ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو اذیت دیتی ہے)۔[1]

لہٰذا جس نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا اور جن لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا کے ریگستان میں شہید کیا۔ ان لوگوں نے بیشک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا اللہ کو اذیت دینا ہے۔ اور اللہ و رسول کو اذیت دینے والے پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے" اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا "(بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں دنیا و آخرت میں ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے) (الاحزاب:۵۷)۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ" (حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں)۔[2]

اور ابن عبدالبرؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا "يَابُنَيَّةُ اَلَا تَرْضِيْنَ اَنَّكِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ" (اے بیٹی! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا "يَا اَبَتِ فَاَيْنَ مَرْيَمُ" (ابا جان پھر حضرت مریم (علیہا السلام) کا کیا مقام ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا" (وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں)۔[3]

علامہ نبہانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سے محققین جن میں علامہ تقی الدین سبکیؒ، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، علامہ بدرالدین زرکشیؒ اور علامہ تقی الدین مقریزیؒ شامل ہیں تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جہان کی تمام عورتوں سے یہاں تک کہ حضرت مریم علیہا السلام سے بھی افضل ہیں۔

اور علامہ ابن ابوداؤدؒ سے جب اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے جسم کا ٹکڑا فرمایا ہے تو میں کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پارہ

---

[1] فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۵۔

[2] فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، صفحہ ۳۲۵۔

[3] شرح مشکل الآثار، حدیث ۱۴۹، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

جسم کے برابر نہیں قرار دے سکتا۔ علامہ اقبال نے بہت خوب کہا ہے۔

مریم از یک نسبتِ عیسیٰ عزیز　　و زسه نسبت حضرت زهراء عزیز

نورِ چشمِ رحمۃ للعالمین　　آن امامِ اولین و آخرین

بانوے آن تاجدار هَلْ اَتیٰ　　مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا

مادرِ آن مرکزِ پرکارِ عشق　　مادرِ آن قافله سالارِ عشق

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! ''اَیُّنَا اَحَبُّ اِلَیْكَ اَنَا اَمْ فَاطِمَةُ ؟'' (ہم میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے، میں یا فاطمہ رضی اللہ عنہا؟) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا'' فَاطِمَةُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْكَ وَاَنْتَ اَعَزُّ عَلَیَّ مِنْهَا '' (فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک ان سے زیادہ عزت والے ہو)۔[1]

اور حضرت ابو وہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا باطن عرش سے ندا کرے گا ''یَا اَهْلَ الْجَمْعِ نَكِّسُوْا رُءُوْسَكُمْ وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ حَتّٰی تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ عَلَی الصِّرَاطِ فَتَمُرُّ مَعَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ جَارِیَةٍ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ كَمَرِّ الْبَرْقِ'' (اے محشر والو! اپنے سروں کو جھکا لو، اور اپنی آنکھوں کو بند کرلو تا کہ فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) پل صراط سے گزر جائیں، تو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں بجلی کوندنے کی طرح پل صراط سے گزر جائیں گی)۔[2]

اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا'' اِنَّ ابْنَتِیْ فَاطِمَةَ حَوْرَاءُ اٰدَمِیَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمُثْ '' (میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا انسانی حور ہے جسے کبھی حیض نہیں آیا)۔[3]

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خصائص کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں کبھی حیض نہیں آتا تھا۔ جب ان کے یہاں بچہ پیدا ہوتا تو ایک گھڑی کے بعد نفاس سے پاک ہوجاتیں۔ یہاں تک کہ ان کی نماز قضا نہ ہوتی۔ اسی لئے ان کا نام زہراء

---

[1] شرح مشکل الآثار، حدیث ۱۴۹، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱۔

[2] کتاب الفوائد، ابوبکر البزاز، متوفی ۳۵۴ھ، حدیث ۱۱۰۹، جلد ۲، صفحہ ۸۰۳، دار ابن الجوزی، الریاض۔

[3] شرح مشکل الآثار، حدیث ۱۴۹، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱۔

MARKAZ-UL-ULOOM ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

رکھا گیا۔ اور جب انہیں بھوک محسوس ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینے پر دست مبارک رکھا تو اس کے بعد انہیں بھوک کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے خود غسل کیا اور وصیت کی کہ کوئی انہیں منکشف نہ کرے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسی غسل کے ساتھ دفن کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کا آپ کو ایسا سخت صدمہ ہوا کہ اس کے بعد کبھی آپ ہنستی ہوئی نہیں دیکھی گئیں یہاں تک کہ چھ ماہ بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ ھ منگل کی رات میں آپ نے وفات پائی اس طرح اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشن گوئی پوری ہوئی کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم ہی آ کر مجھ سے ملوگی۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین میں ایک خاص قسم کی جدت کی گئی اس لئے کہ اس زمانہ میں رواج یہ تھا کہ مردوں کی طرح عورتوں کا جنازہ بھی بے پردہ نکالا جاتا تھا مگر حضرت سیدہ کے مزاج اقدس میں چونکہ انتہائی شرم و حیا تھی اس لئے انہوں نے قبل وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھلے ہوئے جنازہ میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے جسے میں ناپسند کرتی ہوں تو انہوں نے حضرت سیدہ کے لئے لکڑیوں کا ایک گہوارہ بنایا جسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئیں۔ عورتوں کے جنازہ پر آج کل جو پردہ لگانے کا دستور ہے اس کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور صحیح و مختار قول یہی ہے کہ آپ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چھ اولاد ہوئیں۔ تین صاحبزادے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن اور تین صاحبزادیاں حضرت ام کلثوم، حضرت زینب اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہم۔ حضرت محسن اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما دونوں بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے ایک صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اور تیسری صاحبزادی جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں ان کا نکاح

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اولاد کا سلسلہ قیامت تک حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے صاحبزادگان رضی اللہ عنہم سے جاری رہے گا۔

اس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ حجلہ آرائے عِفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

اب قبل اس کے کہ میں نواسۂ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ذکر جمیل کروں آپ سب حضرات سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی آل و اصحاب اور اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم پر نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ ایک بار بلند آواز سے درود شریف کا نذرانہ پیش کریں۔ اللھم صلی علیٰ سیدنا و مولانا محمد و علیٰ اٰلہ و اصحابہ و اھل بیتہ و بارک وسلم۔

امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

آپ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس بچہ کا نام رکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کا نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس بچہ کا وہ نام رکھوں گا جو خدائے تعالیٰ فرمائے گا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ اس صاحبزادہ کی پیدائش پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادہ شبر کے نام پر رکھو جس کے معنیٰ ہیں حسن تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور کنیت ابو محمد۔ پھر پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا، بال منڈوائے اور حکم فرمایا کہ بالوں کے وزن برابر چاندی صدقہ کی جائے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر صرف ساڑھے سات سال کی تھی اس کے باوجود آپ سے متعدد حدیثیں مروی ہیں۔ صاحب تلقیح نے آپ کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے کہ جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی گئیں ہیں۔ ساڑھے سات سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے اس وقت کی اتنی حدیثوں کا یاد رکھنا اور نقل کرنا آپ کے حافظہ کا کمال ہے۔

آپ شکل وصورت میں اپنے نانا جان پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اَلْحَسَنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ، وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ'' (حضرت حسن رضی اللہ عنہ سر سے لے کر سینہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسم اقدس کے زیریں حصہ میں بہت مشابہ ہیں)۔[1] اعلیٰ حضرتؒ فرماتے ہیں۔

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حُسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا
صاف شکلِ پاک ہے دونوں ملنے سے عیاں
خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

---

[1] السنن الترمذی، حدیث ۳۷۷۹، جلد ۶، صفحہ ۱۲۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اور ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

معدوم نہ تھا سایۂ شاہِ ثقلین　　اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے　　آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن میں سے کچھ پیش کی جاتی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر رونق افروز ہیں۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور کبھی ان کی طرف۔ اور فرمایا ''اِبْنِی هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' (میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان مصالحت کر دیگا)۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہوتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک یا پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کی حالت میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اتارتے نہیں تھے وہ خود ہی اتر جاتے تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کی حالت میں ہوتے تو اپنے پیروں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دیتے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کے درمیان سے دوسری طرف گزر جاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے ہیں اور دعا فرما رہے ہیں ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ'' (اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ)۔[2]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کسی صحابی نے کہا ''نِعْمَ الْمَرْکَبُ رَکِبْتَ

[1] صحیح بخاری، حدیث ۲۶۳۹، جلد ۴، صفحہ ۲۰۴۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۳۷۴۹، جلد ۵، صفحہ ۴۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ'' (اے صاحبزادے تیری سواری بہت اچھی ہے، تو رسول ﷺ نے فرمایا اور سوار بھی تو بہت اچھا ہے)۔[1] یعنی اے صحابی! یہ تو تُو نے دیکھا کہ سواری کتنی اچھی ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ کہ سوار کتنا اچھا ہے۔

ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قریش اور دیگر قبیلوں کے بڑے بڑے لوگ جمع تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے بتاؤ ماں اور باپ، چچا اور پھوپھی، خالہ اور ماموں نانا اور نانی کے اعتبار سے سب سے زیادہ معزز کون شخص ہے؟ مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے والد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی والدہ سیدہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ (ﷺ) ہیں، ان کی نانی ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور نانا نبی اکرم ﷺ ہیں، ان کے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہیں جو جنت میں پرواز کرتے ہیں اور پھوپھی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا ہیں اور ان کے ماموں اور خالائیں رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں۔ پھر مالک بن عجلان نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں نے سچ کہا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں واللہ! یہ سچ ہے۔

حاکم کی روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بغیر سواری کے پیدل پچیس حج ادا فرمائے حالانکہ اعلیٰ قسم کے اونٹ آپ کے ہمراہ ہوتے تھے لیکن آپ ان پر سوار نہیں ہوتے تھے اور پاپیادہ راستہ طے فرماتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ سخاوت میں بے مثال تھے کہ بسا اوقات ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیتے تھے۔ ابن سعد علی بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تین بار آدھا آدھا مال خدا کی راہ میں دے دیا اور دو مرتبہ اپنا پورا مال اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا۔

آپ بہت بڑے بردبار اور حلیم الطبع تھے۔ ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ مروان جب مدینہ منورہ میں حاکم تھا تو وہ منبر پر علی الاعلان حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کمال تحمل کے ساتھ اس کی گستاخیوں کو برداشت کر لیتے تھے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور مروان کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ اس گستاخ نے آپ کے سامنے ہی آپ کو برا بھلا کہنا

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۱۷۲، جلد ۳، صفحہ ۱۷۳۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

شروع کر دیا مگر آپ خاموش رہے۔ اسی درمیان مروان نے اپنے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کی تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا افسوس تجھے اتنا بھی نہیں معلوم کہ داہنا ہاتھ اس کام کے لئے نہیں ہے بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا چاہئے۔ یہ سن کر مروان خاموش رہا۔

اپنی برائی سن کر تو آپ خاموش رہے لیکن جب غلط بات آپ نے دیکھی تو فوراً تنبیہ فرمائی۔ یہ آپ کی حق گوئی ہے عیب جوئی نہیں۔ بعض مدعیان علم جو طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا ہیں اس قسم کی تنبیہ کو عیب جوئی قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حق گوئی اور عیب جوئی کا فرق سمجھنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین!

خلافت اور اس سے دست برداری

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ چالیس ہزار اہالیان کوفہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ چھ ماہ تک منصب خلافت پر فائز رہے اس کے بعد جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس کوفہ آئے تو مندرجہ ذیل تین شرطوں کے ساتھ آپ نے خلافت ان کے سپرد کرنا منظور فرمایا۔

1- بروقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے جاتے ہیں لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔

2- مدینہ شریف اور حجاز و عراق وغیرہ کے لوگوں سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے زمانہ کے متعلق کوئی مواخذہ اور مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

3- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذمہ جو قرض ہیں ان سب کی ادائیگی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کریں گے۔

ان تمام شرطوں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کیا تو آپس میں صلح ہو گئی اور اللہ کے محبوب دانائے خفایا و غیوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ معجزہ ظاہر ہوا جو آپ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ فرزند ارجمند مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس صلح کے بعد تخت خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے خالی کر دیا۔ دستبرداری کا یہ واقعہ ربیع الاول ۴۱ھ میں ہوا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

خلافت سے دستبردار ہونا آپ کے بہت سے ہم نواؤں کو ناگوار ہوا انہوں نے ہر طرح سے آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا یہاں تک بعض لوگ آپ کو ''عار المسلمین'' کہہ کر پکارتے تو آپ ان سے فرماتے ''اَلْعَارُ خَیْرٌ مِّنَ النَّارِ'' (عار، نار سے بہتر ہے)۔

امر خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کرنے کے بعد آپ کوفہ سے مدینہ طیبہ چلے گئے اور وہیں قیام پزیر رہے۔ جُبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں آپ پھر خلافت کے خواستگار ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت عربوں کے سر میرے ہاتھوں میں تھے یعنی اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے وہ مجھ سے بیعت کر چکے تھے اس زمانہ میں ہم جس سے چاہتے ان کو لڑا دیتے لیکن میں اس وقت محض اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے خلافت سے دستبردار ہو گیا اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون نہیں بہنے دیا، تو جس خلافت سے میں صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے دست بردار ہو گیا ہوں اب لوگوں کی خوشی کے لیے میں اسے دوبارہ نہیں حاصل کر سکتا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں

آپ کی بہت سی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ حج کے لئے پیدل سفر کر رہے تھے کہ آپ کے پیروں میں ورم آ گیا۔ آپ کے کسی غلام نے عرض کیا کاش آپ کسی سواری پر سوار ہو جائیں تاکہ ورم کم ہو جائے۔ آپ نے اس کی درخواست قبول نہ کی اور فرمایا جب تم منزل پر پہنچو گے تو تمہیں ایک حبشی ملے گا جس کے پاس کچھ تیل ہو گا تم اس سے خرید لینا۔

جب منزل پر پہنچے تو حبشی دکھائی دیا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا یہ ہے وہ حبشی جس کے متعلق میں نے بتایا تھا۔ جاؤ اور اس سے تیل خرید لاؤ اور قیمت ادا کر آؤ۔ جیسے ہی وہ غلام حبشی کے پاس گیا اور اس سے تیل طلب کی تو اس نے پوچھا یہ تیل کس کے لئے خرید رہے ہو؟ غلام نے کہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے۔ اس نے کہا کہ مجھے ان کے پاس لے چلو میں ان کا غلام ہوں۔ جب وہ حبشی آپ کی خدمت میں پہنچا تو کہا میں آپ کا غلام ہوں تیل کی قیمت نہیں لوں گا۔ آپ بس میری بیوی کے لئے جو دردِ زہ میں مبتلا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح الاعضا بچہ عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ ہمارا پیروکار ہو گا حبشی گھر گیا تو آپ کے فرمانے کے مطابق بچہ پیدا ہوا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آپ کی دوسری مشہور کرامت یہ ہے کہ ایک بار آپ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آپ کا گزر کھجوروں کے ایک ایسے باغ میں ہوا کہ جس کے سب درخت خشک ہو گئے تھے۔ آپ نے اسی باغ میں ڈیرا ڈال دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے باغ کے ایک درخت کی جڑ میں اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے دوسرے درخت کی جڑ میں فرش بچھا دیا گیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے کاش! اس نخلستان میں تازہ کھجوریں ہوتیں جنہیں ہم کھاتے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تازہ کھجوریں چاہتے ہو؟ حضرت ابن زبیر نے کہا ہاں۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور زیرِ لب کچھ کہا جو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ فوراً کھجور کا ایک درخت ترو تازہ اور بارآور ہو گیا اس میں تازہ کھجوریں لگ گئیں۔ ان کا ساتھی شتربان بولا واللہ یہ جادو ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جادو نہیں ہے۔ بلکہ فرزند رسول اللہ کی دعائے مستجاب کا اثر ہے۔ پھر لوگوں نے کھجوروں کو درخت سے توڑا اور سب نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابن سعد حضرت عمران بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان "قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" لکھا ہوا ہے۔ جب آپ نے یہ خواب بیان فرمایا تو اہل بیت بہت خوش ہوئے لیکن جب حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ خواب بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کی زندگی کے صرف چند روز اور باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تعبیر صحیح واقع ہوئی کہ ایسا خواب دیکھنے کے بعد آپ صرف چند روز بقیدِ حیات رہے پھر زہر دے کر شہید کر دیئے گئے۔

زہر خورانی کی تفصیل کچھ یوں بیان کی جاتی ہے کہ پہلے آپ کو شہد میں ملا کر زہر دیا گیا جس سے آپ کے شکم مبارک میں درد ہوا رات بھر آپ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے رہے۔ صبح اپنے جد امجد پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوئے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفائے کلی عطا فرمائی۔

دوسری بار آپ کو زہر آلود کھجوریں کھلائی گئیں۔ چھ سات کھجوریں کھاتے ہی آپ کو سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی، اپنے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اور رات بھر بے قرار رہے۔ سویرے پھر اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوئے اور دعا فرمائی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تو اس بار بھی خدائے تعالیٰ کی رحمت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے زہر کا اثر جاتا رہا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اسی طرح آپ کو پانچ بار زہر ہلاہل دیا گیا مگر ہر بار اس کا اثر زائل ہوتا رہا۔ چھٹی بار ہیرے کی کنی پیسی ہوئی آپ کی صحرائی میں ڈالی گئی جس کا پانی پیتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ حلق ناف تک پھٹ گیا اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ آپ بے قراری میں تڑپنے لگے، مسلسل قے ہونے لگی اور دست بھی جاری ہوا جس کے ساتھ جگر اور انتڑیوں کے ٹکڑے کٹ کر گرنے لگے۔

وفات کے قریب آپ کے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک میں اسے قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر حقیقت میں وہی زہر دینے والا ہے تو خدائے ذوالجلال منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے۔ اور جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر وہ زہر دینے والا نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے۔

سبحان اللہ۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال کتنا بلند و بالا ہے آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں اور اسہال کبدی لاحق ہے آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر نکل رہے ہیں اور نزع کی حالت ہے مگر اس وقت بھی انصاف کا بادشاہ اپنے انصاف وعدالت کا نہ مٹنے والا نقش صفحۂ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے اور اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کے بارے میں گمان ہے اس کا نام لینا گوارا کیا جائے۔

وفات کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بے قراری اور گھبراہٹ زیادہ ہے تو آپ نے ان کی تسلی کے لئے عرض کیا کہ اے برادر محترم یہ گھبراہٹ اور بے قراری کیسی ہے؟ آپ تو اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنے بابا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جارہے ہیں۔ اپنی جدۂ کریمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور والدۂ محترمہ حضرت زہراء رضی اللہ عنہما سے ملاقات کریں گے اور اپنے چچا حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما سے ملیں گے اور اپنے ماموں حضرت قاسم وحضرت طاہر رضی اللہ عنہما سے بھی ملاقات کریں گے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے برادر عزیز! میں ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

کہ جس کی مثل میں اب تک نہیں داخل ہوا تھا اور میں اللہ کی مخلوق میں سے ایسی مخلوق دیکھ رہا ہوں کہ جس کی مثل کبھی نہیں دیکھا۔

پینتالیس سال چھ ماہ چند روز کی عمر میں بمقابلہ مدینہ طیبہ ۵ ربیع الاول ۴۹ھ میں آپ نے وفات پائی اور جنت البقیع میں حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پہلو میں مدفون ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
شہد خوارِ لعاب زبانِ نبی چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

زہر کس نے دیا

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا تھا مگر یہ لکھنا صحیح ہے یا نہیں۔ اس کے بارے میں حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادیؒ نے جو محققانہ مضمون تحریر فرمایا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا۔ لیکن اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہوسکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو خاص کر جب کہ واقعہ اتنا اہم ہو، مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے اس امام جلیل کا قتل یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کسی کا نام لیتے انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لئے معین کرنے والا کون ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادیوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین تبرا ہے۔ عجب نہیں ہے کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کے افرأت ہوں جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کئے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے۔ اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن کی عادت ہے یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف حاصل ہو جائے۔ اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جن عورتوں کو طلاق دے دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزارتی تھی۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

عیب یا خوبی

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دینا عیب نہیں تھا۔ اگر عیب ہوتا تو پھر کوئی عورت ان کے نکاح میں آنے کو قبول نہ کرتی اور نہ کسی عورت کے خاندان والے اس پر راضی ہوتے بلکہ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خوبی تھی کہ لوگوں کو اپنے ذریعہ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری سے مشرف فرماتے تھے اور مسلمان بیبیوں کو خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی بہو ہونے کی عزت بخشتے تھے تاکہ یہ رشتہ انہیں قیامت کے دن کام آئے اور ان کی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریری فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کثرت تزوج کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کا میری وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ ہو جائے جو قیامت کے دن انہیں کام آئے۔[۱]

اور مسلمان بھی اسی لالچ سے اپنی لڑکیاں ان کے نکاح میں دیتے تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اے کوفہ والو! حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی

---

[۱] فتاویٰ عزیزیہ، جلد ۱، صفحہ ۹۷۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مت کرو کہ وہ طلاق دینے کے عادی ہیں۔ یہ سن کر ایک ہمدانی نے کہا کہ خدا کی قسم ہم ان سے اپنی بیٹیوں کی شادی ضرور کریں گے جسے وہ چاہیں رکھیں اور جسے چاہیں طلاق دے دیں۔[1]

ایک مرتبہ پھر ہم اور آپ سب لوگ مل کر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر جھوم جھوم کر درود وسلام کی ڈالیاں نچھاور کریں۔ اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی الہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

تعظیمِ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے چند واقعات

حضرات! اب ہم اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم کے چند واقعات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ صحابۂ کرام اور دیگر سلف صالحین و بزرگان دین اہل بیت نبوت کی کیسی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اصابہ میں فرمایا ہے کہ یحیٰ ابن سعید انصاری رضی اللہ عنہ عبید بن حنین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ میں منبر پر چڑھ گیا اور کہا ''اِنْزِلْ عَنْ مِنبرِ اَبِیْ وَاذْھَبْ اِلٰی مِنْبَرَ اَبِیْکَ'' (میرے باپ کے منبر سے اتریئے اور اپنے باپ کے منبر پر جایئے)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''لَمْ یَکُنْ لِاَبِیْ مِنْبَرٌ'' (میرے باپ کا منبر نہیں تھا)۔ اور مجھے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ میں اپنے پاس پڑی ہوئی کنکریوں سے کھیلتا رہا۔ جب آپ منبر سے اترے تو مجھے اپنے گھر لے گئے، پھر مجھ سے فرمایا کتنا اچھا ہو اگر آپ کبھی کبھی تشریف لاتے رہیں۔[2]

اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے پاس گیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں باتیں کر رہے تھے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس ہو گیا۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کیا بات ہے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں آیا تھا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرما رہے تھے تو میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۲۹۔

[2] الصواعق المحرقہ، جلد ۲، صفحہ ۵۱۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کے ساتھ واپس آ گیا۔ انہوں نے فرمایا آپ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ حقدار ہیں ہمارے سروں کے بال اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اگائے ہیں۔

ابو الفرح اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ عبید اللہ عمر قواریری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ ابن سعید رضی اللہ عنہ نے سعید بن ابان قرشی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے وہ نوعمر تھے ان کی بڑی بڑی زلفین تھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے انہیں اونچی جگہ بٹھایا ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی ضرورتیں پوری کیں۔ جب وہ تشریف لے گئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قوم نے ان کی ملامت کی اور کہا کہ آپ نے ایک نوعمر بچے کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے معتبر آدمی نے بیان کیا گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سن رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اِنَّمَا فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّیْ یَسُرُّنِیْ مَایَسُرُّھَا'' (فاطمہ رضی اللہ عنہا میری لخت جگر ہیں ان کی خوشی کا سبب میری خوشی کا باعث ہے) اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تشریف فرما ہوتیں تو میں نے جو کچھ ان کے بیٹے کے ساتھ کیا ہے اس سے ضرور خوش ہوتیں۔[1]

شیخ اکبر سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف ''مسامرات الاخیار'' میں اپنی سند متصل سے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض متقدمین کو حج کی بڑی آرزو تھی انہوں نے فرمایا مجھے ایک سال بتایا گیا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ بغداد شریف میں آیا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ حج کے لئے جانے کا ارادہ کیا پانچ سو دینار لے کر میں بازار کی طرف نکلا کہ حج کی ضروریات خرید لاؤں۔ میں ایک راستے پر جارہا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے میں سیدزادی ہوں میری بچیوں کے تن ڈھانپنے کا کپڑا نہیں ہے اور آج چوتھا دن ہے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ اس کی گفتگو میرے دل میں اتر گئی میں نے وہ پانچ سو دینار اس کے دامن میں ڈال دیئے اور ان سے کہا کہ آپ اپنے گھر جائیں اور ان دیناروں سے اپنی ضروریات پوری کریں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھ کو ایک سیدزادی کی امداد کی توفیق عطا فرمائی اور واپس آ گیا۔ میں کئی سال حج کر چکا تھا اللہ تعالیٰ نے اس بار حج پر جانے کا شوق میرے دل سے نکال دیا۔ دوسرے لوگ چلے گئے حج کیا اور واپس آ گئے

---

[1] الصواعق المحرقہ، جلد ۲، صفحہ ۶۶۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

میں نے سوچا کہ دوستوں سے ملاقات کر آؤں اور انہیں مبارکباد پیش کر دوں۔ چنانچہ میں گیا جس دوست سے ملتا اسے سلام کرتا اور کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہاری کوشش کی بہترین جزا عطا فرمائے تو وہ مجھ سے کہتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا بھی حج قبول فرمائے۔ کئی دوستوں نے اسی طرح کہا اور جب رات کو سویا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا لوگ تمہیں حج کی جو مبارکباد پیش کر رہے ہیں اس پر تعجب نہ کرو تم نے میری ایک کمزور اور ضرورت مند بیٹی کی امداد کی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اس نے ہو بہو تجھ جیسا ایک فرشتہ پیدا فرمایا ہر سال تمہاری طرف سے حج کرتا رہے گا۔

شیخ عدوی نے اپنی کتاب مشارق الانوار میں ابن جوزی کی تصنیف ملتقط سے نقل کیا کہ بلخ میں ایک علوی قیام پزیر تھا اس کی بیوی اور چند بیٹیاں تھیں۔ قضاء الٰہی سے وہ شخص فوت ہو گیا۔ ان کی بیوی کہتی ہیں کہ میں شماتت اعداء کے خوف سے سمرقند چلی گئی۔ میں وہاں سخت سردی میں پہنچی۔ میں نے اپنی بیٹیوں کو مسجد میں لے جا کر بیٹھا دیا اور خود خوراک کی تلاش میں نکل پڑی۔ میں نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ رئیس شہر ہے۔ میں اس کے پاس پہنچی اور اپنا حالِ زار بیان کیا۔ اس نے کہا اپنے علوی ہونے پر گواہ پیش کرو۔ اس نے میری طرف توجہ نہیں کی۔ میں مسجد کی طرف واپس چل پڑی۔ میں نے راستے میں بلند جگہ پر ایک بڈھا بیٹھا ہوا دیکھا جس کے گرد کچھ لوگ جمع تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ محافظ شہر ہے اور مجوسی ہے۔ میں نے سوچا ممکن ہے اس سے کچھ فائدہ حاصل ہو جائے چنانچہ میں اس کے پاس پہنچی سرگشت بیان کی اور رئیس شہر کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا اسے بھی بیان کیا اور اسے بتایا کہ میری بچیاں مسجد میں ہیں اور ان کے کھانے پینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ اس نے اپنے غلام کو بلایا اور کہا اپنی مالکہ (یعنی میری بیوی) سے کہہ کہ وہ کپڑے پہن کر اور تیار ہو کر آ جائے چنانچہ وہ آ گئی اور اس کے ساتھ چند کنیزیں بھی تھیں۔ بوڑھے نے اپنی بیوی سے کہا اس عورت کے ساتھ فلاں مسجد میں چلی جا اور اس کی بیٹیوں کو اپنے گھر لے آ۔ وہ میرے ساتھ گئی اور بچیوں کو اپنے گھر لے آئی۔ شیخ نے اپنے گھر میں ہمارے لئے الگ رہائش گاہ مقرر کی، غسل کا انتظام کیا ہمیں بہترین کپڑے پہنائے۔ اور طرح طرح کے کھانے کھلائے۔

جب آدھی رات ہوئی تو رئیس شہر نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور لواء الحمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرِ نور پر لہرا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس رئیس سے اعراض فرمایا۔ اس نے عرض کیا حضور آپ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں حالانکہ میں مسلمان ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''اَقِمِ الْبَیِّنَۃَ عِنْدِیْ اَنَّکَ مُسْلِمٌ'' (اپنے مسلمان ہونے پر گواہ پیش کرو)۔ وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تو نے اس علوی عورت سے جو کچھ کہا تھا اسے بھول گیا۔ یہ محل جو تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے یہ اس شیخ کا ہے جس کے گھر میں اس وقت وہ عورت ہے۔

رئیس بیدار ہوا تو رو رہا تھا اور اپنے منہ پر طمانچے مار رہا تھا۔ اس نے اپنے غلاموں کو اس عورت کی تلاش میں بھیجا اور خود بھی تلاش میں نکلا۔ اسے بتایا گیا کہ وہ عورت مجوسی کے گھر میں قیام پزیر ہے۔ یہ رئیس اس مجوسی کے پاس گیا اور کہا کہ وہ علوی عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا میرے گھر میں ہے۔ رئیس نے کہا اسے میرے یہاں بھیج دو۔ شیخ نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ رئیس نے کہا مجھ سے یہ ہزار دینار لے لو اور اسے میرے یہاں بھیج دو۔ شیخ نے کہا ''لَا وَاللّٰہِ وَلَا بِمِائَۃِ اَلْفِ دِیْنَارٍ'' (قسم خدا کی ایسا نہیں ہوسکتا اگرچہ تم لاکھ دینار بھی دو)۔ جب رئیس نے زیادہ اصرار کیا تو شیخ نے اس سے کہا جو خواب تم نے دیکھا ہے میں نے بھی دیکھا ہے اور جو محل تم نے دیکھا ہے کہ وہ واقعی میرا ہے تم اس لئے مجھ پر فخر کر رہے ہو کہ تم مسلمان ہو۔ بخدا وہ خاتون جیسے ہی ہمارے گھر میں آئیں ہم سب ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے۔ ان کی برکتیں ہمیں حاصل ہوچکی ہیں۔ مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''ھٰذَا الْقَصْرُ لَکَ وَلِاَھْلِکَ بِمَا فَعَلْتَ مَعَ الْعَلَوِیَّۃِ وَاَنْتُمْ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ'' (چونکہ تم نے اس علوی خاتون کی تعظیم و تکریم کی ہے اس لئے یہ محل تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے ہے اور تم جنتی ہو)۔

سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدہ شریف نے حضرت خطابؒ کی خانقاہ میں بیان کیا کہ کاشف البحیرہ نے ایک سید کو مارا تو اسی رات خواب میں اسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس حال میں زیارت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے اعراض فرما رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میرا کیا گناہ ہے؟ فرمایا ''تَضْرِبُنِیْ وَاَنَا شَفِیْعُکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ'' (تو مجھے مارتا ہے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حالانکہ میں قیامت کے دن تیرا شفیع ہوں)۔اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو۔آپ نے فرمایا ''اَمَا ضَرَبْتَ وَلَدِیْ'' (کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا)؟اس نے عرض کیا ہاں۔فرمایا ''مَاوَقَعَتْ ضَرْبَتُكَ اِلَّا عَلٰی ذِرَاعِیْ هٰذَا'' (تیری ضرب میری ہی کلائی پر پڑی ہے)۔پھر آپ ﷺ نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی جس پر ورم تھا جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنک مارا ہو۔

علامہ مقریزیؒ فرماتے ہیں مجھ سے رئیس شمس الدین محمد بن عبداللہ عمرؒ نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی جمال الدین محمود عجمیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا جو قاہرہ کے گورنر تھے وہ اپنے نائبوں اور خادموں کے ہمراہ سید عبدالرحمن طباطبیؒ مؤذن کے گھر تشریف لے گئے ان سے اجازت طلب کی وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو انہیں گورنر کے اپنے یہاں آنے پر سخت حیرت ہوئی۔وہ انہیں اندر لے گئے۔ہم بھی ان کے ساتھ اندر چلے گئے اور سید عبدالرحمنؒ کے سامنے اپنے اپنے مرتبے کے مطابق بیٹھے۔سب لوگ جب اطمینان سے بیٹھ گئے تو گورنر نے سید صاحب سے کہا کہ حضرت مجھے معاف فرما دیجئے۔انہوں نے کہا جناب کیا چیز معاف کردوں؟ انہوں نے کہا کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ یعنی ملک ظاہر برقوق کے سامنے بیٹھا تو آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔میں نے اپنے دل میں کہا یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے ہیں؟ رات کو میں سویا تو مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔آپ نے مجھ سے فرمایا ''یَا مَحْمُوْدُ تَاْنِفُ اَنْ تَجْلِسَ تَحْتَ وَلَدِیْ'' (محمود! تو اس بات سے عار محسوس کرتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے)۔یہ سن کر حضرت سید عبدالرحمنؒ رو پڑے اور کہا جناب میں ایسا کہاں ہوں کہ رسول اکرم ﷺ مجھے یاد فرمائیں۔یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے اور سب کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آگئے۔

تعظیم آل رسول (ﷺ) سے متعلق اعلیٰ حضرت پیشوائے اہلسنت امام احمد رضا بریلویؒ کا ایک ایمان افروز واقعہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری صاحب کے الفاظ میں سماعت فرمائیں۔

امام اہلسنتؒ کی سواری کے لئے پالکی دروازے کے سامنے لگادی گئی تھی سینکڑوں مشتاقانِ دید انتظار میں کھڑے تھے۔وضو سے فارغ ہوکر کپڑے زیب تن فرمائے۔عمامہ باندھا اور عالمانہ وقار

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ چہرۂ انور سے فضل وتقویٰ کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ شب بیدار آنکھوں سے فرشتوں کا تقدس برس رہا تھا۔ طلعت جمال کی دلکشی سے مجمع پر ایک رقت انگیز بے خودی کا عالم طاری تھا گویا پروانوں کے ہجوم میں ایک شمع فروزاں مسکرا رہی تھی اور عندلیبان شوق کی انجمن میں ایک گل رعنا کھلا ہوا تھا۔ بڑی مشکل سے سواری تک پہنچنے کا موقع ملا۔ پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں نے پالکی اٹھائی۔ آگے پیچھے، داہنے بائیں نیازمندوں کی بھیڑ ہمراہ چل رہی تھی۔ پالکی لے کر تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ امام اہل سنت نے آواز دی۔ ''پالکی روک دو''۔

حکم کے مطابق پالکی رکھ دی گئی۔ ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رک گیا۔ اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔ ''آپ لوگوں میں کوئی آل رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو نہیں ہے؟ اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ بتایئے میرے ایمان کا ذوق لطیف ''تن جاناں'' کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ اس سوال پر اچانک ان میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ پیشانی پر غیرت و پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں۔ بے نوائی، آشفتہ حالی اور گردش ایام کے ہاتھوں ایک پامال زندگی کے آثار اس کے انگ انگ سے آشکار تھے۔ کافی دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا۔ ''مزدور سے کام لیا جاتا ہے۔ ذات پات نہیں پوچھی جاتی''۔ آہ! آپ نے میرے جد اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا سمجھ لیجئے کہ میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں جس کی خوشبو سے آپ کی مشام جاں معطر ہے۔ رگوں کا خون نہیں بدل سکتا۔ اس لئے آل رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہونے سے انکار نہیں ہے لیکن اپنی خانماں بوباد زندگی کو دیکھ کر یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ چند مہینے سے آپ کے اس شہر میں آیا ہوں کوئی ہنر نہیں جانتا کہ اسے اپنا ذریعہ معاش بنا لوں۔ پالکی اٹھانے والے مزدوروں سے رابطہ قائم کر لیا ہے ہر روز سویرے ان کے جھنڈ میں آ کر بیٹھ جاتا ہوں اور شام کو اپنے حصہ کی مزدوری لے کر اپنے بال بچوں میں پہنچ جاتا ہوں۔

ابھی اس کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس کے قدموں پر رکھی ہوئی تھی اور وہ برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر التجا کر رہا تھا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کردو۔ لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہوگئی ہے۔

ہائے غضب ہوگیا جن کے کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے ان کے کاندھے پر میں نے سواری کی۔ قیامت کے دن اگر کہیں سرکار نے پوچھ لیا ''احمد رضا کیا میرے فرزندوں کا دوش نازنیں اسی لئے تھا کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائیں؟ تو میں کیا جواب دوں گا۔ اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہوگئی؟

آہ! اس ہولناک تصور سے کلیجہ شق ہوا جا رہا ہے۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے بالکل اسی انداز میں وقت کا ایک عظیم المرتبت امام اس کی منت وسماجت کرتا رہا اور لوگ پھٹی آنکھوں سے عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز تماشہ دیکھتے رہے۔

یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کردینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام اہلسنت نے پھر اپنی ایک آخری التجائے شوق پیش کی۔ چونکہ راہ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت وناموس کی قربانی عزیز ہے اس لئے لاشعوری کی اس تقصیر کا کفارہ بھی ادا ہوگا کہ تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے کاندھے پر اٹھاؤں۔ اس التجا پر جذبات کے تلاطم سے لوگوں کے دل ہل گئے۔ وفور اثر سے فضا میں چیخیں بلند ہوگئیں۔ ہزار انکار کے باوجود آخر سید زادہ کو عشق جنوں خیز کی ضد پوری کرنی پڑی۔

آہ! وہ منظر کتنا رقت انگیز اور دل گداز تھا جب اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں کی قطار میں لگ کر اپنے علم وفضل، جبہ ودستار اور اپنی عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودیٔ حبیب ﷺ کے لیے ایک گمنام مزدور کے قدموں پر نثار کررہا تھا۔

شوکت عشق کا یہ ایمان افروز نظارہ دیکھ کر پتھروں کے دل پگھل گئے۔ کدورتوں کا غبار چھٹ گیا، غفلتوں کی آنکھ کھل گئی اور دشمنوں کو بھی مان لینا پڑا کہ آل رسول ﷺ کے ساتھ جس کے دل کی عقیدت واخلاص کا یہ عالم ہے رسول ﷺ کے ساتھ اس کی وارفتگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اہل انصاف کو اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی تامل نہیں ہوا کہ نجد سے لے کر سہارنپور تک رسولِ پاک ﷺ کے گستاخوں کے خلاف احمد رضاؒ کی برہمی قطعاً حق بجانب ہے۔

صحرائے عشق کے اس روٹھے ہوئے دیوانے کو اب کوئی نہیں منا سکتا۔ وفا پیشہ دل کا یہ غیظ ایمان کا بخشا ہوا ہے نفسانی ہیجان کی پیداوار نہیں۔

ہے ان کے عطر بوئے گریباں سے مست گل ۔۔۔ گل چمن چمن سے صبا اور صبا سے ہم

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المصطفٰی وعلٰی الہ المجتبٰی واصحابہ سُفُن النجا اما بعد فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ (الحدید:۱۰) صدق اللہ العلی العظیم۔ وصدق رسولہ النبی الکریم و نحن علٰی ذٰلك لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار، مدینہ کے تاجدار، دونوں عالم کے مالک ومختار جناب احمد مجتبیٰ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں بلند آواز سے درود وسلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ الخ

برادران اسلام! انسان کو اپنی جان سے محبت ہوتی ہے، بیوی اور بچوں سے پیار ہوتا ہے، ماں باپ کو چاہتا ہے، بھائی اور دیگر عزیز واقارب سے بھی محبت کرتا ہے۔ مگر صرف اسی قسم کی چیزوں سے محبت کرنے والا انسان ایم۔ این۔ اے اور ایم۔ پی۔ اے ہوسکتا ہے، وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم ہوسکتا ہے، گورنر اور صدر مملکت ہوسکتا ہے، مگر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ مسلمان ہونے کے لئے ایک اور ذاتِ گرامی جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" (تم میں کا کوئی مومن نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں)۔[1]

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے لئے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت لازم ہے اس لئے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں اور محبوب کا محبوب، محبوب ہی ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرے اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت نہ کرے وہ جھوٹا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ فَمَنْ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۱۴، جلد ۱، صفحہ ۱۲۔

أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ" (میرے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے بعد انہیں نشانۂ اعتراض نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کے سبب ان سے بغض رکھا، اور جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ رب العزت کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی گرفت میں لے لے)۔[1]

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح لفظوں میں فرمادیا کہ میری محبت کے سبب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت ہوگی اور میرے بغض کے سبب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض ہوگا یعنی جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہے وہ ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ضرور محبت کرے گا، اور جو شخص صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو حدیث شریف نے فیصلہ کردیا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض وعداوت رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس کا بغض وعناد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض وعناد کے سبب ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

بعض لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے دعویدار ہیں وہ بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بغض وعناد رکھتے ہیں، کھلم کھلا ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرتے ہیں اور ان کو نشانۂ اعتراض بناتے ہیں۔ اس لئے آج کی مجلس میں ہم ان کی حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالیں گے۔ ان کے فضائل ومناقب بیان کریں گے اور ان پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات بھی دیں گے۔

نام ونسب

آپ کا نام معاویہ اور کنیت ابوعبدالرحمن ہے۔ باپ کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ معاویہ بن ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ اور ماں کی طرف سے نسب یوں ہے۔ معاویہ بن ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ اور عبدمناف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوتھے دادا ہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابن عبداللہ

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۸۶۲، جلد ۶، صفحہ ۱۸۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والد کی طرف سے پانچویں پشت میں اور ماں کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں آپ کے چوتھے دادا عبد مناف سے مل جاتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوا کہ آپ نسب کے لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی اہل قرابت میں سے ہیں اور رشتے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی سالے ہیں اس لئے کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں اسی لئے عارف باللہ مولانا رومیؒ نے اپنی مثنوی شریف میں آپ کو تمام مومنوں کا ماموں تحریر فرمایا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کب اسلام قبول کیا؟ اس کے بارے میں حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاص صلح حدیبیہ کے دن ۶ ھ میں اسلام لائے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام چھپاتے رہے۔ پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے انہوں نے ظہور فرمایا تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے مومنوں میں شمار کر دیا حالانکہ آپ قدیم الاسلام تھے۔ بلکہ بدر میں بھی کفار مکہ کے ساتھ مجبوراً تشریف لائے تھے۔ اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمادیا تھا کہ کوئی مسلمان عباس کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حدیبیہ میں ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمدؒ نے امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہم سے روایت فرمایا کہ امام باقر سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احرام سے فارغ ہوتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر شریف کے بال مروہ پہاڑ کے پاس کاٹے۔

نیز حدیث بھی اس پر دلیل ہے جو بخاری شریف نے بروایت طاؤس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت فرمائی تھی کہ ''قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ''[1] (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال تیر کی انی سے لیے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۱۷۳۰، جلد ۲، صفحہ ۱۷۴۔

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

حجامت کرنے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرۂ قضا میں واقع ہوئی جو صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ۷ھ میں ہوا کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔ اور قارن مروہ پر حجامت نہیں کراتے بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجۃ کو کراتے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں بال نہ کٹوائے تھے بلکہ سر منڈایا تھا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر شریف کے بال تراشا عمرہ قضا میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا عجیب وغریب واقعہ

خرائطی نے ہواتف میں حمید بن وہب کے حوالہ سے بیان کیا ہے فاکہ بن مغیرہ قریشی کے نکاح میں ایک عورت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھی۔ فاکہ نے اٹھنے بیٹھنے کے لئے ایک نشست گاہ بنوا رکھی تھی۔ اس نشست گاہ میں آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اتفاقاً ایک روز فاکہ اور اس کی بیوی ہند اس نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی ضرورت سے کچھ دیر کے بعد فاکہ اٹھ کر باہر چلا گیا اور ہند اکیلی رہ گئی۔ اچانک اس وقت ایک شخص اور بیٹھک میں داخل ہوا لیکن جب اس نے دیکھا کہ وہاں تنہا ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے تو وہ فوراً پلٹ پڑا۔ اس کے پلٹتے وقت فاکہ باہر سے واپس آ گیا اور اس نے مرد کو باہر نکلتے دیکھ لیا تو فاکہ ہند کے پاس آیا اور غصے سے اس کو ٹھوکریں مار کر پوچھا کہ تیرے پاس یہ کون مرد آیا تھا؟ ہند نے کہا میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا ہاں تمہارے کہنے سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی آیا تھا لیکن فوراً واپس ہو گیا۔ فاکہ نے کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا اور اپنے ماں باپ کے پاس چلی جا کہ تو میرے لائق نہیں ہے۔ ہند اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی لیکن لوگوں میں اس بات کا خوب چرچا ہوا۔ ہند کے باپ نے ایک روز اس سے کہا کہ لوگ تجھے ہر طرف سے طعنہ دیتے ہیں تو مجھے سچی بات بتا دے۔ اگر تیرا خاوند سچا ہے تو میں اس کو کسی شخص کے ذریعہ قتل کرا دوں گا تاکہ لوگ اس طعنہ زنی سے باز آ جائیں۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو چلو یہ معاملہ یمن کے کسی کاہن کے پاس پیش کریں۔ یہ سن کر ہند نے اپنی پاکدامنی پر اس طرح قسمیں کھانی شروع کر دیں جیسا کہ عہد جاہلیت میں دستور تھا۔

جب ہند کے والد عتبہ کو یقین ہو گیا کہ ہند سچ کہہ رہی ہے تو اس نے فاکہ کو مجبور کیا کہ چونکہ تم نے میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔ اس لئے تم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لے کر یمن کے کسی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

کاہن کے پاس چلو۔ چنانچہ فاکہ بنومخزوم کو اور عتبہ بنوعبد مناف کو لے کر یمن کی جانب روانہ ہوئے۔ ہند کے ساتھ اس کی کئی سہیلیاں بھی موجود تھیں جب قافلہ یمن کے قریب پہنچا تو ہند کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ یہ حال دیکھ کر اس کے باپ نے کہا کہ تیرے اس تغیر رنگ سے صاف ظاہر ہے کہ تو گنہگار ہے۔ ہند نے کہا یہ بات نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے جا رہے ہیں جس کی بات کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط۔ اگر اس نے بلاوجہ مجھ پر تہمت لگا دی تو پھر میں پورے عرب میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی۔ عتبہ نے کہا کہ میں تیرا معاملہ کاہن کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اس کا امتحان لوں گا۔ چنانچہ کاہن کی سچائی کا امتحان لینے کے لئے اس نے اپنے گھوڑے کے کان میں جانوروں کی وہ بولی بولی جس سے گھوڑا گرما گیا اس وقت عتبہ نے اس کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا ایک دانہ رکھ کر اوپر چمڑے کی پٹی باندھ دی۔ پھر یہ قافلہ کاہن کے پاس پہنچا۔ اس نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کی تواضع کے لئے اونٹ ذبح کیا۔ دسترخوان پر عتبہ نے اپنے میزبان کاہن سے کہا کہ ہم آپ کے پاس ایک ضرورت سے آئے ہیں لیکن اسے سے پہلے بغرض امتحان ہم نے ایک کام کیا ہے پہلے وہ بتا دیجئے۔ پھر ہم اپنا کام آپ کو بتائیں گے۔ نجومی نے کہا ”نر کل میں گیہوں کا دانہ“ عتبہ نے کہا اس کی وضاحت کیجئے۔ تب کاہن نے کہا تم نے گھوڑے کے ذکر کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ رکھا ہے عتبہ نے کہا آپ نے بالکل درست کہا۔ اب اصل معاملہ ان عورتوں کا ہے آپ اس معاملہ میں غور کیجئے۔ وہ ایک عورت کے پاس آیا اور کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کھڑی ہو جا پھر اسی طرح دوسری اور تیسری عورت کے پاس آیا یہاں تک کہ ہند کی باری آئی کاہن نے اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا تو پاک وصاف ہے تو نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا ہے اور تو ایک بادشاہ جنے گی جس کا نام معاویہ ہوگا۔ یہ سن کر ہند کے شوہر فاکہ نے ہند کا ہاتھ پکڑ لیا۔ مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا مجھ سے دور ہو میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ کاہن کی یہ بات سچ ہے کہ میری قسمت میں بادشاہ کی ماں بننا ہے تو وہ تیرے صلب سے نہیں ہوگا۔ الحاصل ہند نے فاکہ کو چھوڑ کر ابوسفیان سے شادی کر لی اور ان سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔[1]

صحابیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

برادران اسلام! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اور صحابی وہ خوش نصیب

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۳۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مسلمان ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور پھر ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا۔ اور صحابیت وہ درجہ ہے کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا ولی اور غوث وقطب ہو کسی صحابی کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

صحابی کی فضیلت میں بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں جن میں سے چند آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ ''وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى'' (اللہ تعالیٰ نے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے) (الحدید:۱۰)۔ اور ''رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝'' (اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں، خدائے تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے دریا جاری ہیں، وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے، وہ بہت بڑی کامیابی ہے) (التوبہ:۱۰۰)۔ اور ''اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝'' (وہی لوگ سچے ہیں) (الحشر:۸)۔ اور ''فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝'' (وہی لوگ کامیاب ہیں اور فلاح یافتہ ہیں) (الحشر:۹)۔ اور ''اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝'' (وہ لوگ سچے ایمان والے ہیں، ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے) (الانفال:۷۴)۔ اور ''اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝'' (وہ ان الزاموں سے بری ہیں جو لوگ کہتے ہی، ان کے لیے بخشش اور اچھی روزی ہے) (النور:۲۶)۔

یہ ساری فضیلتیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے قرآن مجید میں وارد ہیں جیسے ہر صحابیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے ثابت ہیں ویسے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بھی ثابت ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور احادیث کریمہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں ان میں سے چند آپ لوگ ملاحظہ فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''أَكْرِمُوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ'' (میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرو اس لئے کہ وہ تم سب سے بہتر ہیں)۔[1]

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ'' (میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے تم جن کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۱۲، جلد ۳، صفحہ ۱۶۹۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOLOOM ISLAMIA ACADEMY

گے)۔[1]

اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَابَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نِصْفَهٗ'' (اے مسلمانو! تم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی نہ دو اور نہ برا بھلا کہو۔ اس لیے کہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے کلو اور آدھا کلو گندم اور جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا)۔[2]

اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''لَا تَسُبُّوْهُمْ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّهُمْ'' (صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی نہ دو اور نہ ان کو برا بھلا کہو، جو شخص ان کو گالی دے اور برا بھلا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو)۔

اور حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا میرے لئے اصحاب منتخب فرمائے اور میرے لئے ان میں سے وزراء، انصار اور خسر بنائے ''فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا'' (جو شخص انہیں گالی دے اور برا بھلا کہے اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور سارے انسانوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا اور نہ نفل)۔[3]

اور رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ'' (جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیتے ہوں اور ان کو برا بھلا کہتے ہوں تو کہو تمہارے شر پر خدا کی لعنت)۔[4]

اور پیارے مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''اِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِكُوْا'' (جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جائے تو رک جاؤ یعنی ان پر نکتہ چینی نہ کرو)۔[5] اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گالی نہ دو اس لئے کہ ان کا ایک گھڑی رات میں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۱۲، جلد ۳، صفحہ ۱۶۹۵۔

[2] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۱۲، جلد ۳، صفحہ ۱۶۹۵۔

[3] المعجم الکبیر، حدیث ۳۴۹، جلد ۱۷، صفحہ ۱۴۰۔

[4] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۱۲، جلد ۳، صفحہ ۱۶۹۵۔

[5] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۰۱۲، جلد ۳، صفحہ ۱۶۹۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

عبادت کرنا تمہاری تمام زندگی کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے جھوٹے دعویدار جوان کے محبوب صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں وہ ان احادیث کریمہ سے سبق حاصل کریں۔ اپنی زبانوں کو روکیں کسی صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہہ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا نہ پہنچائیں اور نہ لعنت کے مستحق بنیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوال ائمہ

برادران ملت! حضرت علامہ علقمیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم پر واجب فرمایا کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے بارے میں اپنی زبان بند رکھیں ان کے درمیان جو لڑائیاں اور اختلافات واقع ہوئے جن کے سبب بہت سے صحابہ شہید ہوئے۔ تو یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا۔ لہٰذا ہم اپنی زبانوں کو ان سے ملوث نہیں کرتے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سب اس بارے میں ماجور ہیں کیونکہ ان سے جو کچھ صادر ہوا وہ ان کے اجتہاد پر مبنی تھا اور ظنی مسئلہ پر مجتہد اگر خطا بھی کرے تو مستحق ثواب ہے۔

اور علامہ مناویؒ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی ملحد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درپے ہو اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو انعامات عطا فرمائے ہیں ان کا انکار کرے تو یہ اس کی جہالت محرومیت، ناسمجھی اور ایمان کی کمی ہے۔ اس لئے کہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کوئی عیب پایا جائے تو دین کی بنیاد قائم نہیں رہے گی کیونکہ وہی ہم لوگوں تک دین کے پہنچانے والے ہیں۔ جب ناقلین ہی مجروح ہو گئے تو آیات واحادیث بھی محل طعن بنائیں گی اور اس میں لوگوں کی تباہی اور دین کی بربادی ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اور مبلغ کی تبلیغ کے صحیح ہونے کے لئے اس کا متقی پرہیزگار اور عادل ہونا ضروری ہے۔

اور علامہ بن حضرت مکیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمان پر لازم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ادب و احترام کرے۔ ان سے راضی ہو۔ ان کے فضائل وحقوق پہچانے اور ان کے اختلافات سے زبان روکے اس لئے کہ ان میں کسی نے بھی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کیا جسے وہ حرام سمجھتے ہوں بلکہ ان میں سے ہر ایک مجتہد ہے۔ پس وہ سب ایسے مجتہد ہیں کہ ان کے لئے ثواب ہے۔ حق تک پہنچنے والے کے لئے دس ثواب اور خطا کرنے والے کے لئے ایک ثواب ہے۔ عتاب، ملامت اور نقص ان سب سے مرفوع ہے۔ یہ بات اچھی طرح

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

ذہن نشین کر لے ورنہ تو پھسل جائیگا اور تیری ہلاکت وندامت میں کوئی کسر نہ رہ جائے گی۔

اور علامہ لقانی ؒ جوہرہ کی شرح کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان لڑائیوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات مشتبہ تھے۔ ان کے شدید اشتباہ کی بنا پر ان میں اجتہادی اختلاف پیدا ہو گیا اور ان کی تین قسمیں ہو گئیں۔ ایک قسم پر اجتہاد سے یہ ظاہر ہوا کہ حق اس طرف ہے اور مخالف باغی ہے۔ لہٰذا ان پر واجب تھا کہ ان کے عقیدے میں جو حق پر تھا اس کی امداد کرتے اور باغی سے جنگ کرتے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جس شخص کا یہ حال ہوا سے جائز نہیں کہ اس کے عقیدے میں جو لوگ باغی ہیں ان کے ساتھ جنگ کے موقع پر امام عادل کی امداد سے کنارہ کش ہو۔

دوسری قسم تمام امور میں پہلی قسم کے برعکس تھی۔ تیسری قسم وہ تھی جن پر معاملہ مشتبہ ہو گیا اور وہ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ ان پر کسی جانب کی ترجیح واضح نہ ہوئی تو وہ دونوں فریقوں سے الگ ہو گئے۔ ان کے لئے یہ علیحدگی ہی واجب تھی۔ اس لئے کہ کسی مسلمان سے جنگ اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ سب معذور اور ماجور ہیں۔ اسی لئے اہل حق اور وہ حضرات جو قابل اعتماد ہیں، اس بات پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ ان کی شہادت اور روایت مقبول ہے۔

اور علامہ ابن سبکی ؒ جوامع الجوامع میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر جری ہے اور دین کی کتنی کم پروا کرتا ہے۔ کیا اس خبیث نے، اس پر خدا کی لعنت ہو، یہ گمان کیا ہے کہ ایسے حضرات گالی کے مستحق ہیں اور وہ پاک و صاف اور تعریف کا مستحق ہے؟ ہرگز نہیں۔ بخدا اس کے منہ میں پتھر ہونا چاہیے، بلکہ جب اس کا یہ گمان ہو کہ یہ حضرات گالی کے مستحق ہیں تو ہمارا عقیدہ اس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ جلائے جانے بلکہ اس سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دی، اور انہیں برا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ، تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے)۔ [1]

اس حدیث شریف کی شرح میں امام مناوی ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حکم ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی شامل ہے جو قتل و قتال میں شامل ہوئے اس لئے کہ وہ ان لڑائیوں میں مجتہد اور تاویل کرنے

---

[1] المعجم الکبیر، حدیث ۱۳۴۹، جلد ۱۷، صفحہ ۱۴۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

والے ہیں۔ لہٰذا انہیں گالی دینا گناہ کبیرہ اور ان کو گمراہی یا کفر کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

اور حضرت قاضی عیاضؒ ''شفا شریف'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دینا اور ان کی تنقیص حرام ہے اس کا مرتکب ملعون ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں ''جس شخص نے کہا کہ ان میں سے کوئی ایک گمراہی پر تھا، اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے اس کے علاوہ انہیں گالی دی اسے سخت سزا دی جائے گی''۔

یہاں تک کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے رسالہ ''القام الحضر'' میں اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ کسی بھی صحابی کو گالی دینے والا فاسق ہے اگر اسے وہ حلال نہ جانے اور اگر وہ حلال جانے تو کافر ہے۔ اس لئے کہ اس توہین کا ادنیٰ درجہ حرام اور فسق ہے اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے۔ جب کہ دین میں اس کا حرام ہونا بداہۃً معلوم ہو اور صحابۂ کرام کو گالی دینے کی حرمت اسی طرح ہے۔

اور حضرت علامہ سعدالدین تفتازانیؒ تحریر فرماتے ہیں ''اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام امور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ اور فرماتے ہیں ''وَالتَّحۡقِیۡقُ اَنَّهُمۡ کُلُّهُمۡ عَدُوۡلٌ'' (تحقیق یہ ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں) اور ساری جنگیں اور اختلافات تاویل پر مبنی ہیں۔ ان کے سبب کوئی بھی عدالت سے خارج نہیں اس لئے کہ وہ مجتہد ہیں۔

برادران اسلام! یہ ائمہ کرام وعلمائے عظام جو آسمان ہدایت کے آفتاب و ماہتاب اور دین کے ستون ہیں ان کے ارشادات اور ان کی نصیحتوں پر عمل کرو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے صحابی کو برا بھلا کہہ کر فاسق و فاجر، مرتکبِ حرام اور مستحق سزا نہ بنو اور نہ اپنی عاقبت برباد کرو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت اور قرابت کے علاوہ اور بھی بہت سی فضیلتیں ثابت ہیں جن میں سے چند ذکر کی جاتی ہیں۔

آپ کے فضائل میں بہت سی احادیث کریمہ وارد ہیں۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اَللّٰهُمَّ عَلِّمۡ مُعَاوِیَةَ الۡکِتَابَ وَالۡحِسَابَ وَقِهِ الۡعَذَابَ'' (اے اللہ! تو معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب (قرآن کریم) اور حساب کا علم عطا فرما اور

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

انہیں عذاب سے بچا)۔[1]

اور حضرت عبد الرحمن بن ابو عمیرہ صحابی مدنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَھْدِیًّا وَاھْدِ بِہٖ'' (اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی اور مہدی بنادے، یعنی ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنادے، اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے)۔[2]

اور جب اللہ تعالیٰ اپنے پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہادی بھی ہوئے اور مہدی بھی اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت بھی ہوئی۔ تو ایسی ذات کو برا بھلا کہنا یقیناً اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔

اور ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ مصنف میں وطبرانی رحمہ اللہ معجم کبیر میں عبد الملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''یَا مُعٰوِیَۃُ اِذَا مَلَکْتَ فَاَحْسِنْ'' (اے معاویہ رضی اللہ عنہ! جب تم بادشاہ ہوجاؤ تو لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا)۔

انتباہ

1- عوام میں جو مشہور ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو کندھے پر لئے جارہے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنتی جہنمی کو لئے جارہے ہیں۔'' یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یزید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کے تقریباً ۱۵ سال بعد ۲۵ھ میں پیدا ہوا۔

2- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی رہے اور کاتبِ خطوط بھی۔ امام مفتی حریم احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری ''خلاصۃ السیر'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے۔ خلفائے رابعہ، عامر بن فہیرہ، عبد اللہ بن ارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سعید بن العاس، حنظلہ بن ربیع اسلمی، زید بن ثابت، شُرجیل بن حسنہ اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم۔ لیکن ان لوگوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت

---

[1] المعجم الکبیر، حدیث ۳۴۹، جلد ۱۷، صفحہ ۱۴۰۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۳۸۴۲، جلد ۶، صفحہ ۱۶۹۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

زید رضی اللہ عنہ اس خدمت کو زیادہ انجام دیتے تھے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی شرح میں فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب وحی رہے۔

3- حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ؟ تو حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''غُبَارٌ دَخَلَ فِیْ اَنْفِ فَرَسِ مُعَاوِیَۃَ حِیْنَ غَزَا فِیْ رِکَابِ رَسُوْلِ اللہِ اَفْضَلُ مِنْ کَذَا عُمَرَابْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ'' (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد کے موقع پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے افضل ہے)۔

برادرانِ اسلام! حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ وہ ہیں کہ جن کو امام الہدیٰ کہا جاتا ہے اور خلفائے راشدین میں پانچویں خلیفہ کی حیثیت سے ان کو شمار کیا جاتا ہے۔ اور جن کی زیارت کے لیے حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے تھے۔ مگر حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جیسے امام وقت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کے غبار کو بھی ان سے افضل بتاتے ہیں تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و عفت کا کیا کہنا۔ مگر افسوس کہ آج کل وہ لوگ جن کی حقیقت کچھ بھی نہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل بنتے ہیں بلکہ ان کی ذات پر سب و شتم اور لعن طعن بھی کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن عمران رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں یہ سنتے ہی علامہ ابن عمران رحمۃ اللہ علیہ غضبناک ہو گئے اور فرمایا ''لَا یُقَاسُ اَحَدٌ بِاَصْحَابِ النَّبِیِّ مُعَاوِیَۃُ صَاحِبُہٗ وَصِھْرُہٗ وَکَاتِبُہٗ وَاَمِیْنُہٗ عَلٰی وَحْیِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کسی کو قیاس نہیں کیا جائے گا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی، ان کے سالے، ان کے کاتب اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ہیں)۔

4- حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں تحریر فرماتے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہیں کہ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتا ہے۔[1]

5- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، محدثین عظام اور علمائے اسلام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں باوجود کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب سے خوب واقف تھے اور ان کے مابین جو واقعات رونما ہوئے انہیں اچھی طرح جانتے تھے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے کہا کہ امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جب فلاں مسئلہ میں انہوں نے یوں کیا تو آپ نے فرمایا ''اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ'' (انہوں نے ٹھیک کیا بیشک وہ فقیہ ہیں)۔[2] یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں وہ ثواب پائیں گے اگرچہ خطا کریں۔[3]

برادرانِ ملت! دیکھئے رئیس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو اجلۂ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایسے خاص ہیں کہ ان کے دشمن پر بہت سخت ہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو فقیہ و مجتہد مانتے ہیں۔ تو کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس جلیل القدر صحابیٔ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے نقشِ قدم کو چھوڑ کر شیطان کی اتباع کرتے ہیں۔ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے جا کلمات بولتے ہیں اور ان کی توہین و تنقیص کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور حضرت علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں '' مُعَاوِيَةُ ذُوْ الْمَنَاقِبِ الْجَمَّةِ '' (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے مناقب اور بڑی خوبیوں والے ہیں)۔ اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں '' اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَهُوَ مِنَ الْعُدُوْلِ الْفُضَلَاءِ وَالصَّحَابَةِ الْاَخْيَارِ '' (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عدول فضلاء اور بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں)۔[4]

اسی لئے تمام محدثین کرام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔ جس طرح دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں اسی طرح

---

[1] احکام شریعت، جلد ۱، صفحہ ۱۰۳۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۶۵، جلد ۵، صفحہ ۲۸۔

[3] مرقاۃ، جلد ۲، صفحہ ۱۶۰۔

[4] مرقاۃ، جلد ۲، صفحہ ۵۱۷۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ بھی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

6- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متقی، عادل اور ثقہ ہیں اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سائب بن یزید، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم جیسے فقیہ و مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ سے حدیثیں روایت کیں۔ اسی طرح حضرت جبیر، حضرت ابوادریس خولانی، حضرت سعید بن مسیب، حضرت خالد بن معدان، حضرت ابوصالح سمان، حضرت ہمام بن عتبہ اور حضرت قیس بن ابوحازم رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر تابعین فقہا اور علما نے آپ سے حدیثوں کی روایتیں لیں۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں مکروفریب اور فسق و فجور ہوتا جیسا کہ آج کل بعض جاہلوں نے سمجھ رکھا ہے تو یہ بڑے بڑے صحابہ و تابعین حضرات رضی اللہ عنہم ان سے حدیثوں کی روایتیں ہرگز قبول نہ کرتے۔

7- بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ محدثین کرام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کو قبول کیا اور اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا۔ ان میں خاص کر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ایسی محتاط ہستیاں ہیں کہ اگر کسی راوی میں ذرا بھی عیب پایا تو اس کی روایت لینے سے انکار کر دیا۔ تو ان بزرگوں کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کا قبول کر لینا بانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ ان سب کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ متقی، عادل، ثقہ اور قابلِ روایت ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کے سبب مرتبہ عدالت سے ساقط نہیں ہیں، ورنہ یہ حضرات ان کی روایتیں ہرگز قبول نہ فرماتے۔

8- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا اور معزول نہ فرمایا جب کہ آپ حاکموں کے حالات پر کڑی نگاہ رکھتے تھے اور ذرا سی لغزش پر معزول فرما دیتے تھے جیسے کہ معمولی شکایت پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسی بزرگ ہستی کو معزول فرما دیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے سخت گیر آدمی کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا حاکم مقرر فرمانا اور اپنی ظاہری حیات کے آخری لمحات تک اس اہم عہدے پر انہیں برقرار رکھنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت و رفعت اور ان کی امانت و دیانت کا کھلم کھلا اعلان ہے۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

9- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۶ ماہ امور خلافت انجام دینے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی پھر ان کے سالانہ وظیفے اور نذرانے قبول فرمائے۔ قسم ہے وحدہٗ لاشریک کی اگر حضرت امیر معاویہ باطل پرست ہوتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر کٹا دیتے مگر ان کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتے، اس لئے کہ

مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس فعل مبارک کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی ''اِبۡنِیۡ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللہَ اَنۡ یُّصۡلِحَ بِہٖ بَیۡنَ فِئَتَیۡنِ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ'' (میرا بیٹا یہ سردار ہے امید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا)۔[1]

اب اگر کوئی بد بخت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نا اہل قرار دے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر الزام آجائے گا کہ آپ نے نا اہل کو خلافت کیوں سپرد کی اور امت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں کیوں دی؟ جب کہ یہ سپردگی قلت و ذلت کی وجہ سے نہیں تھی۔ اس لئے چالیس ہزار سپاہی جان قربان کرنے کی بیعت آپ کے ہاتھ پر کر چکے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی سخاوت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سخاوت کا وصف بہت ممتاز تھا۔ آپ لوگوں کو بڑے بڑے انعام و اکرام سے نوازتے تھے، خصوصاً حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں گرانقدر نذرانے پیش کرتے تھے۔ حضرت ملا علی قاریؒ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے کہا ''لَاُجِیۡزَنَّكَ بِجَائِزَۃٍ لَمۡ اُجِزۡبِھَا اَحَدًا قَبۡلَكَ وَلَا اُجِیۡزُبِھَا اَحَدًا بَعۡدَكَ فَاَجَازَہٗ بِاَرۡبَعَ مِائَۃِ اَلۡفٍ فَقَبِلَھَا'' (میں آپ کی خدمت میں اتنی نذر پیش کروں گا کہ اس سے پہلے کسی کو اتنی نذر نہیں دی ہے اور نہ آئندہ کسی دوسرے کو دوں گا، پھر انہوں نے چار لاکھ درہم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے جنہیں آپ نے قبول

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۳۶۲۹، جلد ۴، صفحہ ۲۰۴۔

MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

فرمایا)۔[1]

برادران اسلام! ایک درہم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوا کرتا تھا چار لاکھ درہم کی کتنی چاندی ہوئی اور موجودہ بھاؤ سے اس کا کتنا روپیہ ہوا آپ لوگ بآسانی جوڑ سکتے ہیں۔ اتنی بڑی رقم اس افراط زر کے زمانہ میں ہوسکتا ہے بعض لوگوں کے نزدیک کوئی خاص وقعت نہ رکھتی ہو لیکن اس زمانہ میں جب کہ ایک پیسہ بڑی محنت کرنے کے بعد ملتا تھا چار لاکھ درہم بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

ابن عساکر کی روایت ہے کہ جنگ صفین کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے آپ سے کچھ روپیہ طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہیں دیا۔ انہوں نے کہا آپ اجازت دیجئے کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ۔ جب حضرت عقیل رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی بڑی عزت کی اور ایک لاکھ درہم نذرانہ پیش کیا۔[2]

علامہ محمد بن محمود آملی اپنی کتاب ''نفائس الفنون'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاضرین مجلس سے فرمایا ''مَنْ اَنْشَاَ شِعْرًا فِیْ مَدْحِ عَلِیٍّ کَمَا یَلِیْقُ بِهٖ اَعْطَیْتُهٗ بِکُلِّ بَیْتٍ اَلْفَ دِیْنَارٍ'' (جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ان کی شان کے لائق شعر کہے میں اسے ایک ہزار دینار دوں گا) ایک دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا تھا۔ حاضرین شعراء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے اور خوب انعام لئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر شعر پر فرماتے تھے ''عَلِیٌّ اَفْضَلُ مِنْهُ'' (علی اس سے بھی افضل ہیں)۔ یہاں تک کہ اسی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ شاعر کا ایک شعر آپ کو اتنا زیادہ پسند آیا کہ ایک ہی شعر پر اس کو سات ہزار دینار دیا۔

ان واقعات سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بے مثل سخاوت کے ساتھ یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان والوں کی آپ کے دل میں بڑی عزت تھی۔

---

[1] مرقاۃ، جلد ۹، صفحہ ۷۰۔

[2] الصواعق المحرقہ، صفحہ ۸۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

''طیوریات''میں سلیمان مخزومیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دربار عام کیا اور جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی غزلی شاعر کے ایسے تین اشعار کوئی سنائے جن میں یہ خوبی ہو کہ ہر شعر کا مطلب اسی شعر میں پورا ہو جاتا ہو۔لوگ یہ سن کر خاموش رہے اتنے میں حضرا ابو خُبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آ گئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیجئے عرب کے بسیار گو اور فصیح شخص آ گئے۔پھر آپ نے کہا اے ابو خبیب رضی اللہ عنہ! میں اس خوبی کے تین اشعار سننا چاہتا ہوں۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سناؤں گا لیکن ہر شعر کے بدلے میں ایک لاکھ درہم لوں گا۔آپ نے فرمایا مجھے منظور ہے پڑھو۔تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

بَلَوْتُ النَّاسَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ فَلَمْ اَرَ غَیْرَ خَیَّالٍ وَّ قَالٍ

(میں نے یکے بعد دیگرے بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں لیکن میں نے سوائے غدار و مکار اور دشمنی کرنے والے کے کسی کو نہیں دیکھا)۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سچ ہے اب دوسرا شعر پڑھو۔حضرت ابو خبیب رضی اللہ عنہ نے دوسرا شعر یہ پڑھا۔

وَلَمْ اَرَ فِی الْخُطُوْبِ اَشَدَّ وَقْعًا وَاَصْعَبَ مِنْ مَّعَادَاتِ الرِّجَالِ

(میں نے حوادث اور صعوبات زمانہ میں لوگوں کی دشمنی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا)

آپ نے فرمایا سچ ہے۔پھر تیسرا شعر پڑھنے کے لئے کہا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تیسرا شعر یہ پڑھا۔

وَ ذُقْتُ مَرَارَةَ الْاَشْیَاءِ طُرًّا فَمَا طَعْمٌ اَمَرُّ مِنَ السُّوَالِ

(میں نے ہر چیز کی تلخی کو چکھا ہے مگر کسی چیز کے مانگنے کی تلخی سے زیادہ کوئی چیز تلخ نہیں ہے)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بالکل سچ ہے۔پھر وعدہ کے مطابق حضرت ابو خبیب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو تین لاکھ درہم عطا فرمائے۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ حاکم کیسے بنے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کے حاکم یوں ہوئے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۴۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

زمانہ مبارک میں ملک شام فتح ہوا تو آپ نے دمشق کا حاکم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت یزید بن ابوسفیان کو مقرر فرمایا۔ اتفاق سے اپنے بھائی کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ملک شام گئے تھے جو انہیں کے پاس رہ گئے تھے۔ جب حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کر دیا۔ یہ تقرر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوا۔ آپ نے ان کے تقرر کو برقرار رکھا اور پورے عہد فاروقی میں وہ دمشق کے حاکم رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پورے ملک شام کا حاکم بنا دیا۔ پس آپ نے عہد فاروقی و عثمانی میں بحیثیت حاکم بیس سال حکومت کی اور پھر بعد میں بحیثیت خلیفہ بیس سال حکمران رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت

علامہ ابواسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''نورالعین فی مشھد الحسین'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو یزید نے پوچھا کہ ابا جان! آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا خلیفہ تو تو ہی بنے گا مگر جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سن۔ کوئی کام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے بغیر مت کرنا۔ انہیں کھلائے بغیر نہ کھانا۔ انہیں پلائے بغیر نہ پینا۔ سب سے پہلے ان پر خرچ کرنا پھر کسی اور پر۔ پہلے انہیں پہنانا پھر خود پہننا۔ میں تجھے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، ان کے گھر والوں اور ان کے کنبے بلکہ سارے بنی ہاشم کے لئے اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

اے بیٹے! خلافت میں ہمارا حق نہیں بلکہ وہ امام حسین، ان کے والد حضرت علی اور ان کے اہل بیت رضی اللہ عنہم کا حق ہے۔ تم چند روز خلیفہ رہنا پھر جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پورے کمال کو پہنچ جائیں تو پھر وہی خلیفہ ہوں گے یا جسے وہ چاہیں تاکہ خلافت اپنی جگہ پہنچ جائے ہم سب امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے نانا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں انہیں ناراض نہ کرنا ورنہ تجھ پر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوں گے۔ تو پھر تیری شفاعت کون کرے گا۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات

علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ماہ رجب

[1] امیر معاویہ پر ایک نظر، صفحہ ۹۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

۶۰ ھ میں لقوہ کی بیماری سے مقام دمشق میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۷۸ سال تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مرضِ وفات میں بار بار فرماتے تھے "یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ رَجُلًا مِّنْ قُرَیْشٍ بِذِیْ طُوًی وَلَمْ اَرَ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ شَیْئًا" (اے کاش! میں قریش کا ایک معمولی انسان ہوتا جو ذی طویٰ گاؤں میں رہتا اور ان جھگڑوں میں نہ پڑتا جن میں پڑ گیا)۔ اور بوقت وفات آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لنگی حضور کی چادر اور کرتا مبارک ہے۔ کچھ ان کے بال اور ناخن اقدس کے تراشے ہیں۔ مجھے کفن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتا پہنایا جائے حضور کی چادر میں لپیٹا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لنگی مجھے باندھ دی جائے اور ان کا اعضا پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک اور تراشۂ ناخن اقدس رکھ دیے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔[1]

آپ رضی اللہ عنہ کی کرامتیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صاحب کرامت صحابی ہیں۔ چنانچہ کتاب تطہیر الجنان میں سند صحیح سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا مکہ والوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ شریف سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا تو وہاں نہ کبھی خلافت ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔ اور مدینہ منورہ میں خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو وہاں سے خلافت نکل گئی اب کبھی وہاں خلافت نہ ہوگی۔

چنانچہ ایسا ہوا کہ اتنا زمانہ گزر گیا مگر آج تک حرمین شریفین دار الخلافت نہ بنا۔ مکہ معظمہ میں اگرچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا مگر وہ صرف خلافت کی صورت تھی حقیقت میں خلافت نہ تھی لیکن مدینہ منورہ میں آج تک صورۃً بھی خلافت نہ ہوئی کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا اور ان کے بعد کسی خلیفہ نے مدینہ منورۃ کو دار الخلافہ نہیں بنایا۔ اور یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کھلی ہوئی کرامت ہے۔[2]

اور آپ کی دوسری کرامت یہ ہے کہ جب آپ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو دعا فرمائی اے مولیٰ تعالیٰ! اگر یزید اس کا اہل نہ ہو تو اس کی سلطنت کامل نہ فرمانا۔ چنانچہ آپ کی دعا کے

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، جلد ۵، صفحہ ۶۲۸۔

[2] امیر معاویہ پر ایک نظر، صفحہ ۷۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

مطابق ہی ہوا کہ یزید پلید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد تین سال کچھ ماہ زندہ رہا۔ مگر اس کی سلطنت پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکی۔

اور آپ کی ایک کرامت وہ ہے جسے عارف باللہ مولانا جلال الدین محمد رومیؒ نے اپنی مثنوی شریف کے دفتر دوم میں تحریر فرمایا ہے۔

در خبر آمد کہ خالِ مومناں بود اندر قصرِ خود خُفتہ شباں

(حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومنوں کے ماموں یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رات کے وقت اپنے محل میں سوئے ہوئے تھے)

ناگہاں مردے او را بیدار کرد چشم چوں بُکشادِ پنہاں گشت مَرد

(اچانک ایک شخص نے ان کو بیدار کیا جب آپ کی آنکھ کھلی تو وہ چھپ گیا۔ پھر آپ نے پورے کمرہ میں غور سے نظر ڈالی تو دیکھا کہ کوئی پردے کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہا ہے)۔

گفت ہی تو کیستی نامِ تو چیست گفت نامم فاش ابلیسِ شقی ست

(آپ نے فرمایا اے چھپنے والے! تو کون ہے؟ اور تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا ظاہر نام ابلیس شقی ہے)۔

آپ نے فرمایا تو نے مجھے کیوں بیدار کیا؟)

گفت ہنگامِ نماز آخر رسید سوئے مسجد زود می بایَد دَوید

(ابلیس نے کہا کہ نماز کا وقت ختم ہو رہا ہے، آپ کو مسجد میں بہت جلد جانا چاہیے)

آپ نے فرمایا کہ تو کسی مسلمان کو بھلائی کی طرف ہرگز نہیں بلا سکتا۔ یقیناً تیری غرض کوئی اور ہوگی۔ اس نے کہا اس کے علاوہ میری کوئی غرض نہیں ہے۔ میں ہمیشہ اچھے لوگوں کو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہوں اور برے لوگوں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں۔

باغبانم شاخِ ترمی پَروَرم شاخہائے خشک را ہم می بُرم

(میں باغبان ہوں ہر شاخوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں اور سوکھی ٹہنیوں کو کاٹتا ہوں)

گر ترا بیدار کردم بہر دیں خوئے اصل من ہمیں ست و ہمیں

(اگر ہم نے آپ کو دین کے لئے بیدار کیا تو آپ تعجب نہ کریں، ہماری پرانی اور خاص عادت یہی ہے)

آپ نے فرمایا اے مکار! تو اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ سب فریب کی باتیں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہیں۔ سچ بتا کہ تو نے ہمیں بیدار کیوں کیا؟ جب تک تو سچی بات نہیں بتائے گا میں تجھے جانے نہیں دوں گا۔ آخر ابلیس سچی بات بتانے پر مجبور ہو گیا۔

از بُنِ دنداں بُگفتش اے فُلاں کردمت بیدار من از بہرِ آں

(دبی زبان سے اس نے کہا اے فلاں (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)! بیدار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ)

تارسی اندر جماعت در نماز از پئے پیغمبرِ دولت فراز

(آپ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز باجماعت ادا فرمالیں)

گر نماز فوت می شد ایں زماں می زدی از دودِ دل آہ و فغاں

(کیوں کہ اس وقت اگر نماز قضا ہو جاتی تو آپ دل سے آہ بکار کرتے)

آں تاسف واں فغان و آں نیاز درگزشتی ازدو صد رکعت سے زیادہ

(اس افسوس کرنے، رونے اور عاجزی کرنے سے آپ کو دوسو رکعت سے زیادہ کا ثواب مل جاتا، اور زیادہ ثواب ملنے سے مجھے تکلیف ہوتی اس لئے میں نے آپ کو بیدار کر دیا)

من حسودم حسد کردم چنیں من عَدُوّم کارِمن مکرست وکیں

(میں حاسد ہوں حسد سے میں نے ایسا کام کیا تا کہ ثواب زیادہ نہ ملنے پائے میں آپ کا دشمن ہوں، میرا کام مکاری اور فریب ہے)

فگفت اکنوں راست گفتی از تو ایں را لائقی

(آپ نے فرمایا اب تو نے سچ کہا اور اپنے اس بیان میں تو سچا ہے، تجھ سے یہی ہوگا اور تو اسی لائق ہے)

ابلیس جو کسی کے قبضہ میں نہیں آتا ہے، وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گرفت سے نہیں نکل سکا، اور نہ ان کو فریب دے سکا۔ یہ آپ کی واضح کرامت ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ پر کئے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات

برادران اسلام! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کچھ لوگ اعتراضات کرتے ہیں۔ ہم ان کے اعتراضات کو نقل کرنے کے بعد اپنے مدلل جوابات پیش کریں گے۔ آپ لوگ بغور سماعت فرمائیں۔

پہلا اعتراض

یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہزاروں مسلمانوں کو قتل کیا اور کروایا۔ اگر یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

سے جنگ نہ کرتے تو مسلمانوں کا اتنا قتل نہ ہوتا اور مومن کو قتل کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝" (جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب اور لعنت فرمائے گا اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے) (النساء: ۹۳)۔ لہٰذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے احکام میں داخل ہیں۔

جواب

اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ اول الزامی اور وہ یہ ہے کہ پھر تو حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم پر بھی یہی الزام عائد ہوسکتا ہے، اس لئے کہ ان لوگوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جس میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ جب کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ جنت کا ہونا اس لئے کہ ان کے جنتی ہونے پر قرآن کی آیت شاہد ہے۔ اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی قطعاً جنتی ہیں اس لئے کہ یہ دونوں حضرات عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب تحقیقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مومن کے قتل کی تین صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے قتل کو حلال سمجھے اور یہ کفر ہے۔ اس لئے کہ مومن کا قتل حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ اور آیت کریمہ میں قتل کی یہی صورت مراد ہے۔ اس لئے کہ کفر والا ہی جہنم میں ہمیشہ رہے گا نہ کہ ایمان والا۔ دوسرا یہ کہ مومن کے قتل کو حلال نہیں سمجھا مگر دنیاوی جھگڑے میں اسے قتل کر دیا۔ یہ کفر نہیں ہے بلکہ فسق اور گناہ کبیرہ ہے جیسے حلال نہ سمجھتے ہوئے شراب پینا اور اور نماز کا قصداً ترک کرنا اور تیسری صورت خطائے اجتہادی سے ایک مومن کا دوسرے مومن کو قتل کرنا۔ یہ نہ کفر ہے نہ فسق۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ اسی تیسری قسم میں داخل ہے آپ مجتہد تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان سے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اور مجتہد اگر اپنے اجتہاد میں خطا کرے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔

اگر ہمارا یہ جواب معترض کو تسلیم نہیں تو پھر یہی اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی ہوگا کہ انہوں نے بھی حضرت عائشہ و حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ میں بے شمار مومنوں کو قتل کیا اور کروایا۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

دوسرا اعتراض

یہ کیا جاتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں اہل بیت سے دشمنی تھی اس لیے انہوں نے اہل بیت کو ستایا۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت سے جنگ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "جس نے ان سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی" اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے والا مومن کب ہوسکتا ہے۔

جواب

اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں۔ اول الزامی اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم پر بھی یہی اعتراض وارد ہوگا کہ ان حضرات نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی ہے بلکہ کوئی مخالف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی کہہ سکتا ہے کہ ان کے دل میں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے بغض وعداوت تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا ہے "مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ "(جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے سبب ان سے بغض رکھا)۔ الغرض کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کا اعتراض کرنے سے بہت صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم پر اعتراض وارد ہوگا۔ خدائے تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

اب اس اعتراض کا دوسرا جواب تحقیقی ہے اور وہ یہ ہے کہ مخالفت اہلِ بیت کی تین قسمیں ہیں۔ اول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت ہونے کی بنیاد پر ان سے جلنا اور یہ کفر ہے۔ کیونکہ اس بنیاد پر ان سے جلنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی خبر دیتا ہے جو کفر ہے۔ دوسرے کسی دنیاوی وجہ سے ناراض ہونا اگر اس میں نفسانیت شامل ہے تو گناہ ہے ورنہ نہیں۔ جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مابین خانگی معاملات میں بارہا شکر رنجی ہوئی ہے۔ تیسرے خطائے اجتہادی کی بنیاد پر اہل بیت سے نااتفاقی ہو جائے، یہ نہ کفر ہے اور نہ گناہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تمام جنگیں اسی تیسری قسم کی تھیں۔ ان سب کے سینے ایک دوسرے کے کینے سے پاک تھے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی "صحیح بخاری" میں روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت

---

۱ صحیح بخاری، حدیث ۳۸۶۲، جلد ۶، صفحہ ۱۷۹۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا ''اِسْأَلْ عَنْهَا عَلِيًّا فَهُوَ اَعْلَمُ ''(اس مسئلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو کہ وہ بڑے عالم ہیں)۔ اس نے کہا آپ ہی مسئلہ بتادیں کہ آپ کا جواب مجھے ان کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کہ تو نے بہت بری بات کہی ہے، کیا تو ان سے نفرت کرتا ہے جن کی عزت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے اور جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ (تو میرے لیے ایسے ہے جیسے ہارون اور موسیٰ علیہما السلام تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)۔ اے شخص! سن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حل کراتے تھے اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اس سے فرمایا ''قُمْ لَا اَقَامَ اللّٰهُ رِجْلَيْكَ ''(تو میرے پاس سے اٹھ جا، اللہ تعالیٰ تیرے پیروں کو قیام نصیب نہ فرمائے)۔ وہ شخص آپ کے یہاں سے وظیفہ پاتا تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں اس بے ادبی کے سبب آپ نے اس کا نام وظیفہ پانے والے رجسٹرڈ سے خارج کروادیا۔[1]

اور محمد بن محمود آملی رحمۃ اللہ علیہ نے ''نفائس الفنون'' میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا علی شیر تھے۔ علی چودھویں رات کا چاند تھے اور علی رحمت خدا کی بارش تھے۔ حاضرین میں سے کسی شخص نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ تو آپ نے فرمایا ''خُطُوْطٌ مِّنْ عَلِيٍّ خَيْرٌ مِّنْ اٰلِ اَبِيْ سُفْيَانَ ''(علی کے نقش قدم ابوسفیان کی آل سے بہتر ہیں)۔ رضی اللہ عنہم۔

اور شیخ نورالحق رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کے ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی نے حضرت طلحہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھے ان کی لاش کو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

اور علامہ فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف ''نبراس'' لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل سے الگ ہوکر نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک سپاہی عمرو بن جرموز نے ان کو شہید کردیا اور جب ان کی تلوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ''بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنِ صَفِيَّةَ بِالنَّارِ ''(ابن صفیہ یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۲۴۰۴، جلد ۴، صفحہ ۱۸۷۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

جہنم کی خوش خبری دے دو)۔ یہ سن کر عمر بن جرموز نے کہا اے علی رضی اللہ عنہ! آپ کا معاملہ عجیب ہے۔ اگر ہم آپ سے لڑیں تو جہنمی اور آپ کی طرف سے لڑیں تو جہنمی۔ یہ کہہ کر غصہ میں اس نے اپنے پیٹ میں تلوار گھونپ کر خودکشی کر لی۔

ان واقعات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ضرور ہوا مگر وہ ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے، آپس میں محبت رکھتے تھے، ان کے سینے ایک دوسرے کے بغض و عداوت اور کینے سے پاک تھے جیسے کہ بھائی بھائی میں اختلاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نوبت لڑائی تک پہنچ جاتی ہے مگر ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف اور چیز ہے اور بغض و عداوت اور چیز ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف رہا مگر کینہ اور بغض نہیں رہا۔

اختلاف کی وجہ

برادران ملت! حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کو مصر کے بلوائیوں نے گھیر لیا، ان پر پانی بند کر دیا اور پھر ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ان سے خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کیا گیا مگر وہ بعض مصلحتوں کی بنا پر قاتلین سے قصاص نہ لے سکے۔ جب یہ خبر ملک شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مدینہ طیبہ میں شہید کر دیا جانا بہت اہم معاملہ ہے۔ لہٰذا جلد سے جلد قاتلین کو پوری سزا دی جائے اور ان پر قصاص جاری کیا جائے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود حالات سے مجبور تھے اس لئے وہ قاتلین کو کوئی سزا نہیں دے سکے۔ عبداللہ بن سبا کا گروہ جو اس فتنہ کی جڑ تھا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کرنا چاہتا تھا ان میں سے بہت سے لوگوں نے ملک شام پہنچ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ یقین دلایا کہ علی رضی اللہ عنہ قصاص لینے میں کوتاہی کر رہے ہیں، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلسل کئی قاصدوں کو بھیج کر قصاص کا شدت سے مطالبہ کیا۔ اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اب بھی قاتلین پر قصاص جاری نہ کر سکے تو اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ علی رضی اللہ عنہ خلافت کے لائق نہیں کیونکہ جب ایسے اہم کام کا وہ قصاص نہیں لے سکتے اور

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

قاتلین کو کوئی سزا نہیں دے سکتے تو خلافت کے دیگر امور وہ کیا انجام دے سکتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کی اصل وجہ یہی ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین بھی اسی بنیاد پر اختلاف ہوا۔

تیسرا اعتراض

جو بہت اہم سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ اس میں انہوں نے تین غلطیاں کیں۔ اول یہ کہ خلیفہ کا انتخاب عام لوگوں کی رائے سے ہونا چاہیے انہوں نے یزید کو خود کیوں خلیفہ بنا دیا۔ دوسرا یہ کہ اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا قانون اسلام کے خلاف ہے۔ تیسرا یہ کہ یزید جیسے فاسق و فاجر کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور دے دینا ان کا سب سے بڑا جرم ہے۔ کربلا کے سارے واقعات کی ذمہ داری انہیں پر ہے۔ اگر وہ یزید کو خلیفہ نہ بنائے ہوتے تو کربلا کا ایسا دردناک واقعہ نہ ہوتا۔ اور جب یزید جیسے فاسق و فاجر کو نماز کا امام بنانا درست نہیں تو اسے امام المسلمین بنانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

جواب

خلیفہ کا اپنی زندگی میں دوسرے کو خلیفہ بنانا جائز ہے اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ رہا اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا تو یہ قرآن و حدیث سے منع نہیں اسی لئے آج کل عام طور پر صوفیا و مشائخ اپنی اولاد کو اپنا جانشین بناتے ہیں۔ جن لوگوں کو بیٹے کے جانشین بنانے پر اعتراض ہے وہ قرآن و حدیث سے اس کا غلط ہونا ثابت کریں۔ رہی یہ دلیل کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اپنے بیٹے کو جانشین مقرر نہیں کیا اس لئے یہ ناجائز ہے۔ تو یہ دلیل غلط ہے اس لئے کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے نہ کرنے کے سبب اگر ناجائز ہو جائے تو انہوں نے بہت سے کام نہیں کیے ہیں جیسے قرآن مجید پر اعراب لگانا، حدیث شریف کو کتابی شکل میں جمع کرنا اور فقہ کی تدوین وغیرہ یہ سب کام ناجائز ہو جائیں گے۔

رہا یزید کا فسق و فجور تو یہ نہیں ثابت نہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یزید فاسق و فاجر تھا اور نہ یہ ثابت ہے کہ انہوں نے یزید کو فاسق و فاجر جانتے ہوئے اپنا جانشین بنایا۔ یزید کا فسق فجور دراصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ظاہر ہوا۔ اور فسق و فجور ظاہر ہونے کے بعد فاسق قرار دیا جاتا ہے، نہ کہ پہلے دیکھئے ابلیس لعین پہلے معلم الملکوت اور عزت و عظمت والا تھا

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

پھر جب اس سے کفر ظاہر ہوا تب اسے کافر قرار دیا گیا۔ تو فسق ظاہر ہونے سے پہلے یزید کو فاسق کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیسے موردِ الزام ہو سکتے ہیں۔

اگر کوئی روایت ایسی ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کے فسق و فجور کی خبر تھی اس کے باوجود انہوں نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کیا تو وہ روایت جھوٹی ہے اور اس کا راوی کذاب ہے اس لئے کہ وہ صحابی کا فسق ثابت کرتا ہے جب کہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا عادل متقی اور پرہیزگار ہونا جمہور کے نزدیک مسلم ہے۔

رہی یہ بات کہ یزید کو خلیفہ بنانے کے سبب کربلا کے سارے واقعات کی ذمہ داری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہے، تو کوئی کہہ سکتا ہے نہیں بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر ہے اس لئے کہ چالیس ہزار سپاہی جنہوں نے جان قربان کرنے کی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اگر آپ ان کو لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرتے تو اسی زمانہ میں ان کا قلع قمع ہو جاتا۔ یزید کو سارے ممالک اسلامیہ کے خلیفہ بنائے جانے کا سوال ہی نہیں رہ جاتا مگر اس کی بجائے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے سپرد کر دی اور انہوں نے یزید کو اپنا جانشین بنا دیا تو دراصل واقعہ کربلا کی ساری ذمہ داری امام حسن رضی اللہ عنہ پر ہے۔

اور پھر کوئی یہ بھی کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا جب بچہ پیدا ہوا اور وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بچے کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا ''اِذْھَبِیْ بِاَبِی الْخُلَفَاءِ'' (خلفاء کے باپ کو لے جا)۔ پھر فرمایا '' ھٰذَا اَبُوْ الْخُلَفَاءِ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُمُ السفاحُ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُمُ الْمَھْدِیْ '' (یہ خلفاء کا باپ ہے انہیں میں سے سفاح ہوگا انہیں میں سے مہدی)۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی پیٹھ سے کئی پشت کے بعد پیدا ہونے والوں کے بارے میں بتا دیا کہ وہ خلیفہ ہونگے اور ان کے نام بھی بتا دیئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خوب جانتے تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پشت سے یزید پیدا ہوگا تو انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیوں نہیں وصیت کر دی کہ تم یزید کو خلیفہ ہرگز مت بنانا۔ اور جب ساری باتوں کو جانتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع نہیں فرمایا تو واقعات کربلا کی ساری ذمہ داری انہی پر ہے۔

اور پھر کوئی بدبخت یہ بھی کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے یزید کو پیدا ہی کیوں کیا تھا۔ اور اگر پیدا کر دیا

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی زندگی میں اس پر موت واقع کر دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ تو اس میں کسی کی کوئی خطا نہیں ہے۔ کربلا کے خونی واقعہ کی ساری ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔

برادران اسلام! دیکھا آپ لوگوں نے کہ اعتراض کرنے والے کہاں تک پہنچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدائے تعالیٰ کو بھی نہیں چھوڑا اور ان پر بھی اعتراض کر دیا۔ لہٰذا اے ہمارے سنی بھائی! سلامتی اس میں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلافات ہوئے ہیں ان میں بحث نہ کرو ان کا معاملہ خدائے تعالیٰ کے سپرد کرو کہ اس میں پڑنے سے ایمان جانے کا اندیشہ ہے۔

غنیۃ الطالبین جو شیخ عبدالقادر جیلانی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف مشہور ہے اس کے صفحہ ۱۷۴ کے ارشاد کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سے جو کچھ کیا ہے اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تمام جنگوں میں بحث کرنے سے باز رہنا چاہیے اس لئے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے جنگ کرنے میں حق پر تھے اور جو کوئی ان کی اطاعت سے خارج ہوا اور ان کے مقابل جنگ آزما ہوا اس نے امام برحق سے بغاوت کی لہٰذا اس سے جنگ جائز ہوئی۔ اور جن لوگوں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جیسے حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کیا جو کہ خلیفہ برحق اور مظلوم ہو کر شہید کئے گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک صحیح تاویل کی طرف گئے۔

اور اسی غنیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۷۸ پر ہے کہ سارے اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جنگوں میں بحث سے باز رہا جائے، اور انہیں برا کہنے سے پرہیز کیا جائے۔ ان کے فضائل اور ان کی خوبیاں ظاہر کی جائیں اور ان بزرگوں کا معاملہ رب کے سپرد کیا جائے جیسے وہ اختلافات جو حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت معاویہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم میں واقع ہوئے۔

اور حضرت امام اعظم حنفیہ رضی اللہ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں "نَتَوَلّٰهُمْ جَمِيْعًا وَلَا نَذْكُرُ الصَّحَابَةَ اِلَّا بِخَيْرٍ" (ہم اہل سنت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور انہیں بھلائی سے ہی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

یاد کرتے ہیں)۔[1]

اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ جو اکابرین اولیاء میں سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں ''خلفائے و نزاع کے درمیان اصحاب واقع شدہ بود محمول بر ہوائے نفسانی نیست درصحبت خیر البشر نفوس ایشاں بتزکیہ رسیدہ بودند'' (جو جھگڑے اور لڑائیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوئیں وہ نفسانیت کی بنا پر نہ تھیں اس لئے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نفوس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے پاک ہو چکے تھے)۔

برادران اہلسنت! آپ لوگوں نے حضرت غوث اعظم، حضرت امام اعظم اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم کے ارشادات مبارکہ کو سن لیا۔ اگر واقعی آپ ان بزرگوں کے ماننے والے ہیں اور ان سے محبت کرنے والے ہیں تو ان کے فرمان پر عمل کریں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور کسی صحابی سے بغض و عناد نہ رکھیں، سب سے محبت کریں اور سب کو بھلائی ہی سے یاد کریں، کسی بھی صحابی پر لعن طعن نہ کریں کیونکہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناراضگی کا سبب ہے۔

جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ و اصحابہ اجمعین و بارک وسلم۔

[1] الفقہ الاکبر، امام ابوحنیفہ، متوفی ۱۵۰ھ، جلد ۱، صفحہ ۴۳، مکتبۃ الفرقان۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

الحمد للہ رب المشرقین ورب المغربین والصلاۃ والسلام علی نبیناجد الحسن والحسین وعلی الہ و اصحابہ الذین فازوافی الدارین ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (المائدہ:۱۰۰) صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک لمن الشاھدین و الشاکرین و الحمد للہ رب العلمین

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر ساری کائنات کے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں بلند آواز سے درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللہ علی النبی الامی و الہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃً و سلامًا علیك یا رسول اللہ۔

حضرات! حمد و صلاۃ کے بعد قرآن مقدس کی آیت کریمہ کے جس ٹکڑے کی تلاوت کا شرف ہم نے حاصل کیا ہے یعنی ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ'' (المائدہ:۱۰۰) اس کا ترجمہ یہ ہے (اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے پاس نور آ گیا)۔ اس آیت کریمہ میں ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور فرمایا گیا ہے۔ اور نور وہ ہے جو خود روشن و چمکدار ہو اور دوسروں کو روشن و چمکدار بنائے۔ دیکھئے آفتاب نور ہے جو روشن و تابناک ہے اور جس پر وہ اپنا عکس ڈالتا ہے اسے بھی روشن و تابناک بنا دیتا ہے مگر وہ صرف ظاہر کو چمکاتا ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے نور ہیں جو ظاہر باطن دونوں کو چمکاتے ہیں۔ تو جو لوگ اس نور سے چمکے وہ خوب چمکے۔ پھر ان میں جو نور کی گود میں کھیل کر بڑے ہوئے یعنی نواسۂ رسول سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تو وہ ایسے چمکے کہ اپنے تو اپنے اغیار کی آنکھیں بھی ان کی چمک سے چکاچوند ہیں اور یزیدیوں کی ہزار مخالفت کے باوجود انشاءاللہ وہ قیامت تک ایسے ہی چمکتے رہیں گے۔ اللّٰھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی ال سیدنا و مولانا محمد و بارك وسلم۔

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت

برادران ملت! سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان دی، منہ میں لعاب دہن

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ڈالا اور آپ کے لئے دعا فرمائی۔ پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رضی اللہ عنہ رکھا اور عقیقہ کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سبط رسول و ریحانۃ الرسول ہے۔ حدیث شریف میں ہے، رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبر و شبیر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انہیں کے نام پر حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا"۔[1]

اسی لئے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو شبر و شبیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سُریانی زبان میں شبر و شبیر اور عربی زبان میں حسنین رضی اللہ عنہما دونوں کے معنیٰ ایک ہیں۔ اور حدیث میں ہے "اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ" (حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں)۔ عرب کے زمانۂ جاہلیت میں یہ دونوں نام نہیں تھے۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفضل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی رکھے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما رکھا۔

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چچی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آج میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے کہ جس سے میں ڈر گئی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تو نے کیا دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہ بہت سخت ہے جس کے بیان کی میں اپنے اندر جراٴت نہیں پاتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بیان کرو تو انہوں نے عرض کیا میں نے یہ دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا تمہارا خواب بہت اچھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور وہ ہی تمہاری گود میں دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کی گود میں دیئے گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل

برادران اسلام! حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ آپ حضرات پہلے ان روایتوں کو سماعت فرمائیں جو صرف آپ کے مناقب میں ہیں۔ پھر جو حدیثیں دونوں شہزادوں کے فضائل کو شامل ہیں وہ بعد میں پیش کی جائیں گی۔

---

[1] الصواعق المحرقہ، صفحہ ۱۱۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت یعلیٰ بن مُرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ'' (حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں)۔[1] یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسین رضی اللہ عنہ سے انتہائی قرب ہے گویا کہ دونوں ایک ہیں تو حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے حسین رضی اللہ عنہ سے دوستی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوستی ہے، حسین رضی اللہ عنہ سے دشمنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑائی کرنا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''اَحَبَّ اللهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا'' (جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی)۔[2] اس لئے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسے پسند ہو کہ وہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا پھر فرمایا ''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهٗ'' (اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت فرما کہ جو اس سے محبت کرے)۔[3]

معلوم ہوا کہ حضور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کریں بلکہ خدائے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والے سے بھی محبت فرما۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے ''یَمْتَصُّ لُعَابَ

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۷۵، جلد ۶، صفحہ ۱۲۳۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۷۵، جلد ۶، صفحہ ۱۲۳۔

[3] مسند احمد، حدیث ۷۳۹۸، جلد ۱۲، صفحہ ۳۶۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

الْحُسَیْنِ کَمَا یَمْتَصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَۃَ“

اور مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ”ھٰذَا اَحَبُّ اَھْلِ السَّمَاءِ الْیَوْمَ “(آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں)۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پیدل چل کر پچیس حج کئے، آپ بڑی فضیلت کے مالک تھے اور کثرت سے نماز، روزہ، حج، صدقہ اور دیگر امورِ خیر ادا فرماتے تھے۔

حضرت علامہ جامیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اپنے بائیں جانب بیٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدائے تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس جمع نہ رہنے دے گا ان میں سے ایک کو واپس بلا لے گا۔ اب ان دونوں میں سے جسے آپ چاہیں پسند فرمالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر حسین رضی اللہ عنہ رخصت ہوجائیں تو ان کی جدائی میں فاطمہ و علی رضی اللہ عنہما کو تکلیف ہوگی اور میری بھی جان سوزی ہوگی اور اگر ابراہیم علیہ السلام وفات پاجائیں تو زیادہ غم مجھی کو ہوگا اس لئے مجھے اپنا غم پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وفات پاگئے۔

اس کے بعد جب بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحبا فرماتے پھر ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے اور لوگوں سے مخاطب ہوکر فرماتے کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ پر اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کو قربان کردیا ہے۔

اب وہ روایتیں ملاحظہ فرمائیں جو دونوں صاحبزادوں کے فضائل پر مشتمل ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ “(حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں)۔[1]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ھُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا“ (حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دنیا کے میرے دو پھول ہیں)۔[2]

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۶۸، جلد ۶، صفحہ ۱۱۷۔

[2] صحیح بخاری، حدیث ۳۷۵۳، جلد ۵، صفحہ ۲۷۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اورحضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی ضرورت سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ باہر تشریف لائے تو کسی چیز کو اٹھائے ہوئے تھے جسے میں نہیں جان سکا۔ جب عرض حاجت سے میں فارغ ہوا تو دریافت کیا حضور یہ کیا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ نے چادر مبارک ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پہلوؤں میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ آپ نے فرمایا ''ھٰذَان اَبْنَایَ وَابْنَا اِبْنَتِیْ'' (یہ دونوں میرے بیٹے اور میرے نواسے ہیں)۔[1] اور پھر فرمایا ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا'' (اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان سے محبت کرتا ہے ان کو بھی محبوب رکھ)۔[2]

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ایک کندھے پر حضرت حسن کو اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہمارے قریب تشریف لے آئے اور فرمایا ''مَنْ اَحَبَّھُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ'' (جس نے ان دونوں سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی)۔[3]

اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ آپ کے دونوں نواسے ہیں انہیں کچھ عطا فرمایئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اَمَّا حَسَنٌ فَلَهٗ هَیْبَتِیْ وَسُوْدَدِیْ وَاَمَّا حُسَیْنٌ فَلَهٗ جُزْأَتِیْ وَجُوْدِیْ'' (حسن رضی اللہ عنہ کے لئے میری ہیبت وسیادت ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کے لئے میری جرأت وسخاوت ہے)۔[4]

اورحضرت جعفر صادق بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کم سنی کے زمانہ میں ایک دوسرے سے کشتی لڑ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۶۹، جلد ۶، صفحہ ۱۱۸۔

[2] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۶۹، جلد ۶، صفحہ ۱۱۸۔

[3] مسند احمد، حدیث ۷۸۷۶، جلد ۱۳، صفحہ ۲۶۰۔

[4] مسند احمد، حدیث ۷۸۷۶، جلد ۱۳، صفحہ ۲۶۰۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہوئے یہ کشتی ملاحظہ فرمار ہے تھے۔تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ لو۔حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا جب یہ سنا تو انہیں تعجب ہوا اور عرض کیا ابا جان! آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لو۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوسری طرف جبریل علیہ السلام حسین رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ لو۔

یزیدی آنکھیں کھول کر دیکھ لیں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا وہ مقام ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آکر ان کے درمیان کشتی لڑا رہے ہیں۔

اور حضرت علامہ نسفیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے دو تختیاں لکھیں ہر ایک نے کہا کہ ہماری تحریر اچھی ہے۔تو فیصلے کے لئے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔آپ نے بڑے حیرت انگیز فیصلے فرمائے ہیں مگر یہ فیصلہ نہ فرما سکے اس لئے کہ کسی صاحبزادے کی دل شکنی منظور نہ تھی۔فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔دونوں شہزادے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اماں جان! آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس نے اچھا لکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ نہیں کرسکوں گی۔اس معاملہ کو تم لوگ اپنے نانا جان کے پاس لے جائیں تو وہ نانا جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ نانا جان آپ فیصلہ فرمادیں کہ ہم میں سے کس کی تحریر اچھی ہے؟ ساری دنیا کا فیصلہ فرمانے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوچا کہ اگر حسن کی تحریر کو اچھی کہوں تو حسین کو ملال ہوگا اور حسین کی تحریر کو عمدہ کہوں تو حسن کو رنج ہوگا اور کسی کا رنجیدہ ہونا انہیں گوارا نہیں تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ جبریل علیہ السلام کریں گے۔حضرت جبریل علیہ السلام بحکم رب جلیل نازل ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کا فیصلہ خداوند قدوس فرمائے گا میں اس کے حکم سے ایک سیب لایا ہوں۔اس نے فرمایا ہے کہ میں اس جنتی سیب کو تختیوں پر گراؤں گا۔جس تختی پر یہ سیب گرے گا فیصلہ ہوجائے گا کہ اس تختی کی تحریر اچھی ہے۔اب دونوں تختیاں اکٹھی رکھی گئیں اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اوپر سے ان تختیوں پر سیب گرایا۔اللہ تعالیٰ کے حکم سے راستہ ہی میں سیب کٹ کر آدھا ایک تختی پر اور دوسرا آدھا دوسری تختی پر گرا۔اس طرح احکم الحاکمین جل جلالہٗ نے فیصلہ فرمادیا کہ دونوں شہزادوں کی تحریریں اچھی ہیں اور کسی ایک کی تحریر کو اچھی قرار دے کر دوسرے کی دل شکنی کرنے کو گوارا نہ فرمایا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

خداوند قدوس کی بارگاہ میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا یہ مقام ہے مگر افسوس ہے مخالفین کو ان کی عظمت و رفعت نظر نہیں آتی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی شہرت

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی بھی شہرت عام ہوگئی۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ زہراء اور دیگر صحابہ کبار و اہل بیت کے جاں نثار رضی اللہ عنہم سبھی لوگ آپ کے زمانۂ شیر خوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا جیسا کہ ان احادیث کریمہ سے یہ ثابت ہے جو آپ کی شہادت کے بارے میں وارد ہیں۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا۔ پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے لگا تار آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ ''اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ هٰذَا'' (میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی)۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ پھر جبریل علیہ السلام میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹی بھی لائے۔[1]

اور ابن سعدؒ و طبرانیؒ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ''اِنَّ اِبْنِیْ اَلْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بَعْدِیْ بِاَرْضِ الطُّفِ'' (میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ میرے بعد ارض طف میں قتل کیا جائے گا)۔[2] اور جبریل علیہ السلام میرے پاس وہاں کی یہ مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین رضی اللہ عنہ کی خوابگاہ (مقتل) کی مٹی ہے (ا) طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۱۸۰، جلد ۳، صفحہ ۱۷۴۱۔

[2] الصواعق المحرقہ، جلد ۲، صفحہ ۵۶۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

میں حاضری دینے کے لئے خداوند قدوس سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے۔ فرشتہ سرخ مٹی لایا جسے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ام مسلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیا گیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہوگئی۔[1]

اور ابن سعدؒ حضرت شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گزر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام دریافت فرمایا۔ لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے۔ کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تھے انہوں نے مجھے خبر دی ''اِنَّ وَلَدِی الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِیِٔ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَہٗ کَرْبَلَاء'' (میرا بیٹا حسن رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے اس جگہ پر شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں)۔

اور ابونعیم اصبغ بن نباتہؒ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبرگاہ سے گزرے تو آپ نے فرمایا شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر ان کے کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے۔ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت جوان اس میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔[2]

ان احادیث کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کا بارہا ذکر فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عہد طفلی ہی میں خوب مشہور ہو چکی تھی اور سب کو معلوم

---

[1] الصوائق المحرقہ، جلد ۲، صفحہ ۵۶۴۔

[2] الخصائص الکبریٰ، امام جلال الدین السیوطی، متوفی ۹۱۱ ھ، جلد ۲، صفحہ ۲۱۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-ULOOM-ISLAMIA ACADEMY

ہو گیا تھا کہ آپ کے شہید ہونے کی جگہ کربلا ہے بلکہ اس کے چپے چپے کو پہچانتے تھے اور انہیں خوب معلوم تھا کہ شہدائے کربلا کے اونٹ کہاں باندھے جائیں گے، ان کا سامان کہاں رکھا جائے گا اور ان کے خون کہاں بہیں گے؟

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاں وہ نبی کہ خداوند قدوس جن کی رضا جوئی فرماتا ہے ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿﴾'' جن کا حکم بحر و بر میں نافذ ہے، جنہیں شجر و حجر سلام کرتے ہیں، چاند جن کے اشاروں پر چلا کرتا ہے، جن کے حکم سے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے بلکہ بحکم الٰہی کونین کے ذرہ ذرہ پر جن کی حکومت ہے۔ وہ نبی پیارے نواسے کے شہید ہونے کی خبر پاکر آنکھوں سے آنسو تو بہاتے ہیں مگر نواسے کو بچانے کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا نہیں فرماتے اور نہ حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حسین رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت نے تو دل وجگر پارہ پارہ کر دیا آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ کو اس حادثہ سے محفوظ رکھے۔ اور اہل بیت، ازواج مطہرات اور صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم سب لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر سنتے ہیں مگر اللہ کے محبوب پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی دعا کی درخواست پیش نہیں کرتا جب کہ آپ کی دعا کا حال یہ ہے کہ۔

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا　دلہن بن کے نکلی دعائے محمد
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا　بڑھی ناز سے جب دعائے محمد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بچانے کیلئے دعا نہیں فرمائی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے اس کے بارے میں دعا کرنے کی درخواست پیش کی، صرف اس لئے کہ حسین رضی اللہ عنہ کا امتحان ہو ان پر تکالیف ومصائب کے پہاڑ ٹوٹیں اور وہ امتحان میں کامیاب ہو کر اللہ کے پیارے ہوں کہ اب نبی کوئی ہو نہیں سکتا تو نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ اس طرح بلند سے بلند ہو جائے اور رضائے الٰہی حاصل ہونے کے ساتھ دنیا و آخرت میں ان کی عظمت و رفعت کا بول بالا بھی ہو جائے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

برادران اسلام! بعض گستاخ جو اعتراض کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے نواسے کو قتل سے نہیں بچا سکے تو دوسرے کو کسی مصیبت سے کیا بچا سکتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

کہ اللہ کے محبوب پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہونے سے بچانے کی کوشش ہی نہیں فرمائی اس لئے کہ آپ نے ان کے لئے قتل سے محفوظ رہنے کی دعا ہی نہیں کی۔ اور جب آپ ان کو شہید ہونے سے بچانے کی کوشش ہی نہیں فرمائی تو پھر یہ کہنا ہی سرے سے غلط ہے کہ وہ اپنے نواسے کو قتل سے نہیں بچا سکے۔ جیسا کہ ہمارا کوئی آدمی دریا میں ڈوب رہا ہو اور ہمارے پاس ڈوبنے سے بچانے کے لئے کشتی وغیرہ تمام سامان مہیا ہوں مگر ہم بچانے کی کوشش نہ کریں تو یہ کہنا غلط ہے کہ ہم بچا نہ سکے۔ ہاں اگر ہم بچانے کی کوشش کرتے اور نہ بچا پاتے تو البتہ یہ کہنا صحیح ہوتا کہ ہم نہیں بچا سکے۔ تو اللہ کے محبوب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے کو بچانے کی قدرت رکھنے کے باوجود ان کو بچانے کی کوشش نہیں فرمائی۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ ان کو نہیں بچا سکے۔ خدائے تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

اور بعض گستاخ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور صحابی ہیں جن کے درجہ کو بڑا سے بڑا ولی اور غوث وقطب نہیں پہنچ سکتا۔ جب وہ اپنی اور اپنے عزیز واقارب کی جان نہیں بچا سکے تو دوسرا کوئی غوث وقطب کسی کی کیا مدد کر سکتا ہے تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں اپنی جان بچانے نہیں گئے تھے بلکہ اپنی جان دے کر اسلام بچانے گئے تھے۔

اور جان بچانے کا راستہ تو آپ کے لئے ہمیشہ کھلا ہوا تھا اس لئے کہ جان بچانے کے لئے جب حرام قطعی کا کھانا پینا اور جھوٹ بولنا جائز ہو جاتا ہے تو آپ جان بچانے کی خاطر تھوڑی دیر کے لئے یزید کی جھوٹی بیعت کر لیتے اور جب دشمن کی گرفت سے آزاد ہو جاتے تو انکار کر دیتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو جان بچانا نہیں تھا بلکہ جان دے کر اسلام کو بچانا تھا۔

اور رہی عزیز واقارب کی جان بچانے کی بات۔ تو آپ کے جو عزیز واقارب میدانِ کربلا میں شہید ہوئے ان کی دنیاوی زندگی بس اتنی ہی تھی اور جس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ ارشاد خداوندی ہے ''اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ ''(یونس: ۴۹) (جب ان کی موت آئے گی تو ایک ساعت آگے پیچھے نہیں ہوں گے)۔

اور ارشاد فرمایا ''وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ ______ ''(اللہ تعالیٰ کسی جان کی موت کو

www.waseemziyai.com

MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہرگز مؤخر نہیں فرمائے گا جب کہ اس کا وقت آجائے گا) (المنافقون:۱۱)۔

اگر یہ معقول جواب اعتراض کرنے والوں کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ دن دور نہیں جب کہ وہ یہ بھی کہیں گے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا قتل کیا جانا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب انبیاء علیہم السلام کو قتل سے نہیں بچا سکا تو پھر کسی دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

یزید پلید

یزید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا جس کی کنیت ابو خالد ہے امیر خاندان کا وہ بد بخت انسان ہے جس کی پیشانی پر نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا سیاہ داغ ہے جس پر ہر زمانے میں لوگ ملامت کرتے رہے اور رہتی دنیا تک ایسے ہی ملامت کرتے رہیں گے۔ یہ بد باطن اور ننگِ خاندان ۲۵ھ میں پیدا ہوا اس کی ماں کا نام میسون بنت بجدل کلبی ہے۔ یزید بہت موٹا بدنما بد خلق، فاسق، فاجر، شرابی بدکار، ظالم اور بے ادب گستاخ تھا۔ اس کی بدکاریاں اور بیہودگیاں انتہا کو پہنچ گئی تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں فرماتے ہیں ''وَاللہِ مَا خَرَجْنَا عَلٰی یَزِیْدَ حَتّٰی خِفْنَا اَنْ نُّرْمٰی بِالْحِجَارَۃِ مِنَ السَّمَاءِ'' (یزید پر ہم نے اس وقت حملہ کی تیاری کی جب ہم لوگوں کو اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو گی)۔ اس لئے کہ فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے، شرابیں پی جا رہی تھیں اور دیگر منہیات شرعیہ کا اعلانیہ رواج ہو گیا تھا اور لوگوں نے نماز ترک کر دی تھی۔[1]

یزید نے مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوپانی سے زیادہ خطرناک تھی۔ ارباب فراست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جب کہ عنانِ سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں آئی۔ اسی لئے ۵۹ھ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ رَاسِ السِّتِّیْنَ وَاِمَارَۃِ الصِّبْیَانِ'' (یارب میں تیری پناہ مانگتا ہوں، ۶۰ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے)۔[2] اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو حامل اسرار تھے انہیں معلوم تھا کہ ۶۰ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے، ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے ۵۹ھ بمقام مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔

یزید اور احادیث کریمہ و اقوال ائمہ

رویانی اپنی مسند میں صحابی رسول حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں

[1] تاریخ الخلفا، صفحہ ۱۴۲۔

[2] الخصائص الکبریٰ، جلد ۲، صفحہ ۲۲۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے "اَوَّلُ مَنْ یُّبَدِّلُ سُنَّتِیْ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اُمَیَّۃَ یُقَالُ لَہٗ یَزِیْدُ" "میری سنت کا پہلا بدلنے والا ایک شخص بنی امیہ کا ہوگا جس کا نام یزید ہوگا)۔[1]

اور ابو یعلیٰؒ اپنی مسند میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "میری امت ہمیشہ عدل وانصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ پہلا رخنہ انداز بنی امیہ کا ایک شخص ایسا ہوگا جس کا نام یزید ہوگا"۔[2]

اور علامہ صبانؒ تحریر فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ یزید کے کفر کے قائل ہیں اور تجھے ان کا فرمان کافی ہے، ان کا تقویٰ اور علم اس امر کا متقاضی ہے کہ انہوں نے یہ بات اس لئے کہی ہوگی کہ ان کے نزدیک ایسے امور صریحہ کا یزید سے صادر ہونا ثابت ہوگا جو موجب کفر ہیں۔ اس معاملہ میں ایک جماعت نے ان کی موافقت کی ہے۔ مثلاً ابن جوزی وغیرہ۔ رہا اس کا فسق تو اس پر اتفاق ہے۔ بعض علماء نے خاص اس کے نام سے لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔

اور حضرت علامہ سعد الدین تفتازانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل اور اہل بیت نبوت کی توہین وتذلیل پر یزید کی رضا وخوشنودی تواتر سے ثابت ہے لہٰذا ہم اس کی ذات کے بارے میں توقف نہیں کریں گے اسے برا بھلا کہیں گے البتہ اس کے ایمان کے بارے میں توقف کریں گے۔ (نہ اسے کافر کہیں گے اور نہ مومن)

محدث ابن جوزیؒ سے پوچھا گیا کہ یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ کا شہید کرنے والا کہنا کس طرح صحیح ہے جب کہ وہ کربلا میں شہادت کے واقعہ کے وقت ملک شام میں تھا انہوں نے ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تیر عراق میں تھا جب کہ تیر مارنے والا ذی سلم میں تھا۔ اے تیر مارنے والے تیرا نشانہ کس غضب کا تھا۔

نوفل بن ابوالفرات کہتے ہیں کہ میں ایک روز اُموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یزید کا کچھ ذکر آگیا تو ایک شخص نے یزید کو امیرالمومنین یزید بن معاویہ کہا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ تو اسے امیرالمومنین کہتا ہے۔ پھر آپ نے

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۴۲۔

[2] مسند ابی یعلی، ابویعلی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ، حدیث ۸۷۱، جلد ۲، صفحہ ۱۷۶، دارالمامون، دمشق۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حکم دیا کہ یزید کو امیر المومنین کہنے والے اس شخص کو ۲۰ کوڑے لگائے جائیں۔[1]

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ امیہ خاندان کے ایک فرد ہیں یعنی مروان کے پوتے اور خلیفہ عبد الملک بن مروان کے داماد ہیں جن کے فضل و کمال اور تقویٰ و پرہیزگاری کے بارے میں صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ان کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس شخص کو کہ جس نے یزید بد بخت کو امیر المومنین کہا کوڑے لگوائے اور سزا دی۔

اس واقعہ سے وہ لوگ جو آج کل یزید کی حمایت کرتے ہیں اور اس کو امیر المومنین کہتے ہیں سبق حاصل کریں اور جان لیں کہ وہ یقیناً سزا کے مستحق ہیں۔ اگر آج بھی کوئی حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جیسا ہوتا تو انہیں کوڑے ضرور لگواتا۔

اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا، اس قدر پر ائمۂ اہلسنت کا اطباق و اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور آیت کریمہ اس پر سند لاتے ہیں "فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾" (کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں) (محمد: ۲۳)۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں۔ مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سر انور جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بوسہ

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۴۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ ملعون ہے وہ جوان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللهُ فرمایا۔ لہٰذا امام احمدؒ اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں۔ اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطًا سکوت فرماتے ہیں کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں۔ اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ " (مریم:۵۹، ۶۰) اور توبہ تا دم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہلسنت کے خلاف ہے اور ضلال و بد مذہبی صاف ہے۔ بلکہ انصافًا یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شمع ہو "وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝" (النمل:۲۲۷)۔ اور تحریر فرماتے ہیں "یزید بیشک پلید تھا اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے اور اسے رحمۃ اللہ نہ کہے گا مگر ناصبی جو کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے۔"

برادران اسلام! جلیل القدر علمائے محققینؒ کے بیانات سے خوب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یزید کیسا تھا اور اس نے کیسے مظالم ڈھائے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ہم اسے کیا کہہ سکتے ہیں، اور کیا نہیں کہہ سکتے۔ جو لوگ کہ امام الائمہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ماننے والے ہیں اور اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ اپنے امام کے طریقہ پر چلیں یعنی یزید کے بارے میں لعن و تکفیر سے احتیاطًا سکوت اختیار کریں کہ یہی اسلم ہے۔ اور جو لوگ کہ اس کے فاسق و فاجر ہونے سے انکار کریں اور اس کے لئے امیر المومنین رضی اللہ عنہ پر الزام رکھیں ایسے لوگوں کو گمراہ و بد مذہب، اہلبیت نبوت کا دشمن اور خارجی سمجھیں، ان کا بیان سننے سے پرہیز کریں اور ان کی کتابیں پڑھنے سے بچیں۔

حضرت ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بعض جاہل جو کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید سے بغاوت کی تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے اور اس طرح کی بولی خارجیوں کے ہذیانات میں سے ہے جو اہل سنت و جماعت سے خارج ہیں۔

MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

یزید اور حدیث قسطنطنیہ

یزید پلید جس نے مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی کی۔ جس نے ہزاروں صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کا بے گناہ قتل عام کیا، جس نے مدینہ طیبہ کی پاک دامن خواتین کو اپنے لشکر پر حلال کیا اور جس نے جگر گوشۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا۔

ایسے بدبخت اور مردود یزید کو پیدائشی جنتی اور بخشا ہوا ثابت کرنے کے لئے آج کل کچھ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ایسے لوگ چاہے اپنے آپ کو سنی کہیں یا دیو بندی لیکن حقیقت میں وہ اہلبیت رسالت کے دشمن خارجی اور یزیدی ہیں۔ اس بدبخت کی حمایت میں وہ لوگ بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو حدیث قسطنطنیہ کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ ان باطل پرست یزیدیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب یزید کی بخشش اور اس کا جنتی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے تو امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایسے شخص کی بیعت نہ کرنا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بغاوت ہے اور سارے فتنہ وفساد کی ذمہ داری انہی پر ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

یزیدی گروہ جو حدیث پیش کرتا ہے وہ یہ ہے "قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَةَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ" (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے)۔[1] اور قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے لہٰذا وہ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی ہے۔

یزیدی گروہ کی اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان حق ہے لیکن قیصر شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا اس کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ ان کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے دیکھیں عمدۃ القاری شرح بخاری۔[2]

معلوم ہوا ہے کہ یزید ۴۹ھ سے ۵۵ھ تک قسطنطنیہ کی کسی جنگ میں شریک ہوا چاہے سپہ سالار وہ رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف اور وہ معمولی سپاہی رہا ہو مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۲۹۲۴، جلد ۴، صفحہ ۴۲۔

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری، بدر الدین العینی، متوفی ۸۵۵ھ، جلد ۱۴، صفحہ ۱۹۸، دار احیاء التراث، بیروت۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

(روزہ وغیرہ کے سبب ماہ رمضان کی آخری رات میں اس امت کو بخش دیا جاتا ہے)۔[1]

اگر یزید نوازوں کی بات مان لی جائے تو ان احادیث کریمہ کا یہ مطلب ہوگا کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے والے، روزہ دار کو افطار کرانے والے اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنے والے سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین طیبین کی بے حرمتی کریں معاف۔ کعبہ شریف کو کھود کر پھینک دیں معاف۔ مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں معاف۔ ہزاروں بے گناہ کو قتل کر ڈالیں معاف۔ یہاں تک کہ اگر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پاروں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالیں تو وہ بھی معاف اور جو چاہیں کریں سب معاف۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

برادرانِ ملت! اگر کسی عمل خیر سے صغیرہ، کبیرہ اور اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں جیسا کہ آج کے یزیدوں نے سمجھا ہے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کر لے گا اور اس کے بعد جو چاہے گا کرے گا۔ اگر کوئی اسے سرزنش کرے گا تو کہے گا ایک مسلمان سے مصافحہ کے سبب ہمارا اگلا پچھلا سب گناہ معاف ہو گیا ہے۔ ہمیں کچھ نہ کہو۔ خدائے ذوالجلال یزید نوازوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور گمراہی و بدمذہبی سے بچنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین

یزید کی تخت نشینی اور طلب بیعت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی بیعت کے لیے ہر طرف خطوط حکمنامے روانہ کیے۔ مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ تھے ان کو اپنے باپ کی وفات کی اطلاع کی اور لکھا کہ ہر خاص و عام سے میری بیعت لو، ان سب کو ایک لمحہ مہلت نہ دو۔

مدینہ منورہ کے لوگوں کو ابھی تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر نہ تھی۔ یزید کے حکم نامہ سے ولید بہت گھبرایا اس لئے کہ ان حضرات سے بیعت لینا آسان نہیں تھا۔ اس نے مشورہ کیلئے مروان بن حکم کو بلایا۔

مروان بن حکم وہ شخص ہے کہ جب اس کی پیدائش ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گھٹی کے لیے لایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ھُوَالْوَزَغُ بْنُ الْوَزَغِ'' (یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۱۹۶۸، جلد ۱، صفحہ ۶۱۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہے)۔[۱]

اورسنن نسائی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''وَلٰکِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ أَبَا مَرْوَانَ وَمَرْوَانُ فِي صُلْبِہٖ فَمَرْوَانُ فَضَضٌ مِنْ لَعْنَۃِ اللّٰہِ'' (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروان کے باپ حکم پر لعنت فرمائی جب کہ مروان صلب پدر میں تھا تو وہ بھی اللہ کی لعنت سے حصہ پانے والا ہوا)۔[۲]

برادران اسلام! وہ مروان کہ اس کو اور اس کے باپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گرگٹ فرمایا اور جس کے باپ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی بلکہ اس کے باپ کو شہر بدر فرما کر طائف میں رہنے کا حکم فرمایا۔ ایسے مروان سے بھلا خیر کی امید کیا ہوسکتی ہے۔

مدینہ منورہ کے گورنر ولید نے جب مروان سے مشورہ لیا تو اس نے کہا ان تینوں کو اسی وقت بلائیں اور بیعت کے لئے کہیں۔ اگر وہ بیعت کرلیں تو بہتر ورنہ تینوں کو قتل کردیں۔

اس مشورہ کے بعد گورنر نے تینوں حضرات کو بلا بھیجا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے چند جوانوں کو ساتھ لے کر گئے۔ مکان کے باہر ان کو کھڑا کردیا اور فرمایا کہ اگر تم لوگ سنو کہ میری آواز بلند ہورہی ہے تو فوراً اندر آجانا، اور جب تک میں باہر نہ آجاؤں یہاں سے ہرگز نہ جانا۔

پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ ولید نے آپ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی اور یزید کی بیعت کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جیسا آدمی اس طرح چھپ کر بیعت نہیں کرسکتا آپ باہر نکل کر سب لوگوں سے بیعت طلب کریں تو ان کے ساتھ مجھ سے بھی بیعت کے لئے کہیں۔

ولید امن پسند آدمی تھا اس نے کہا اچھا آپ تشریف لے جایئے۔ جب آپ چلنے لگے تو مروان نے برہم ہوکر ولید سے کہا کہ اگر آپ نے اس وقت ان کو جانے دیا اور بیعت نہ لی تو پھر ان پر قابو نہ پاسکیں گے۔ اگر یہ بیعت کرلیں تو بہتر ورنہ ان کو قتل کردو۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور فرمایا او ابن الزرقاء کیا تو مجھے قتل کرے گا یا یہ قتل کریں گے خدا کی قسم تو جھوٹا اور کمینہ ہے۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لے آئے۔

---

[۱] المستدرک الصحیح، ابوعبداللہ الحاکم، متوفی ۴۰۵ھ، حدیث ۸۴۷۷، جلد ۴، صفحہ ۵۲۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

[۲] سنن النسائی، حدیث ۱۱۴۲۷، جلد ۲، صفحہ ۲۵۷۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

مروان نے ولید سے کہا کہ آپ نے میری بات نہیں مانی۔خدا کی قسم اب آپ ان پر قابو نہ پاسکیں گے۔قتل کرنے کا یہ بہترین موقع تھا جس کو آپ نے ضائع کر دیا۔ولید نے کہا افسوس تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو جس میں میرے دین کی تباہی ہے۔کیا میں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صرف اس وجہ سے قتل کر دیتا کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی۔خدائے ذوالجلال کی قسم اگر مجھے ساری دنیا کا مال ومتاع مل جائے تو بھی میں ان کے خون سے اپنے ہاتھوں کو آلودہ ہرگز نہیں کر سکتا۔[1]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے کہ بیعت کے انکار سے یزید بدبخت جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا۔لیکن آپ کی غیرت اور تقویٰ و پرہیز گاری نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان بچانے کی خاطر نا اہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو کر اسلام و مسلمانوں کی تباہی کی پروا نہ کریں۔

اگر آپ یزید کی بیعت کر لیتے تو وہ آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتا اور دنیا کی بے شمار دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی لیکن یزید کی بدکاری کے جواز کیلئے آپ کی بیعت سند ہو جاتی تو اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہوتا کہ جس کا دور کرنا بعد میں ناممکن ہو جاتا۔

بہر حال آپ یزید کی بیعت کیلئے تیار نہ ہوئے۔شام کے وقت ولید نے پھر امام کے پاس آدمی بھیجا۔آپ نے فرمایا اس وقت تو میں نہیں آسکتا صبح ہونے دیجئے پھر دیکھیں گے کیا ہوتا ہے۔ولید نے یہ بات مان لی اور آپ اسی رات اپنے اہل وعیال اور عزیز و اقارب کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا سفر کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔

مدینہ منورہ سے رحلت

برادران اسلام! مدینہ منورہ وہ شہر مقدس ہے جو حضور انور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سارے شہروں میں سب سے زیادہ محبوب ہے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''لَا یُقْبَضُ النَّبِیُّ اِلَّا فِیْ اَحَبِّ الْاَمْکِنَةِ اِلَیْهِ '' (نبی اسی جگہ انتقال فرماتا ہے، جو اسے سب جگہوں سے زیادہ محبوب ہے)۔[2] اور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔معلوم ہوا کہ سارے شہروں میں

---

[1] تاریخ طبری، ابن جریر الطبری، متوفی ۳۱۰ھ، جلد ۲، صفحہ ۱۶۲، دار التراث، بیروت۔

[2] مسند ابی یعلیٰ، حدیث ۴۵، جلد ۱، صفحہ ۴۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

آپ کو سب سے زیادہ پیارا مدینہ ہے۔ اور جب حضور ﷺ کو وہ سب سے زیادہ پیارا ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی وہی شہر سب سے زیادہ پیارا ہے مگر حالات نے اس محبوب شہر کے چھوڑنے پر آپ کو مجبور کر دیا۔ سفر کی تیاری مکمل ہو گئی۔ اونٹوں پر کجاوے کسے گئے اور اہل بیت رسالت ﷺ کا یہ چھوٹا سا مقدس قافلہ مدینۃ الرسول ﷺ کی جدائی کے صدمہ سے روتا ہوا گھروں سے نکل پڑا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان کے روضۂ انور پر آخری سلام عرض کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔

برادرانِ ملت! امام عالی مقام جب اپنے نانا جان کے آستانۂ مقدسہ پر آخری سلام کیلئے حاضر ہوئے ہوں گے اس وقت آپ کی کیفیت کیا ہوئی ہوگی۔ بلاشبہ دیدۂ خونبار نے اشک غم کی بارش کی ہوگی اور عرض کیا ہوگا کہ نانا جان! میں آپ کا مقدس شہر چھوڑ رہا ہوں وہ شہر کہ جو مجھے سب سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے۔ اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ میرا یہاں رہنا دشوار ہو گیا ہے۔ میں جا رہا ہوں مجھے اجازت دیجئے۔

اور آپ کے نانا جان سید عالم ﷺ جنہوں نے آغوش رحمت و محبت میں آپ کی پرورش کی تھی اس وقت روضۂ انور میں ان کا کیا حال ہوا ہوگا اس کا تصور اہل محبت کے دلوں کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ آہ! یہ دن کتنے رنج و غم کا دن تھا کہ جگر گوشہ رسول ﷺ فرزند علی و بتول رضی اللہ عنہما جن کا سب کچھ مدینہ میں ہے مگر آج وہ مدینہ سے جا رہا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جا رہا ہے۔ آپ الوداع، اے نانا! الوداع کہہ کر روتے ہوئے واپس ہوئے اور ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ مدینہ منورہ پر حسرت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے مکہ معظّمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ یہ واقعہ ۴ شعبان ۶۰ ھ کا ہے۔

جب آپ مکہ معظّمہ پہنچ گئے اور آپ کی تشریف آوری کی لوگوں کو خبر ہوئی تو جوق در جوق آپ کی خدمت میں لوگ آنے لگے اور آپ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے لگے۔

مکہ معظّمہ میں آپ ایک پناہ گزیں کی حیثیت سے مقیم رہے۔ نہ آپ نے یزید کے خلاف کسی سے بیعت لی اور نہ اپنی موافقت میں کوئی لشکری طاقت فراہم کی۔

کوفیوں کے خطوط

کوفہ شہر کی بنیاد اس وقت پڑی جب کہ ۱۴ ھ سے ۱۶ ھ تک قادسیہ وغیرہ میں فتوحات کے

MARKAZ-UL-ULOOM ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

بعد مسلمانوں کی فوج نے عراق میں سکونت اختیار کی اور مدائن کی آب وہوا ان کے موافق نہ ہوئی تو صحابیٔ رسول حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے حکم سے یہ جگہ تلاش کی گئی اور مسلمانوں کیلئے مکانات کی تعمیر ہوئی۔ پھر آپ ۱۷ھ میں اپنی فوج کے ساتھ مدائن سے منتقل ہو کر یہاں مقیم ہوئے۔ اس طرح کوفہ شہر وجود میں آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہی سے کوفہ آپ کے شیعوں اور محبوں کا مرکز تھا۔ وہاں کے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تشریف آوری کی عرضیاں بھیج چکے تھے مگر آپ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اب جبکہ کوفہ والوں کو معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو بروایت تاریخ طبری سلیمان بن صُرد کے مکان میں وہاں کے شیعہ جمع ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا ذکر کر کے سب نے خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر سلیمان نے سب سے کہا کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مکہ چلے گئے ہیں۔ آپ لوگ ان کے اور ان کے باپ کے شیعہ ہیں۔ اگر ان کے مددگار بن سکتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہیں تو ان کو تشریف آوری کیلئے خط لکھیں اور اگر کمزوری یا بزدلی کا اندیشہ ہو تو دھوکا دے کر ان کی جان کو خطرہ میں نہ ڈالیں۔ سب نے بیک زبان کہا کہ ہم ان کو دھوکا نہ دیں گے بلکہ ہم ان کے دشمنوں سے لڑیں گے اور اپنی جانیں ان پر قربان کریں گے۔[۱]

چنانچہ پہلا خط جو ان لوگوں کی طرف سے لکھا گیا اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال اور یزید کی ولی عہدی کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کیا گیا کہ ہمارے سر پر کوئی امام نہیں ہے آپ تشریف لائیے، خدائے تعالیٰ آپ کی برکت سے ہمیں حق کی حمایت نصیب فرمائے۔ دمشق کا گورنر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہے مگر ہم اس کے ساتھ نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے اور نہ اس کے ساتھ عیدگاہ جاتے ہیں۔ جب ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو ہم اس کو یہاں سے نکال کر ملک شام جانے پر مجبور کر دیں گے۔[۲]

۱طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۷۶۔

۲طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۷۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZUL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

یہ پہلا خط عبداللہ بن سُبیع ہمدانی اور عبداللہ بن دال کے بدست روانہ کیا گیا جو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ۱۰ رمضان ۶۰ ھ کو مکہ معظّمہ پہنچا۔ اس خط کی روانگی کے بعد دو ہی دن کے عرصہ میں ۵۳ عرضیاں اور تیار ہو گئیں جو ایک، دو، تین اور چار آدمیوں کے دستخط سے تھیں۔ یہ سارے خطوط تین آدمیوں کے ہاتھ ارسال کیے گئے۔ اس کے بعد پھر کچھ مخصوص لوگوں نے عرضیاں بھیجیں اور یہ سب یکے بعد دیگرے تھوڑے وقفہ سے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئیں۔

کوفہ کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی روانگی

آخری خط جو ہانی بن ہانی سُبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے بدست حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا اس کے بعد آپ نے کوفہ والوں کو لکھا کہ تم لوگوں کے بہت سے خطوط ہم تک پہنچے جن کے مضامین سے ہم مطلع ہوئے۔ تم لوگوں کے جذبات اور عقیدت و محبت کا لحاظ کرتے ہوئے بروقت ہم اپنے بھائی چچا کے بیٹے مخصوص و معتمد مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیج رہے ہیں۔ اگر انہوں نے لکھا کہ کوفہ کے حالات سازگار ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی تم لوگوں کے پاس بہت جلد چلا آؤں گا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بے وفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت و سلطنت دین کیلئے خطرہ تھی اور اس وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ان حالات میں کوفیوں کا ملت کے طور پر یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام رضی اللہ عنہ سے طالب بیعت ہونا امام پر لازم کرتا تھا کہ اُن کی درخواست قبول فرمائیں جب ایک قوم ظالم و فاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے بیعت کی درخواست کرے اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنیٰ ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالہ کرنا چاہتا ہے۔ امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہ الٰہی میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام بیعت کیلئے راضی نہ ہوئے بدیں وجہ ہمیں یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنی پڑی۔ اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کیلئے حاضر تھے۔ یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔ اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس،

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید اور حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہم حضرت امام کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد و میثاق کا اعتبار نہ تھا۔ امام کی محبت اور شہادتِ امام کی شہرت ان سب کے دلوں میں اختلاج پیدا کر رہی تھی گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ درپیش ہوگا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو رد کرنے کیلئے عذر شرعی کیا ہے۔ ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے شدید اصرار کا لحاظ اُدھر اہل کوفہ کی استدعا رد فرمانے کیلئے کوئی شرعی عذر نہ ہونا حضرت امام کیلئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو بھیجا جائے۔ اگر کوفیوں نے بدعہدی و بے وفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو تسلی دی جا سکے گی۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ میں

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے محمد اور ابراہیم رضی اللہ عنہما جو بہت کم عمر تھے اور اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے مہربان باپ کے ساتھ ہو لیے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا شیعان علی ہر طرف سے جوق در جوق آ کر بڑے جوش عقیدت اور محبت کے ساتھ آپ سے بیعت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ کے اندر بارہ بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو جب حالات خوشگوار نظر آئے تو آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ دیا کہ یہاں کے حالات سازگار ہیں اور اہل کوفہ اپنے قول و قرار پر قائم ہیں آپ جلد تشریف لائیے۔ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جو اس زمانہ میں کوفہ کے گورنر تھے جب وہ حالات سے باخبر ہوئے تو منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے وہ اس پر بہت بھڑکے گا اور فتنہ و فساد برپا ہوگا۔ عبداللہ بن مسلم حضرمی جو بنی امیہ کے حامیوں میں سے تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ آپ جو دیکھ رہے ہیں سخت گیری کے بغیر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ آپ دشمن کے مقابلہ میں بہت کمزور ثابت ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری کے ساتھ میرا شمار کمزوروں میں ہو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ اس کی نافرمانی کے ساتھ میرا شمار عزت والوں میں ہو۔ یہ فرما کر آپ منبر سے اتر آئے۔ عبداللہ حضرمی

MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

نے وہاں سے اٹھ کر یزید کو خط لکھ دیا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں آ گئے ہیں شیعوں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے نام پر ان سے بیعت کر لی ہے۔ اگر آپ کوفہ بچانا چاہتے ہیں تو کسی زبردست آدمی کو حاکم بنا کر بھیجئے جو آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر سکے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ یا تو کمزور ہیں اور یا جان بوجھ کر کمزوری دکھا رہے ہیں۔[1]

عمارہ بن عقبہ اور عمر بن سعد نے بھی اسی مضمون کے خطوط یزید کو لکھے۔ ان خطوط کے پہنچنے پر یزید سخت غضبناک ہوا۔ اس نے اپنے خاص دوستوں کو بلا کر اس نے مشورہ کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ کوفہ کا گورنر عبید اللہ بن زیاد کو مقرر کیا جائے کیونکہ وہ بہت سخت آدمی ہے کسی کی پروانہ کرے گا۔ یزید نے ان لوگوں کے مشورہ پر عمل کیا۔ کوفہ کے سابق گورنر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور عبید اللہ بن زیادہ جو بصرہ کا گورنر تھا اسے کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا اور حکم دیا کہ وہ فوراً کوفہ پہنچ جائے۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے شہر بدر کر دے یا قتل کر ڈالے۔ اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ آئیں تو ان سے بھی میری بیعت طلب کرے اگر وہ بیعت کر لیں تو بہتر ورنہ ان کو بھی قتل کر دے۔

ابن زیاد کا کوفہ آنا

یزید کا حکم نامہ پاتے ہی عبید اللہ بن زیاد نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور دوسرے دن کوفہ کیلئے روانہ ہو گیا۔ قادسیہ پہنچ کر اپنے سپاہیوں کو وہیں چھوڑ دیا اور از راہ فریب، حجازی لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور بیس آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر حجازی راستہ سے مغرب اور عشاء کے درمیان کوفہ میں داخل ہوا۔ رات کے اندھیرے میں اس مکر و فریب کے ساتھ پہنچنے سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت کوفیوں میں یزید کے خلاف ایک لہر دوڑی ہوئی ہے۔ لہٰذا ایسے طور پر داخل ہونا چاہئے کہ وہ ابن زیاد کو پہچان نہ سکیں اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تا کہ امن و عافیت کے ساتھ وہ کوفہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اہل کوفہ جن کو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی آمد کا انتظار تھا حجازی لباس میں حجازی راستہ سے ساز و سامان کے ساتھ آتا دیکھ کر رات کی تاریکی میں ہر شخص نے یہی سمجھا کہ

---

[1] طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۸۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ سب نے نعرہائے مسرت بلند کیا" مَرْحَبًا بِكَ يَا اِبْنَ رَسُوْلِ اللهِ اور قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ" کہتے ہوئے اس کے آگے پیچھے چلے۔ ابن زیاد بدنہاد کسی کو کچھ جواب نہ دیتا تھا بلکہ آوازوں کو سنتا اور چہروں کو بغور دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ شور سن کر اور بھی لوگ گھروں سے نکل آئے اور ہر شخص فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر آگے بڑھنے لگا۔ جب مجمع بہت زیادہ ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ راہ چلنے میں رُکاوٹ پیدا ہونے لگی اس وقت مسلم بن عمرو باہلی جو ابن زیاد کے ساتھ تھا اس نے پکار کر کہا" راستہ چھوڑ دو" یہ امیر عبید اللہ بن زیاد ہیں۔ ان الفاظ کو سن کر لوگوں کو بڑا رنج ہوا افسوس کرتے ہوئے سب اپنے گھروں کو واپس ہو گئے اور صرف دس بیس آدمیوں کے ساتھ ابن زیاد گورنر ہاؤس میں داخل ہوا۔[1]

صبح ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر کی۔ اے لوگو! امیر المؤمنین یزید نے مجھے کوفہ کا گورنر بنایا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ مطیع و فرمانبردار لوگوں کے ساتھ میں بھلائی کروں اور نافرمانوں کے ساتھ سختی کروں۔ کان کھول کر سن لو، میں امیر المؤمنین کے اس حکم پر سختی سے عمل کروں گا۔ فرمانبرداروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤں گا۔ اور نافرمانوں کیلئے میری تلوار ہے۔ تم لوگ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی جانوں پر رحم کرو۔

اس تقریر کے بعد ابن زیاد نے ہر قبیلہ کے بڑے بڑے لوگوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے تحریری ضمانت لی کہ تم اور تمہارے قبیلے کے لوگ کسی مخالف کو اپنے یہاں پناہ نہیں دیں گے۔ اگر کسی نے پناہ دے رکھی ہے تو وہ اسے پیش کرے گا۔ جو ایسا نہیں کرے گا ہم اسے قتل کر کے اسی کے دروازہ پر لٹکا دیں گے۔ اور اس کے اہل و عیال کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

ابن زیاد کی اس کارروائی کے بعد کوفہ والوں پر خوف و ہراس چھا گیا اور ان کے خیالات میں تیزی کے ساتھ تبدیلی پیدا ہونے لگی۔

کوفہ شہر میں چونکہ یہ مشہور ہو چکا تھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ مختار بن ابو عبیدہ کے مکان پر ٹھہرے ہوئے ہیں اس لئے اب آپ نے وہاں قیام فرمانا مناسب نہ سمجھا اور رات کی تاریکی میں محب اہلبیت ہانی بن عُروہ کے مکان پر منتقل ہو گئے جو قبیلہ مذحج کے سردار تھے۔ ہانی نے آپ کو ایک

---

[1] طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۸۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY

محفوظ کمرہ میں چھپا کر رکھا اور سوائے مخصوص و معتمد لوگوں کے دوسروں کو اس راز سے مطلع نہ کیا۔

جاسوس کی جاسوسی

ابن زیاد کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی تلاش تھی مگر کوشش کے باوجود وہ ان کی قیام گاہ کا پتہ نہ لگا سکا۔ آخر اس نے اپنے شامی غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر سراغ کیلئے مقرر کیا کہ وہ خفیہ طور پر کسی نہ کسی طرح مسلم کا پتہ چلائے۔ غلام سیدھا جامع مسجد پہنچا۔ اتفاق سے اس وقت ایک محب اہلبیت مسلم بن عوسجہ اسدی مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ دیر تک ان کو دیکھتا رہا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ غلام ان کے پاس گیا اور کہا میں ملک شام کا رہنے والا ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے اہلبیت نبوت کا دوست ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس خاندان کے کوئی بزرگ کوفہ تشریف لائے ہیں۔ یہ تین ہزار درہم میرے پاس ہیں۔ کیا آپ ان کا پتہ بتا سکتے ہیں تاکہ یہ رقم میں ان کی خدمت میں نذر کر دوں۔ مسلم اسدی نے کہا مسجد میں اور بھی بہت سے لوگ ہیں تم مجھ سے کیوں ان کے بارے میں دریافت کر رہے ہو؟ غلام نے کہا کہ آپ کے چہرے پر جو خیر و برکت کے آثار ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوستوں میں سے ہیں۔ مسلم اسدی اس کے فریب میں آ گئے اور کہا تم نے خوب پہچانا۔ میں بھی تمہارے بھائیوں میں سے ایک ہوں۔ میرا نام مسلم بن عوسجہ ہے۔ پھر اسے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اس نے آپ سے بیعت کی اور تین ہزار درہم جو لایا تھا وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ بیعت کے بعد وہ غلام روزانہ آپ کی خدمت میں سب سے پہلے آتا، دن بھر رہتا، حالات معلوم کرتا اور جو کچھ دیکھتا سنتا رات کے وقت اس کی پوری رپورٹ ابن زیاد کو پہنچا دیتا۔

ہانی سے ابن زیاد کے پرانے تعلقات تھے مگر کہیں ابن زیاد کو معلوم نہ ہو گیا ہو کہ حضرت مسلم ہمارے یہاں مقیم ہیں اس ڈر سے، وہ اس کی ملاقات کو جانے سے پرہیز کرتے تھے اور بیماری کے عذر سے گھر بیٹھ گئے تھے۔ ابن زیاد نے ہانی کے پاس ملاقات کا پیغام بھیجا۔ ہانی نے کوئی خطرہ نہیں محسوس کیا اس لئے وہ تنہا ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو ابن زیاد کا رنگ بدلا ہوا پایا۔ آپ نے سلام کیا تو اس نے جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر آپ کھڑے رہے۔ اس کے بعد اس نے بڑے غصہ سے کہا۔ ہانی تم امیر المؤمنین یزید کے خلاف اپنے گھر کو سازشوں کا اڈہ بنائے ہوئے ہو۔ تم مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنے گھر میں چھپائے بیٹھے ہو، ان کیلئے ہتھیار

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

جمع کرتے ہو، اپنے محلہ میں ان کی مدد کیلئے آدمی اکٹھے کر رہے ہو اور سمجھتے ہو کہ یہ ساری باتیں مجھ سے چھپی رہیں گی۔

ہانی نے پہلے تو ان باتوں سے انکار کیا مگر جب ابن زیاد نے معقل غلام کو بلا کر کھڑا کر دیا تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ اب انکار کی گنجائش نہ رہی تو انہوں نے کہا اصل حقیقت یہ ہے کہ میں نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو نہیں بلایا بلکہ وہ خود میرے یہاں آ گئے تو میں انکار نہیں کر سکا۔ اس طرح میں نے انہیں مہمان بنا لیا اور پناہ دے دی، میں آپ سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ میں انہیں اپنے گھر سے نکال دوں گا۔ آپ مجھے اتنی مہلت دیجئے کہ میں جا کر ان سے یہ کہہ کے آ جاؤں کہ آپ میرے گھر سے نکل کر جہاں جانا چاہیں چلے جائیں تاکہ میں پناہ دینے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں۔ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم جب تک تم انہیں میرے پاس حاضر نہ کر دو تم یہاں سے نہیں جا سکتے۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم میں اپنے مہمان کو قتل کیلئے تمہارے سپرد کر دوں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

یہاں تک بات اور بڑھی تو ابن زیاد نے کہا تم انہیں سپرد نہیں کرو گے تو ہم تمہارا سر قلم کر دیں گے۔ ہانی نے کہا ایسا ہوا تو تمہارے اردگرد بھی تلواریں چمکیں گی۔ یہ سن کر ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہا اچھا! تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔ پھر ہانی کے سر اور منہ پر ڈنڈے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کا سر اور چہرہ زخمی ہو گیا اور سارا کپڑا خون میں لت پت ہو گیا۔ ایک سپاہی جو قریب میں کھڑا تھا ہانی نے اس کی تلوار پر ہاتھ ڈالا کہ چھین لی مگر اس نے چھڑا لیا۔ ابن زیاد نے کہا اب تو اپنا خون تم نے میرے لئے حلال کر دیا۔ پھر سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے کھینچ کر لے جاؤ اور ایک کمرہ میں بند کر دو۔

شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دئے گئے۔ اس افواہ کے سنتے ہی عمرو بن الحجاج جو ہانی کے نسبتی بھائی تھے کئی ہزار ہتھیار بند سواروں کو لے کر گورنر ہاؤس کو گھیر لیا۔ عمرو بن الحجاج نے پکار کر کہا کہ میں عمرو بن الحجاج ہوں اور میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے ہزاروں سوار ہیں۔ ہم نے اطاعت سے روگردانی نہیں کی ہے۔ ہمارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے ہم اس کا انتقام لیں گے پھر انتقام انتقام کا شور بلند ہوا۔ ابن زیاد اس صورت حال سے بہت گھبرا گیا اس نے قاضی شُریح سے کہا کہ آپ پہلے ہانی کو دیکھ لیجئے پھر اس کے قبیلہ والوں سے کہئے کہ ہانی زندہ ہیں ان کے قتل کی افواہ غلط ہے۔ ہانی اپنے قبیلہ کے لوگوں کی آوازیں سن رہے تھے۔ قاضی شریح جب ان کے پاس

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

گئے تو ہانی نے ان سے کہا میرے قبیلہ والوں سے میرا حال بتا کر کہہ دیجئے کہ اس وقت اگر دس آدمی بھی اندر آجائیں تو میں یقیناً چھوٹ جاؤں گا۔ قاضی صاحب جب باہر نکلے تو ابن زیاد کا جاسوس حُمید بن بکر اسدی ان کے ساتھ ہو گیا اس لئے مجبوراً قاضی صاحب نے ہانی کا پورا حال ان کے قبیلہ سے نہیں بتایا بلکہ صرف اتنا کہا کہ وہ زندہ ہیں اور بعض مصلحتوں کی بنا کر نظر بند کر دیے گئے ہیں۔ ہانی کے قبیلہ والوں کو قاضی صاحب کی شہادت سے جب معلوم ہوا کہ ہانی زندہ ہیں اور ان کے قتل کی افواہ غلط ہے تو وہ سب مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔[1]

گورنر ہاؤس کا گھراؤ

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ یہ خبر پا کر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کو ندا کی۔ جوق در جوق آدمی آنے شروع ہوئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصر شاہی کا احاطہ کر لیا۔ صورت بن آئی تھی۔ حملہ کرنے کی دیر تھی۔ اگر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ پر فتح پاتے۔ اور ابن زیاد اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے۔ اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امڈ کر شامیوں کے تخت و تاج کو روندڈالتا اور یزید کو جان بچانے کیلئے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جما تھا مگر کار بدست کارکنان قدر است۔ بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا احاطہ تو کر لیا اور باوجودیکہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہو چکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ دادا گستر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کر لیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہو سکے تو مسلمانوں میں خوں ریزی نہ ہونے دی جائے۔ آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیا۔ دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤسا و عمائد جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کر رکھا تھا انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیر اثر لوگوں کو مجبور کر کے حضرت مسلم کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔ یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دے گا۔ اس خوف سے وہ گھبرا اٹھے اور انہوں نے دیوار قلعہ پر

---

[1] طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۴۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

چڑھ کر اپنے متعلقین و متوسلین سے گفتگو کی اور انہیں حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی رفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی یزید ناپاک طینت تمہارے بچوں کو قتل کر ڈالے گا، تمہارے مال لٹوا دے گا، تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے۔ یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے۔ اپنے انجام پر نظر ڈالو، ہمارے حال پر رحم کرو اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ تا بوقت شام حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا ان کے ساتھ یہ وفا کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رفاقت کیلئے کوئی ایک بھی موجود نہیں۔ کوفہ والوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا پروانہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالم میں ان کی بے ہمتی کا شہرہ رہے گا۔ اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالم ہوں گے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے۔ کدھر جائیں کہاں قیام کریں۔ حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے جہاں سے ایسے محترم مہمانوں کو مدعو کرنے کیلئے رسل و رسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا۔ کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شب گذارنے کیلئے نظر نہیں آتی۔ اس وقت حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام رضی اللہ عنہ کی جناب میں خط لکھا تشریف آوری کی التجا کی ہے اور اس بدعہد قوم کے اخلاص و عقیدت کا ایک دلکش نقشہ امام عالی مقام کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے۔ یقیناً حضرت امام میری التجا رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل و عیال چل پڑے ہوں گے۔ یہاں انہیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمنِ زہرا کے جنتی پھولوں کو اس بے مہری کی تپش کیسی گزند پہنچائے گی۔ یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی و انفعال اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کیلئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی الگ دامن گیر تھی۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ طوعہ کے گھر

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اسی پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے رات کے اندھیرے میں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

یوں ہی چلے جا رہے تھے کہ ایک عورت جس کا نام طوعہ تھا اپنے دروازہ پر بیٹھی ہوئی نظر آئی جو اپنے بیٹے کا انتظار کر رہی تھی۔ آپ نے اس سے پینے کیلئے پانی مانگا۔ عورت نیک خصلت تھی وہ گئی اور پانی لائی۔ آپ بیٹھ گئے اور پانی پیا۔ وہ برتن رکھنے کیلئے گھر میں گئی اور جب واپس آئی تو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا آپ تو پانی پی چکے اب اپنے گھر جایئے۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور بیٹھے رہے۔ جب اس نے دوسری اور تیسری بار وہی بات کہی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ کی بندی! میرا اس شہر میں کوئی گھر نہیں ہے میں ایک مسافر ہوں اور سخت مصیبت میں مبتلا ہوں۔ کیا تم مجھے پناہ دے سکتی ہو؟ شاید میں کبھی اس کا بدلہ دے سکوں ورنہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائیں گے۔ عورت نے حیران ہو کر دریافت کیا آپ ہیں کون؟ اور واقعہ کیا ہے؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہوں۔ کوفہ والوں نے میرے ساتھ غداری کی، مجھ سے مدد کا وعدہ کیا اور اب سب نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس نے کہا مسلم آپ ہی ہیں؟ فرمایا ہاں میں وہی ہوں۔ یہ سنتا تھا کہ وہ آپ کو مکان کے اندر لے گئی اور اپنے خاص کمرہ میں آپ کیلئے فرش بچھا دیا پھر کھانا لائی مگر آپ نے تناول نہیں فرمایا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا لڑکا آیا۔ جب اس نے ماں کو اس کے خاص کمرہ میں بار بار آتے جاتے دیکھا تو دریافت کیا۔ طوعہ نے پہلے چھپانے کی کوشش کی لیکن بیٹے نے جب بہت اصرار کیا تو اس کو ظاہر کرنا پڑا مگر اس نے تاکید کر دی کہ خبردار! یہ راز کسی سے ظاہر مت کرنا۔ وہ سن کر چپ ہو گیا اور رات گذرنے کا انتظار کرنے لگا۔ لڑکا شرابی اور آوارہ قسم کا تھا۔[1]

صبح ہوئی تو اس لڑکے نے محمد بن اشعث کے بیٹے سے جا کر بتا دیا کہ مسلم بن عقیل ہمارے گھر ہیں۔ اس نے فوراً اپنے باپ کے ذریعہ ابن زیاد کو مطلع کر دیا۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ مسلم کی گرفتار کیلئے روانہ کر دیا۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے جب گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ فوج میری گرفتاری کیلئے آ گئی۔ آپ تلوار لے کر فوراً کمرہ سے باہر نکل پڑے۔ اتنے میں فوج گھر کے اندر پہنچ گئی۔ آپ نے ایسا سخت حملہ کیا کہ سب کو نکال کر گھر سے باہر کر دیا۔ وہ لوگ پھر اندر گھس آئے۔ آپ نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔ آپ میں اور بکیر بن حُمران احمری میں تلوار چلنے لگی۔ اس نے آپ کے چہرے پر ایسی تلوار ماری کہ اوپر کا

---

[1] طبری، جلد ۲، صفحہ ۱۹۸۔

MARKAZ-UL-ULOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

ہونٹ کٹ گیا۔ نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہوا اور سامنے کے دو دانت بھی گر گئے اور آپ نے اس کے سر پر زخم کاری لگایا۔ جب دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ اس طرح ان پر قابو پانا مشکل ہے تو سب بھاگ کر چھت پر چلے گئے اور اوپر سے پتھر مارنے لگے۔ اس کے علاوہ سینٹھوں کے مٹھے آگ سے جلا کر پھینکنے لگے۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے جب یہ بزدلانہ طریقۂ جنگ دیکھا تو آپ تلوار کھینچے ہوئے گھر سے نکل آئے، اور ان لوگوں سے لڑنے لگے جو باہر تھے۔ محمد بن اشعث نے پکار کر کہا کہ آپ کیلئے امان ہے مگر آپ نے جنگ جاری رکھی اور رجز پڑھنے لگے جس کے آخری مصرع کا مضمون یہ تھا کہ "مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکا دیں گے"۔ محمد بن اشعث نے کہا نہیں آپ سے جھوٹ نہیں بولا جائے گا اور نہ آپ کو دھوکا دیا جائے گا۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ میں اب جنگ کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی تھی زخموں سے چور تھے اور ہانپ رہے تھے اس لئے اسی مکان کی ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ ابن اشعث ان کے پاس آکر کہنے لگا کہ امان ہے۔ آپ نے کہا میرے لئے امان ہے۔ کہا ہاں امان ہے اور سب پکار اٹھے کہ ہاں آپ کیلئے امان ہے صرف عمرو بن عبید اللہ سلمی الگ ہو گیا اور کہا مجھے اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔ حضرت مسلم نے فرمایا دیکھو تم لوگوں نے مجھے امان دی ہے اس لئے میں اپنی تلوار میان میں کر دیتا ہوں۔ اگر تم لوگ مجھے امان نہ دیتے تو میں اپنے کو تمہارے حوالہ ہرگز نہیں کرتا۔ اتنے میں ایک سواری لائی گئی جس پر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو بٹھایا اور گورنر ہاؤس کی طرف لے چلے۔ راستہ میں آپ کی تلوار کمر سے نکال لی گئی تو آپ زندگی سے مایوس ہو گئے اور فرمایا یہ پہلی غداری ہے۔ ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے آپ کے ساتھ کوئی خطرہ نہیں پیش آئے گا۔ آپ نے فرمایا بس امید ہی امید ہے اور امان جو تم نے دی تھی وہ کیا ہوئی؟ پھر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" کہا اور رونے لگے۔ عمرو بن عبید اللہ سلمی جس نے امان سے اتفاق نہیں کیا تھا وہ بولا کہ جس کیلئے تم کھڑے ہوئے تھے اسے خطرہ دیکھ کر رونا نہیں چاہیے۔ آپ نے فرمایا واللہ میں اپنی جان کیلئے نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کیلئے رو رہا ہوں۔[1]

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور گورنر ہاؤس

محمد بن اشعث آپ کو لئے ہوئے گورنر ہاؤس کے پھاٹک پر پہنچا آپ کو وہاں بٹھا دیا اور خود

[1] طبری، جلد ۲، صفحہ ۲۰۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اجازت لے کر ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس سے لڑائی کی پوری کیفیت بیان کی اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو امان کے ساتھ لانے کا ذکر کیا۔ ابن زیاد نے کہا تم امان دینے والے کون ہوتے ہو۔ ہم نے تمہیں گرفتار کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ امان دینے کیلئے نہیں بھیجا تھا۔ اب ابن اشعث میں کچھ بولنے کی جرأت نہیں ہوئی وہ چپ ہو گیا۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ جب گورنر ہاؤس کے دروازہ پر پہنچے تو وہاں بہت سے لوگ اندر جانے کی اجازت کے انتظار میں موجود تھے۔ اور ایک گھڑا ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا دروازے کے قریب رکھا ہوا تھا اور آپ بہت پیاسے تھے۔ فرمایا مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ مسلم بن عمرو باہلی خبیث نے کہا کہ اس میں سے ایک بوند بھی تم کو نہیں ملے گی۔ مگر عمارہ بن عقبہ نے اپنے غلام سے کہا کہ مسلم کو پانی پلا دے۔ جب وہ کٹورے میں پانی بھر کر لایا اور آپ نے اسے پینا چاہا تو منہ سے خون بہنے لگا اور پانی رنگین ہو گیا۔ دوبارا اسی طرح ہوا تیسری دفعہ دو دانت ٹوٹ کر کٹورے میں گر گئے۔ آپ نے کٹورہ رکھ دیا اور فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ اب پانی میری قسمت سے اٹھ چکا۔

اتنی دیر میں ابن زیاد کا آدمی آپ کو لینے کیلئے آ گیا۔ جب آپ ابن زیاد کے پاس پہنچے تو دستور کے مطابق آپ نے اس کو سلام نہیں کیا۔ ایک سپاہی نے کہا کہ تم امیر کو سلام نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اگر امیر مجھ کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس کو میرا سلام نہیں اور اگر قتل کا ارادہ نہیں ہے تو پھر اس کو بہت ہی سلام ہوں گے۔ ابن زیاد نے کہا اب تم بچ نہیں سکتے قتل کر دیئے جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا واقعی؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا اچھا مجھے اتنا موقع دے دو کہ میں کچھ وصیت کر دوں۔ کہا ہاں وصیت کر دو۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو ان میں ابن سعد نظر آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم قریش خاندان کے آدمی ہو میں تم سے کچھ راز کی باتیں کہنا چاہتا ہوں انہیں تنہائی میں سن لو۔ حکومت کا چاپلوس سننے کیلئے تیار نہ ہوا۔ ابن زیاد نے کہا سننے میں کیا حرج ہے۔ تو ابن سعد اٹھا اور حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھوڑی دور جا کر ایسی جگہ بیٹھا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا ایک بات یہ کہنی ہے کہ میں نے کوفہ میں فلاں شخص سے سات سو درہم قرض لیا ہے تم اسے ادا کر دینا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قتل کے بعد میری لاش کو دفن کر دینا۔ تیسرے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر میرے واقعہ کی اطلاع کر دینا تا کہ وہ واپس چلے جائیں۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں ابن سعد سے راز کے طور پر کہیں تھیں مگر اس بد بخت نے یہ ساری باتیں ابن زیاد سے کہہ دیں۔ پھر ان وصیتوں کے جاری کرنے کے بارے میں اس سے دریافت کیا۔ ابن زیاد نے کہا قرض کی ادائیگی کے بارے میں تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ اور حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ہے کہ اگر وہ ہماری طرف نہیں آئیں گے تو ہمیں ان سے کوئی مطلب نہیں اور اگر آئیں گے تو ہم انہیں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ اور لاش کے بارے میں ہم تمہاری بات نہیں سنیں گے کہ جس شخص نے ہماری مخالفت کی اور لوگوں میں اس قدر انتشار پیدا کیا اس کی لاش کسی رعایت کی مستحق نہیں۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لاش کے متعلق اس نے کہا قتل کے بعد ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں تم جو چاہو کرو۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد

اس کے بعد حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد میں گفتگو ہوئی وہ خاص طور پر توجہ کے قابل ہے۔ اس لئے کہ اس سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اور ان کو بھیجنے والے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے اور صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان پر جو بغاوت کا الزام لگایا جاتا ہے وہ سراسر باطل اور غلط ہے۔

وصیت کے متعلق ابن سعد کو جواب دینے کے بعد ابن زیاد نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے کہا ابن عقیل سب لوگ یہاں متحد ہو کر امن کے ساتھ رہتے تھے اور سب یک زبان تھے۔ تم یہاں اس لئے آئے تھے کہ لوگوں کو پریشان کرو، ان میں تفرقہ ڈالو اور آپس میں فساد کراؤ تا کہ ایک جماعت دوسری جماعت پر حملہ کرے اور خوں ریزی ہو۔

آپ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں۔ میں اس لئے نہیں آیا تھا بلکہ کوفہ کے لوگوں نے بتایا کہ تیرے باپ نے یہاں کے نیک لوگوں کو قتل کیا، ان کا خون بہایا اور اسلام کا طریقہ چھوڑ کر ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کی طرح پیش آیا۔ تو ہم اس لئے آئے کہ ان کی غلط عادات و اطوار کی اصلاح کریں اور ان کو عدل و انصاف اور تعلیمات قرآن کی دعوت دیں۔ ابن زیاد خبیث نے کہا او بدکار! تو اور تیرا یہ دعویٰ۔ جب تو مدینہ میں شراب پیا کرتا تھا تب تجھے عدل و انصاف اور تعلیمات قرآن کا خیال نہ آیا۔ آپ نے فرمایا میں شراب پیتا تھا؟ واللہ خدا خوب جانتا ہے کہ تو کذاب ہے اور تو بھی جانتا ہے کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ شراب تو وہ پئے گا جو بے گناہ مسلمانوں کا خون

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

بہاتا ہے، بغض وحسد اور بدگمانی کی وجہ سے خون ریزی کرتا ہے پھر اس طرح بھول جاتا ہے جیسے کچھ کیا ہی نہیں۔ ابن زیاد نے کہا خدا مجھے مارے اگر میں تجھے اس طرح نہ قتل کروں کہ اسلام میں آج تک کوئی اس طرح قتل نہ ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا بیشک اسلام میں جو ظلم آج تک نہ ہوا ہو اس کے ایجاد کا تجھ سے زیادہ مستحق کوئی نہیں۔ بری طرح قتل کرنا اور بری طرح مثلہ کرنا تیرا ہی حصہ ہے اور دنیا بھر میں تجھ سے بڑھ کر اس کا کوئی سزاوار نہیں۔

ان باتوں کو سن کر ظالم ابن زیاد چلّا اٹھا۔ آپ کے والد حضرت عقیل اور حضرت علی و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے لگا تو آپ بالکل خاموش ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت

اب ظالم ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے محل کی چھت پر لے جاؤ اور بری طرح قتل کرنے کے بعد سر کو دھڑ کے ساتھ نیچے گرا دو تاکہ ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں۔ آپ نے ابن اشعث کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو خدا کی قسم میں اس طرح اپنے آپ کو حوالے نہ کرتا۔ اب مجھ کو بچانے کیلئے اپنی تلوار اٹھا اور بری الذمہ ہو مگر وہ بالکل خاموش رہا۔ پھر آپ نے ابن زیاد سے کہا اگر تمہارے اور تمہارے درمیان کچھ بھی قرابت ہوتی (تیرا باپ زیاد ابوسفیان کی صلب سے ہوتا) مجھے تو قتل نہ کرتا۔

ظالم ابن زیاد نے بکیر بن حُمران اسدی کو بلایا جس کی تلوار سے طوعہ کے گھر میں آپ کا ہونٹ کٹا تھا۔ جب وہ آیا تو ابن زیاد نے اسے حکم دیا کہ کوٹھے پر لے جا کر اس کا سر قلم کر دو۔ جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو کوٹھے پر لے چلے تو آپ انتہائی صبر وسکون کے ساتھ تکبیر واستغفار اور درود شریف پڑھ رہے تھے اور ساتھ میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ خداوند! ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے جنہوں نے ہمیں دھوکا دیا، ہم سے جھوٹ بولے اور ہمیں ذلیل کیا۔ بکیر نے آپ کو شہید کر دیا اور سر مبارک کو جسم کے ساتھ نیچے پھینک دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ ھ کا ہے۔

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ والوں پر اس قدر خوف اور دہشت چھا گئی کہ لوگ گھروں سے نکلنا خطرناک سمجھتے تھے، ہر طرف سناٹا تھا اور کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ وہی ہانی بن عروہ جن کے قتل کی افواہ کے سبب گورنر ہاؤس کھینچی ہوئی تلواروں کے گھیرے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

میں آ گیا تھا۔ جب ابن زیاد نے حکم دیا اسے بازار میں لے جا کر قتل کرو اور سپاہی ہانی کی مشکیں باندھ کر لے چلے تو وہ پکار پکار کر کہتے۔ کہاں ہیں میرے قبیلہ بنی مذحج کے لوگ۔ کہاں ہیں میرے گھر والے۔ میری جان کیوں نہیں بچاتے مگر ایک آدمی بھی نظر نہیں آیا جو ہانی کی مدد کرتا جب انہیں ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو زور لگا کر اپنا ہاتھ رسی سے کھینچ لیا اور کہا ارے کوئی لاٹھی نہیں، کوئی چھڑی نہیں، کوئی پتھر نہیں، ارے کیا اونٹ کی ہڈی بھی نہیں کہ میں اسی کو لے کر اپنی جان بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں ماروں۔ سپاہیوں نے پھر انہیں رسی میں باندھ لیا اور ترکی غلام جس کا نام رشید تھا اس نے آپ کو شہید کر دیا۔[1] اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

شہادت فرزندانِ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ نے گورنر ہاؤس کے گھراؤ یا طوعہ کے گھر قیام کے وقت بچوں کو قاضی شریح کے یہاں پہنچا دیا تھا۔ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے دو بچے بھی آئے تھے تو اس نے پورے شہر کوفہ میں اعلان کروایا کہ جو شخص مسلم رضی اللہ عنہ کے بچوں کو چھپائے گا اسے سخت سزا دی جائے گی اور جو ان کو ہمارے پاس لائے گا وہ انعام واکرام پائے گا۔ ابن زیاد کے اس اعلان کو سن کر قاضی صاحب گھبرا گئے۔ فوراً زادِ راہ تیار کروایا اور اپنے بیٹے اسد سے کہا کہ آج باب العراقین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ کی طرف جانے والا ہے ان بچوں کو لے جا کر اسی قافلہ میں کسی محب اہلبیت کے سپرد کر دو اور تاکید کر دو کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے۔ اسد جب ان بچوں کو لے کر باب العراقین پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ تھوڑی دیر پہلے چلا گیا۔ وہ بچوں کو لے کر اس کی راہ پر تیزی کے ساتھ چلا اور جب قافلہ کی گرد نظر آئی تو بچوں کو گرد دکھا کر کہا۔ دیکھو وہ قافلہ کی گرد نظر آ رہی ہے تم لوگ جلدی سے جا کر اس میں مل جاؤ۔ میں واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا آیا اور بچے تیزی کے ساتھ چلنے لگے مگر تھوڑی دیر بعد گرد غائب ہو گئی اور انہیں قافلہ نہ ملا۔ ننھے بچے اس تنہائی میں ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے اور ماں باپ کو پکار پکار کر جی جان کھونے لگے۔

ابن زیاد کا اعلان سن کر مال وزر کی ہوس رکھنے والے سپاہی بچوں کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے بچوں کو پا لیا پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے حکم دیا

---

[1] الطبری، جلد ۲، صفحہ ۲۰۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMI ISLAMIA ACADEMY

کہ ان بچوں کو اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک امیر المومنین یزید سے پوچھ لوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

جیل کا داروغہ مشکور نامی محب اہلبیت تھا اس کو بچوں کی بے کسی پر بہت ترس آیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ بچوں کی جان بہر حال بچانی ہے چاہے اپنی جان چلی جائے۔ چنانچہ اس نے رات کے اندھیرے میں بچوں کو جیل سے نکالا، اپنے گھر لا کر کھانا کھلایا، اپنی انگوٹھی بطور نشانی دی اور شہر کے باہر قادسیہ کی راہ پر لا کر کہا کہ تم لوگ اسی راستے پر چلے جاؤ۔ جب قادسیہ پہنچ جانا تو کوتوال سے ملنا، ہماری انگوٹھی دکھلانا اور سارے حالات بتانا وہ ہمارا بھائی ہے تم لوگوں کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے گا۔ دونوں بچے قادسیہ کی راہ پر چل پڑے مگر چونکہ انہیں بھی اسی ننھی عمر میں شہادت سے سرفراز ہونا تھا اس لئے وہ راستہ بھول گئے رات بھر چلتے رہے اور جب صبح ہوئی تو گھوم پھر کے اسی جگہ پہنچے کہ جہاں سے کوفہ کے باہر قادسیہ کے راستہ پر چلے تھے۔ ننھا سا کلیجہ خوف سے دہل گیا کہ کہیں پھر نہ کوئی پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دے۔ قریب میں ایک کھوکھلا درخت نظر آیا وہیں ایک کنواں بھی تھا اسی درخت کی آڑ میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک لونڈی پانی بھرنے آئی اور جب ان بچوں کو چھپے ہوئے بیٹھے دیکھا تو قریب آئی اور ان کے نورانی چہروں میں شان شہزادگی دیکھ کر کہا ''شہزادو! تم لوگ کون ہو اور یہاں کیسے چھپے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم یتیم و بیکس ہیں اور راہ بھٹکے ہوئے مصیبت زدہ مسافر ہیں۔ لونڈی نے کہا تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ باپ کا لفظ سنتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا غالباً تم لوگ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے فرزند ہو۔ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اس نے کہا غم نہ کرو میں اس بی بی کی لونڈی ہوں جو محب اہلبیت ہے آؤ چلو میں اس کے پاس لے چلتی ہوں۔ دونوں صاحبزادے اس کے ساتھ ہو لئے۔ لونڈی ان کو اپنی مالکہ کے پاس لے گئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اسے صاحبزادوں کی تشریف آوری پر بے انتہا مسرت ہوئی اس خوشی میں اس نیک بی بی نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور صاحبزادوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئی انہیں ہر طرح تسلی و تشفی دی کہ فکر نہ کرو اور لونڈی سے کہا کہ ان کی تشریف آوری کا راز پوشیدہ رکھنا میرے شوہر حارث کو نہ بتانا۔

ادھر ابن زیاد کو جب معلوم ہوا کہ مشکور داروغۂ جیل نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے تو اس نے مشکور کو بلا کر پوچھا کہ تو نے مسلم رضی اللہ عنہ کے بچوں کو کدھر کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ و

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کیلئے ان کو رہا کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا تو مجھ سے ڈرا نہیں۔ انہوں نے کہا جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ ابن زیاد سے کہا کہ ان بچوں کے رہا کرنے کے سبب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں گے البتہ تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے سبب اس نعمت سے محروم رہے گا۔ ابن زیاد اس جواب پر غضبناک ہو گیا اور کہا میں ابھی تجھے سخت سزا دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا ایک نہیں مشکور کی اگر ہزار جانیں ہوں تو سب ان پر قربان ہیں۔ ابن زیاد نے جلاد سے کہا اسے اتنے کوڑے مارو کہ مر جائے اور پھر اس کا سرتن سے جدا کر دو۔ جلاد نے جب کوڑے مارنے شروع کیے تو مشکور نے پہلے کوڑے پر کہا ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ '' دوسرے پر کہا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ! مجھے اہلبیت نبوت کی محبت میں یہ سزا مل رہی ہے۔ پانچویں کوڑے پر کہا یا الٰہی! مجھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے پاس پہنچا دے۔ پھر اس کے بعد خاموش ہو گئے اور جلاد نے اپنا کام تمام کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ادھر وہ نیک بی بی دل و جان سے بچوں کی خدمت میں دن بھر لگی رہی اور ہر طرح سے ان کی دل جوئی کرتی رہی پھر رات میں کھانا کھلا کر ان کو الگ ایک کمرہ میں سُلا کر واپس آئی تھی کہ اس کا شوہر حارث آ گیا۔ عورت نے پوچھا آج دن بھر آپ کہاں رہے؟ حارث نے کہا داروغۂ جیل مشکور نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بچوں کو قید سے رہا کر دیا تو امیر عبیداللہ بن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص ان کو پکڑ کر لائے گا اسے بہت انعام دیا جائے گا۔ میں انہیں بچوں کی تلاش میں دن بھر پریشان رہا یہاں تک کہ اسی بھاگ دوڑ میں میرا گھوڑا بھی مر گیا اور مجھے ان کی تلاش میں پیدل چلنا پڑا۔ عورت نے کہا اللہ سے ڈرو اور اہلبیت نبوت کے بارے میں اس طرح کا خیال دل سے نکال دو۔ کہنے لگا چپ رہ تجھے کیا معلوم جو شخص ان بچوں کو پا جائے گا اسے ابن زیاد انعام و اکرام سے مالا مال کر دے گا اسی لئے اور بھی بہت سے لوگ ان بچوں کی تلاش میں دن بھر لگے رہے۔ عورت نے کہا کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو دنیا کی خاطر ان یتیم بچوں کو دشمن کے حوالے کرنے کیلئے تلاش میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر رہے ہیں کل میدان محشر میں وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ حارث کا دل سیاہ ہو چکا تھا بیوی کے سمجھانے کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوا کہا نصیحت کی ضرورت نہیں نفع نقصان میں خود سمجھتا ہوں۔ چل تو کھانا لا۔ وہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کھانا لائی اور حارث بدبخت کھا کر سو گیا۔

آدھی رات کے بعد بڑے بھائی محمد نے خواب دیکھا اور بیدار ہو کر چھوٹے بھائی کو جگاتے ہوئے کہا اٹھو اب سونے کا وقت نہیں رہا۔ ہماری شہادت کا بھی وقت قریب آ گیا۔ ابھی میں نے خواب میں ابا جان کو دیکھا کہ وہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہراء اور حضرت حسن مجتبیٰ (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ جنت کی سیر کر رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابا جان سے فرما رہے ہیں کہ تم چلے آئے اور اپنے بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے۔ ابا جان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ بھی عنقریب آنے ہی والے ہیں۔ چھوٹے نے کہا بھائی جان! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ کیا سچ مچ ہم لوگ کل صبح قتل کر دیئے جائیں گے۔ ہائے! ایک دوسرے کو ذبح ہوتے ہوئے ہم کیسے دیکھ سکیں گے۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کے رونے اور چلانے سے حارث بدبخت کی آنکھ کھل گئی۔ ظالم نے بیوی کو جگا کر پوچھا یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ عورت بے چاری سہم گئی اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ ظالم نے خود اٹھ کر چراغ جلایا اور اس کمرہ کی طرف گیا کہ جہاں سے آواز آ رہی تھی۔ جب اندر داخل ہوا تو دیکھا دو بچے روتے روتے بے حال ہو رہے ہیں۔ پوچھا تم کون ہو؟ چونکہ وہ اس گھر کو اپنی جائے پناہ سمجھے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ہم مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے یتیم بچے ہیں۔ ظالم یہ سنتے ہی غصہ سے بے قابو ہو گیا اور کہا میں سارا دن ڈھونڈتے ڈھونڈتے پریشان ہو گیا اور تم لوگ ہمارے ہی گھر میں عیش کا بستر جمائے ہو۔ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا اور نہایت بے رحمی کے ساتھ ان کو مارنا شروع کیا۔ دونوں بھائی شدت کرب سے چیخنے لگے۔ عورت بے تحاشا دوڑی ہوئی آئی اور حارث کے قدموں پر اپنا سر رکھ کر نہایت عاجزی کے ساتھ روتی ہوئی کہنے لگی کہ ارے یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے راج دلارے ہیں ان کی چاند جیسی صورتوں پر رحم کھا۔ لے میرا سر کچل کر اپنی ہوس کی آگ بجھا لے۔ لیکن فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جگر پاروں کو بخش دے۔ حارث بدبخت نے اسے اتنے زور کی ٹھوکر ماری کہ بے چاری ایک کھمبے سے ٹکرا کر لہولہان ہو گئی۔ ظالم بچوں کو مارتے مارتے جب تھک گیا تو دونوں بھائیوں کی مشکیں کس دیں اور زلفوں کو کھینچ کر آپس میں ایک دوسرے سے باندھ دیا۔ اس کے بعد یہ کہتا ہوا کوٹھری کے باہر نکل آیا کہ جس قدر تڑپنا ہے صبح تک تڑپ لو دن نکلتے ہی میری چمکتی ہوئی تلوار تمہیں ہمیشہ کیلئے موت کی نیند سلا دے گی۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

صبح ہوتے ہی ظالم نے تلوار اٹھائی زہر میں بجھا ہوا خنجر سنبھالا اور خونخوار بھیڑیئے کی طرح کوٹھری کی طرف بڑھا۔ نیک بخت بیوی نے دوڑ کر پیچھے سے اس کی کمر تھام لی۔ حارث نے اتنے زور کا اس کو جھٹکا دیا کہ سر ایک دیوار سے ٹکرا گیا اور وہ آہ کر کے زمین پر گر پڑی۔ اور جب وہ کوٹھری میں داخل ہوا تو ہاتھ میں ننگی تلوار چمکتا ہوا خنجر دیکھ کر دونوں بھائی کانپنے لگے۔ بدبخت نے آگے بڑھ کر دونوں بھائیوں کی زلفیں پکڑیں اور نہایت بے دردی کے ساتھ انہیں گھسیٹتا ہوا باہر لایا۔ تکلیف سے دونوں بھائی تلملا اٹھے رو رو کر فریاد کرنے لگے لیکن ظالم کو ترس نہ آیا۔ سامان کی طرح ایک خچر پر لاد کر دریائے فرات کی طرف چل پڑا اور جب اس کے کنارے پہنچا تو انہیں خچر سے اتارا مشکیں کھولیں اور سامنے کھڑا کیا۔ پھر میان سے تلوار نکالی ہی تھی کہ اتنے میں اس کی بیوی ہانپتی کانپتی اور گرتی پڑتی آ پہنچی۔ آتے ہی اس نے پیچھے سے اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور خوشامد کرتے ہوئے کہا خدا کیلئے اب بھی مان جاؤ اہلبیت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین مت کرو۔ دیکھو بچوں کی ننھی جان سوکھی جا رہی ہے تلوار سامنے سے ہٹالو۔

حارث پر شیطان پوری طرح سوار تھا ظالم نے بیوی پر وار کر دیا وہ زخمی ہو کر گری اور تڑپنے لگی۔ بچے یہی منظر دیکھ کر سہم گئے۔ اب بدبخت اپنی خون آلود تلوار لے کر بچوں کی طرف بڑھا چھوٹے بھائی پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی چیخ اٹھا۔ خدا کیلئے پہلے مجھے ذبح کرو میں اپنے بھائی کی تڑپتی ہوئی لاش نہیں دیکھ سکوں گا۔ اور چھوٹے بھائی نے سر جھکاتے ہوئے کہا کہ بڑے بھائی کے قتل کا منظر مجھ سے نہیں دیکھا جا سکے گا خدا کے واسطے پہلے میرا ہی سر قلم کرو۔

ظالم کی تلوار چمکی دو ننھی چیخیں بلند ہوئیں اور یتیم بچوں کے کٹے ہوئے سر خون میں تڑپنے لگے۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

قاتل کا انجام

حارث بدبخت نے جب بچوں کو شہید کر دیا تو ان کی لاشوں کو دریائے فرات میں پھینک دیا اور سروں کو توبڑہ میں رکھ کر لے گیا اور ابنِ زیاد کے سامنے پیش کیا۔ اس نے کہا اس میں کیا ہے؟ حارث نے کہا انعام و اکرام کیلئے آپ کے دشمنوں کا سر کاٹ کر لایا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا یہ میرے دشمن کون ہیں؟ کہا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے فرزند ابن زیاد یہ سنتے ہی غضبناک ہو گیا اور کہا تجھ کو قتل کرنے کا حکم کس نے دیا تھا۔ کم بخت میں نے امیر المومنین یزید کو لکھا ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

فرزند گرفتار کر لئے گئے ہیں اگر حکم ہو تو میں انہیں آپ کے پاس زندہ بھیج دوں۔ اگر یزید نے زندہ بھیجنے کا حکم دیا تو پھر میں کیا کروں گا؟ تو میرے پاس ان کو زندہ کیوں نہیں لایا؟ حارث نے کہا مجھے اندیشہ تھا کہ شہر کے لوگ مجھ سے چھین لیں گے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تجھے چھین لینے کا اندیشہ تھا تو کسی محفوظ جگہ پر ان کو ٹھہرا کر مجھے اطلاع کر دیتا میں سپاہیوں کے ذریعہ منگوا لیتا۔ تو نے میرے حکم کے بغیر ان کو قتل کیوں کیا؟ پھر ابنِ زیاد نے مجمع پر نگاہ ڈالی اور ایک شخص جس کا نام مقاتل تھا اس سے کہا کہ اس بد بخت کی گردن مار دے۔ چنانچہ حارث کی گردن مار دی گئی اور وہ خَسِرَ الدُّنیا وَ الْاٰخِرَۃ کا مصداق ہوا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

کربلا کا خونی منظر

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ شریف سے روانگی

الحمد للہ الذی خلق الارض والسمٰوٰت و الصلاۃ و السلام علی صاحب الفضل و الشفاعات و علی الحسین و رفقائہ الذین فازوا بالشہادات اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۵۵) صدق اللہ العلی العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علیٰ ذٰلک لمن الشاھدین و الشاکرین و الحمد للہ رب العلمین۔

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر مکہ کے سرکار و مدینہ کے تاجدار دونوں عالم کے مختار جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم پر عقیدت و محبت کے ساتھ درود و سلام کی ڈالیاں پیش کریں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَ الْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

برادران اسلام! حمد وصلاۃ واور آیت کریمہ و درود شریف پڑھنے کی برکت حاصل کرنے کے بعد ہم آپ حضرات کے سامنے پہلے ایک نظم کے چند اشعار پیش کرتے ہیں انہیں بغور سماعت فرمائیں۔

جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے دنیا کو دھویا وہ حسین
جو دہکتی ریت کے بستر پہ سویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے پھر بھی کچھ نہ کھویا وہ حسین
مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا
خون نے جس کے دو عالم میں اجالا کر دیا
شیر کی مانند جو مقتل میں آیا وہ حسین

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

راہِ حق میں جس نے اپنا سر کٹایا وہ حسین
جو بہتّر زخم کھا کر مسکرایا وہ حسین
کربلا میں جس نے اپنا گھر لُٹایا وہ حسین
زیرِ خنجر جس کا سجدہ عظمتِ اسلام ہے
جس کا ہر تیور رسولِ پاک کا پیغام ہے
اللہ اللہ راکبِ دوشِ پیمبر وہ حسین
عظمت و اخلاص و قربانی کا پیکر وہ حسین
فاطمہ کا نورِ دیدہ جانِ حیدر وہ حسین
کربلا کے غازیوں کا میرِ لشکر وہ حسین
پرچمِ حق تا ابد جس کا سلامی ہو گیا
زندۂ جاوید جس کا نام نامی ہو گیا
دین کی خاطر تھی جس کی زندگانی وہ حسین
کٹ گئی اسلام میں جس کی جوانی وہ حسین
مل گئی جس کو حیاتِ جاودانی وہ حسین
نام نامی جس کا لوحِ دہر پر مرقوم ہے
فرش سے تا عرش جس کی عظمتوں کی دھوم ہے

اللّٰھمّ صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی اٰلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

برادرانِ ملت! انسان کیلئے جہاں پر مرنا یا شہید ہونا مقدر ہوتا ہے منجانب اللہ ایسے حالات و اسباب پیدا ہوتے ہیں کہ ہزار رکاوٹوں کے باوجود انسان آخری وقت میں اسی جگہ پر جانے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہونا ازل میں مقدر ہو چکا تھا ان کیلئے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اب کربلا کی طرف جانا ان کا ضروری ہو گیا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے خط آنے کے بعد امام عالی مقام کو کوفیوں کی درخواست قبول کرنے میں کوئی معقول عذر باقی نہ رہا تو آپ عراق جانے کیلئے تیار ہو گئے اور سفر کے اسباب درست ہونے لگے۔

جب مکہ والوں کو آپ کی تیاری کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کا عراق کی طرف جانا پسند نہ کیا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

جلیل القدر صحابہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہم آپ کے پاس آئے اور عرض کیا آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں کہ وہاں کے لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں، انہوں نے آپ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھلی ہوئی غداری و بے وفائی کی ہے ان کا حاکم ان پر مسلط ہے اور اسی کی حکومت قائم ہے تو جان لیجئے کہ کوفہ والے آپ کو جنگ وجدال کیلئے بلا رہے ہیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو دھوکا دیں گے، جھٹلائیں گے اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے بلکہ حکومتِ وقت سے مل کر آپ پر حملہ کریں گے اور بلانے والے ہی سب سے بڑے آپ کے دشمن ثابت ہوں گے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خدا سے خیر کا طالب ہوں دیکھئے کیا ہوتا ہے۔[1]

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جب آپ سے سفر عراق کو ملتوی کرنے کیلئے کہا تو آپ نے فرمایا "حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّ لِمَکَّۃَ کَبْشًا بِہٖ یَسْتَحِلُّ حُرْمَتُھَا فَمَا اُحِبُّ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ذٰلِکَ الْکَبْشُ" (میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے کہ ایک مینڈھا مکہ معظّمہ کی حرمت کو حلال کر دے گا تو میں وہ مینڈھا نہیں بننا چاہتا)۔[2]

اور یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس سفر سے روکنے کیلئے اصرار کیا اور کہا کہ آپ مسجد حرام میں رہیے میں آپ کی مدد کیلئے لوگوں کو جمع کرلوں گا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایک بالشت بھر میں اس مسجد کے باہر قتل کیا جاؤں تو واللہ میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک بالشت بھر مسجد کے اندر قتل کیا جاؤں۔ بخدا اگر میں حشرات الارض کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا تو لوگ مجھے وہاں سے بھی نکال لیں گے اور جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے۔[3]

غرضیکہ بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو اس سفر سے روکنے کیلئے بہت اصرار کرتے رہے اور آخر تک یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ معظّمہ سے تشریف نہ لے جائیں مگر ان کی کوششیں کارآمد نہ ہوئیں یہاں تک کہ امام عالی مقام ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو اپنے اہل بیت اور موالی و

---

[1] طبری، جلد ۲، صفحہ ۲۱۱۔

[2] طبری، جلد ۲، صفحہ ۲۱۱۔

[3] طبری، جلد ۲، صفحہ ۲۱۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

خدام کل بیاسی نفوس کے ساتھ مکہ شریف سے عراق کیلئے روانہ ہو گئے۔

بات اصل میں یہ تھی کہ آپ کو گرفتار ہونے کا اندیشہ تھا اور یہ راز اس وقت کھلا جب فرزدق شاعر سے آپ کی راستہ میں ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حج کے دن بالکل قریب آ گئے تو اتنی جلدی آپ نے کس لئے فرمائی کہ حج بھی نہ ہو سکا؟ امام نے جواب دیا کہ اگر میں اتنی جلدی نہ کرتا تو وہیں گرفتار کر لیا جاتا۔

حضرت کے اس جواب سے معلوم ہو گیا کہ ایام حج قریب ہونے کے باوجود آپ مکہ معظمہ سے کیوں نکل پڑے۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصرار کو قبول نہ فرمانے کا سبب کیا تھا ظاہری وجہ تو وہی تھی جو حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرزدق سے بیان فرمائی اور حقیقت میں شہادت کی کشش آپ کو کربلا کی طرف کھینچے لئے جا رہی تھی۔ آپ کا حال اس وقت وہی تھا جو کسی شاعر نے کہا ہے۔

دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے طاقت مجھ میں عشق کھینچے لئے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

کربلا جانے والے اہلبیت

برادران اسلام! اس سفر میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادے آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علی اوسط رضی اللہ عنہ جن کو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، یہ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی اور بیمار تھے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے علی اکبر رضی اللہ عنہ تھے جو یعلی بنت ابی مُرّہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے ہیں، ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ یہ کربلا میں شہید ہوئے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے تیسرے فرزند جنہیں علی اصغر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کی والدہ قبیلہ بنی قُضاعہ سے تھیں۔ یہ شیر خوار بچے تھے۔ آپ کی ایک صاحبزادی حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا بھی ہمراہ تھیں جن کی نسبت حضرت قاسم کے رضی اللہ عنہ ساتھ ہوئی تھی۔ اس وقت ان کی عمر سات سال کی تھی۔ ان کی والدہ امرء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے تھیں۔ ان کا عقد حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ اور کربلا میں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے نکاح ہونے کی جو روایت مشہور ہے وہ غلط ہے۔ ان کے ساتھ آپ کی صرف نسبت ہوئی تو عقد نہیں ہوا تھا، اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں آپ کے ہمراہ تھیں ایک شہر بانو، دوسری حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

کی والدہ۔ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار نوجوان صاحبزادے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم، امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پانچ فرزند حضرت عباس بن علی، حضرت عثمان بن علی، حضرت عبد اللہ بن علی، حضرت محمد بن علی اور حضرت جعفر بن علی رضی اللہ عنہم حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ سب نے شہادت پائی۔

اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ تو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا پہنچنے سے پہلے ہی کوفہ میں شہید ہو چکے تھے اور تین فرزند حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمن اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے۔

اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دو پوتے حضرت محمد و حضرت عون حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ہے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت امام رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔

صاحبزادگان اہلبیت میں سے کل سترہ حضرات امام عالی مقام کے ہمراہ مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے اور حضرت امام زین العابدین، عمر بن حسن، محمد بن عمر بن علی، اور دوسرے کم عمر صاحبزادے قیدی بنائے گئے۔ رضی اللہ عنہم

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب مکہ شریف سے باہر نکلے تو حاکم مکہ عمرو بن سعید کے حکم سے ایک فوجی دستہ نے شہر سے باہر آکے آپ کو روکا اور چاہا کہ واپس چلیں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے واپس ہونے سے انکار کیا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طرف کے لوگوں میں مار پیٹ ہوئی۔ آپ کے ساتھی بڑی بہادری سے فوجی دستہ کی مزاحمت کو روکنے پر تیار تھے اس لئے ان لوگوں کو ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا اور قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔[1]

جب آپ مقام صفاح تک پہنچے تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے اس سے کوفہ والوں کا حال دریافت فرمایا۔ عرض کی کہ ان کے دل آپ کی طرف ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہوں گی۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو لیکن ہر بات اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اگر اللہ نے ہماری خواہشوں کے مطابق کیا تو ہم اس کا شکر ادا کریں گے۔ اور

---

[1] الطبری، جلد ۲، صفحہ ۲۱۳۔

اگر قضائے الٰہی ہمارے مطلب کے خلاف ہوئی تو انسان کیلئے یہی کیا کم ہے کہ اس کی نیت میں خلوص اور اس کے دل میں پارسائی ہو۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرزدق سے گفتگو کرنے کے بعد جب آگے بڑھے تو آپ کے بھانجے حضرت محمد و عون رضی اللہ عنہما راستے میں آکر آپ سے ملے اور اپنے والد گرامی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما کا خط آپ کی خدمت میں پیش کیا اس میں لکھا تھا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آیئے۔ اس لئے کہ جہاں آپ جا رہے ہیں وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہلبیت کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر خدانخواستہ آپ ہلاک ہو گئے تو دنیا میں اندھیرا چھا جائے گا۔ آپ ہدایت والوں کے رہنما اور مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ سفر میں جلدی نہ کیجئے اس خط کے پیچھے میں بھی آ رہا ہے۔

صاحبزادوں کے بدست خط روانہ کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن جعفر حاکم مکہ عمرو بن سعید سے جا کر ملے اور اس سے گفتگو کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے امان کا پروانہ حاصل کیا اور حضرت کے اطمینان کیلئے عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ بن سعید کو ساتھ میں لے کر آپ کے پاس پہنچے۔ یحییٰ نے خط پیش کیا اور آپ نے اسے پڑھا مگر واپس آنے سے انکار کیا۔ ان لوگوں نے کہا آخر کیا بات ہے؟ آپ عراق جانے پر اس قدر بضد کیوں ہیں؟ حضرت نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہے۔ آپ نے اس خواب میں جو مجھے حکم فرمایا ہے میں اسے ضرور پورا کروں گا چاہے اس میں ہمارا نقصان ہو یا فائدہ۔ ان لوگوں نے کہا وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خواب نہ اب تک میں نے کسی سے بیان کیا ہے اور نہ بیان کروں گا یہاں تک کہ اپنے خدا سے جا ملوں۔

چھٹ جائے اگر دولت کونین تو کیا غم   چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے دامان محمد

امام عالی مقام نے عمرو بن سعید کی تحریر کا جواب لکھ کر ان کے سپرد کیا۔ حضرت عبداللہ کچھ مجبوریوں کے سبب اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادگان عون و محمد کو آپ کے ساتھ رہنے کی ہدایت کی اور خود واپس ہو گئے۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت

جب آپ مقام حاجر میں پہنچے تو اپنے ایک مخلص ساتھی قیس بن مسہر صیداوی کو خط دے کر

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

کوفہ روانہ فرمایا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔ حمد الٰہی اور سلام کے بعد معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے خط سے تم لوگوں کے حالات کی درستگی اور میری مدد پر تم سب کے متفق ہونے کا علم ہوا۔ میں خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہم پر احسان کرے اور تم لوگوں کو اس بات پر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ میں مکہ معظّمہ سے روانہ ہو چکا ہوں جب میرا خط پہنچے تو اپنا انتظام تم لوگ جلدی درست کر لینا اس لئے کہ میں چند ہی روز میں انشاء اللہ تمہارے یہاں پہنچنے والا ہوں۔ والسلام!

حضرت قیس جب امام رضی اللہ عنہ کا خط لے کر قادسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر جو ابن زیاد کے حکم سے ایک فوج کے ساتھ پہلے سے ناکہ بندی کیے ہوئے تھا اس نے قیس کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ ابن زیاد نے کہا اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو گورنر ہاؤس کی چھت پر چڑھ کر حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے خلاف تقریر کرو اور ان کو برا بھلا کہو۔ حضرت قیس چھت پر چڑھ گئے اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اس وقت خلق خدا میں سب سے بہترین شخص ہیں میں انہی کا بھیجا ہوا تم لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ تمہارا فرض ہے کہ ان کی مدد کے لئے قدم آگے بڑھاؤ اور ان کی آواز پر لبیک کہو۔ پھر حضرت قیس نے ابن زیاد اور اس کے باپ کو برا بھلا کہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے دعائے خیر کی۔ ابن زیاد آپ کی اس تقریر کو سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور حکم دیا کہ انہیں چھت کے اوپر سے زمین پر گرا دو کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ بے رحموں نے انہیں نیچے گرا دیا جس سے ان کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور وہ انتقال کر گئے۔ اس طرح حضرت امام رضی اللہ عنہ کا یہ سچا محب آپ پر قربان ہو گیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے — حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

جب آپ اس منزل سے آگے بڑھے تو ایک کنوئیں پر آپ کی ملاقات عبد اللہ بن مطیع سے ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ اِدھر کیسے تشریف لائے؟ حضرت امام نے اپنے آنے کی وجہ بیان فرمائی۔ انہوں نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حرمتِ اسلام، حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حرمتِ عرب کو ضائع نہ کیجئے۔ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیے وہاں آپ یقیناً شہید کر دیئے جائیں گے۔ حضرت نے فرمایا ”لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا“ (ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خدائے تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرما دی ہے)۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ UL OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت زہیر سے ملاقات

حضرت امام رضی اللہ عنہ جب آگے بڑھے اور مقام زرود میں آپ نے قیام فرمایا تو وہاں کنوئیں کے پاس ایک خیمہ نظر آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ زہیر بن قیس بجلی کا خیمہ ہے جو حج سے فارغ ہو کر کوفہ جا رہے ہیں۔ شروع میں ان کو اہلبیت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی عقیدت نہ تھی۔ آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے ملنے سے انکار کرنا چاہا تو ان کی بیوی نے کہا واہ کیا غضب کی بات ہے کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو بلائیں اور آپ ان سے ملنے کیلئے نہ جائیں۔ بیوی کی بات سے متاثر ہو کر وہ حضرت کے پاس گئے اور بہت جلد خوش خوش واپس ہو کر اپنا خیمہ اور کل ساز و سامان آپ کی طرف بھجوا دیا۔ اس کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کے ساتھ میکے چلی جاؤ۔ پھر اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے اور جو چاہے چلا جائے اور یہ سمجھ کر جائے کہ یہ میری آخری ملاقات ہے۔ سب حیران ہو گئے کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ آپ نے کہا میں تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں سنو! جنگ بلنجر میں خدائے تعالیٰ نے ہم کو فتح عطا فرمائی اور بہت سامان غنیمت ہاتھ آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ہم سے پوچھا کہ فتح اور مال غنیمت سے تم کو خوشی ہوئی؟ ہم نے کہا ہاں بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے جوانوں کے سردار (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) سے ملو گے اور ان کی مدد میں ان کے دشمنوں سے جنگ کرو گے تو اس فتح اور مال غنیمت سے زیادہ خوشی حاصل کرو گے۔ لہٰذا میں تم لوگوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

پھر حضرت زہیر امام عالی مقام کے ساتھ رہے یہاں تک کہ کربلا میں آپ کے دشمنوں سے لڑ کر شہادت سے سرفراز ہوئے۔[1]

شہادت مسلم رضی اللہ عنہ کی خبر

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ابھی تک کوفہ کے حالات معلوم نہ ہوئے تھے۔ جب آپ مقام ثعلبیہ میں پہنچے تو بکیر بن مثعبہ اسدی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی بن

---

1 طبری، جلد ۲، صفحہ ۲۲۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

عروہ دونوں شہید کر دیئے گئے اور ان کی لاشوں کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا گیا۔ اس دردناک خبر کو سن کر آپ نے بار بار "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رحمۃُ اللہ علیھِمَا" پڑھا۔

عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل اسدی جوحج سے فارغ ہو کر مقام زرود میں حسینی قافلہ سے آکر ملے تھے۔ انہوں نے امام عالی مقام سے کہا خدا کے واسطے آپ اپنی اور اپنے گھر بھر کی جان خطرہ میں نہ ڈالیں یہیں سے واپس ہو جائیں اس لئے کہ کوفہ میں آپ کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار بلکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ جو لوگ آپ کو بلانے والے ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے تینوں بھائی کھڑے ہو گئے اور جوش میں آکر کہا خدا کی قسم ہم واپس نہیں ہوں گے جب تک مسلم رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے اور یا ہم بھی ان کی طرح قتل نہیں ہو جائیں گے۔ حضرت نے اسدیوں کی طرف دیکھ کر فرمایا ان لوگوں کے بعد زندگی میں کچھ لطف نہیں۔ آپ کے ساتھیوں میں سے بعض لوگوں نے کہا آپ کی اور مسلم کی برابری نہیں۔ جب آپ کوفہ میں پہنچ جائیں گے تو وہاں کے سب لوگ آپ کی مدد کیلئے دوڑ پڑیں گے۔ حضرت نے اس خیال کی تائید نہیں فرمائی بلکہ خاموش رہے۔[1]

پھر قافلہ آگے بڑھتا رہا اور ابھی تک سب لوگوں کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر نہ تھی آپ مقام زبالہ میں پہنچے تو اسی جگہ پر آپ نے پورے قافلہ والوں سے فرمایا کہ ہمیں یہ دردناک خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور ہماری اطاعت کے دعویداروں نے ہمیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا جو شخص تم میں سے واپس جانا چاہے وہ چلا جائے ہماری طرف سے اس پر کوئی الزام نہیں۔

بہت سے عرب جو راستے میں آپ کے ساتھ ہو گئے تھے اس اعلان کے سنتے ہی تقریباً سب دائیں بائیں روانہ ہو گئے اور زیادہ تر وہی لوگ باقی رہ گئے جو مدینہ طیبہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔

حر کی آمد

محرم ۶۰ھ کی پہلی تاریخ کو جب کہ آپ کوہ ذی حشم کے دامن میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے حر

---

[1] الطبری، جلد ۲، صفحہ ۲۲۷۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

بن یزید تمیمی ایک ہزار لشکر کے ساتھ آپ کو گرفتار کرنے کیلئے آ پہنچا۔ دوپہر کا وقت تھا دشمن کے گھوڑے اور سارے آدمی بہت پیاسے تھے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے سب کو پانی پلوایا غالباً اس ہمدردی کے سبب حر آپ سے کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکا یہاں تک کہ جب ظہر کی نماز کا وقت آ گیا اور اذان پڑھی گئی تو آپ نے حمد و صلاۃ کے بعد حر اور اس کی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو! میں خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں اور تمہارے سامنے اپنی صفائی پیش کرتا ہوں کہ میں اس وقت تک تمہاری طرف نہیں آیا جب تک کہ تمہارے خطوط میرے پاس نہیں گئے کہ آپ ہماری طرف آیئے ہمارا کوئی امام نہیں ہے شاید آپ کے سبب ہم لوگوں کو خدائے تعالیٰ ہدایت پر جمع فرمادے۔ اب اگر تم لوگ اپنی بات پر قائم ہو تو میں آ ہی گیا ہوں۔ تم مجھ سے عہد کرو تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے تو میں تمہارے شہر میں چلوں۔ اور اگر میرا آنا پسند نہیں کرتے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔

آپ کی اس تقریر کے بعد خاموشی رہی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے حر سے پوچھا تم ہمارے ساتھ نماز پڑھو گے یا الگ پڑھنا چاہتے ہو؟ حر نے کہا آپ نماز پڑھایئے ہم سب آپ کے پیچھے پڑھیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا دونوں طرف کے لوگوں نے حضرت کے پیچھے نماز ادا کی اس کے بعد آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ روانہ ہونے کیلئے سب تیار ہو جائیں۔ پھر خیمہ سے باہر تشریف لائے اور اس وقت بھی دونوں گروہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد پھر آپ نے مجمع کی طرف رخ کیا اور حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے اور حق والوں کا حق پہچانو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو گے۔ جو تم پر ظلم و زیادتی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں ہم اہلبیت نبوت ان کے مقابلہ میں خلافت کے زیادہ مستحق ہیں لیکن اگر تم لوگ ہم کو نہیں پسند کرتے ہو اور ہمارے حق کو نہیں پہچانتے ہو اور تمہاری رائے اس کے خلاف ہو گئی جو تمہارے خطوط سے ظاہر ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ حر نے کہا بخدا ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کیسے خطوط ہیں جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں۔ آپ نے خطوط کے تھیلے کو منگوا کر سب کے سامنے الٹ دیا۔ حر نے کہا ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو یہ خطوط لکھے ہیں۔ ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں بھی آپ مل

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL-ISLAMIA ACADEMY

جائیں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں یہاں تک کہ ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں۔ آپ نے فرمایا اس مطلب کے حاصل کرنے سے تیرے لئے مرجانا زیادہ آسان ہے۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو سوار ہو کر لوٹنے کا حکم دیا۔ حر نے واپس ہونے سے روکا۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھ پر روئے آخر تیرا مطلب کیا ہے؟ حر نے کہا خدا کی قسم اگر آپ کے علاوہ کوئی دوسرا عرب یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو بھی ایسے ہی کہتا لیکن آپ کی والدہ ماجدہ کا ذکر میں بھلائی کے ساتھ ہی کروں گا۔ امام نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ نہیں ہوگا۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں بھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ اسی طرح تکرار ہوتی رہی۔ آخر میں حر نے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے مجھے تو صرف یہ حکم ہے کہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں یہاں تک کہ آپ کوفہ پہنچ جائیں۔ اگر آپ کوفہ جانے سے انکار کرتے ہیں تو جب تک کہ میں ابن زیاد کی رائے نہ معلوم کرلوں آپ ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ کی طرف جاتا ہو اور نہ مدینہ کی طرف۔ آپ کو اس کی یہ بات معقول معلوم ہوئی آپ قادسیہ اور عذیب کی راہ سے بائیں مڑ کر چلنے لگے ساتھ ساتھ حر بھی چلتا رہا۔[1]

باپ اور بیٹے کی گفتگو

جب امام رضی اللہ عنہ کا قافلہ قصر بنی مقاتل پہنچا تو آپ نے وہیں قیام فرمایا تھوڑی دور پر حر بھی ٹھہرا۔ آدھی رات کے بعد آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ پانی بھر لو اور چلو۔ ابھی تھوڑی دیر چلے تھے کہ ذرا آنکھ لگ گئی پھر چونک گئے اور تین بار فرمایا: انا للہ و انا الیہ راجعون و الحمد للہ رب العلمین۔ یہ سن کر آپ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ آپ کے قریب آئے اور عرض کیا ابا جان! اس وقت یہ کلمات زبان پر کیسے جاری ہوئے؟ فرمایا ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی میں نے دیکھا ایک سوار کہہ رہا ہے کہ یہ لوگ راستے پر چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم کو موت کی اطلاع دی گئی ہے۔ صاحبزادے نے کہا خدائے تعالیٰ آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے۔ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا اس خدائے ذوالجلال کی قسم جس کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، ہم حق پر ہیں۔ بہادر صاحبزادے نے کہا جب ہم حق پر ہیں تو ایسی موت کی ہمیں کوئی پروا نہیں۔ آپ نے فرمایا خدائے تعالیٰ تمہیں

---

[1] طبری، جلد ۲، صفحہ ۲۳۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

وہ جزائے خیر عطا فرمائے جو کسی بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے مل سکتی ہو۔

جب آپ کا قافلہ نینوا میں پہنچا تو کوفہ کی طرف سے ایک سوار آتا دکھائی دیا۔ سب ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگے۔ وہ آیا تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ نہیں ہوا حر کو سلام کیا اور اس کو ابن زیاد کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے سے روک دو اور انہیں چٹیل میدان میں اترنے پر مجبور کرو جہاں کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو اور نہ پانی ہو۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رہے تاکہ تمہاری کارگذاری کی ہمیں اِطلاع دے اور تم سے الگ نہ ہو جب تک کہ ہمارے حکم پر عمل نہ ہو جائے حر نے امام اور ان کے ساتھیوں کو خط کے مضمون سے مطلع کیا۔ حضرت نے فرمایا اچھا ہم کو ذرا آگے بڑھ کر سامنے والے گاؤں غاضریہ یا شفیّہ میں ٹھہرنے دو۔ حر نے کہا ہمیں تو چٹیل میدان میں ٹھہرانے کا حکم دیا گیا ہے اور نگراں ہمارے ساتھ ہے ابنِ زیاد کو ہمارے طرزِ عمل کی اطلاع کر دے گا۔ حر کے اس جواب پر حضرت امام کے ساتھیوں میں جوش پیدا ہو گیا حضرت زہیر بن قیس نے کہا یَا اِبْنَ رَسُوْلِ اللّٰہ! ان سے جنگ کر لینا ہمارے لئے آسان ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آئیں گے اس لئے کہ وہ اتنے ہوں گے کہ ہم کو ان سے مقابلہ کی طاقت نہ ہوگی۔ مگر حضرت نے فرمایا ہم اپنی طرف سے جنگ کی ابتداء نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے حر سے فرمایا اچھا کچھ تو چلنے دو۔ حر خاموش رہا اور آپ بائیں طرف چل پڑے۔

زمینِ کربلا

ابھی آپ تھوڑا سا چلے تھے کہ حر کے سپاہیوں نے آ کر روک دیا اور کہا بس یہیں اتر پڑیئے۔ فرات یہاں سے دور نہیں ہے۔ آپ یہ سنتے ہی اپنے گھوڑے سے اتر پڑے اور فرمایا ''ھٰذِہٖ کَرْبَلَاءُ مَوْضَعُ کَرْبٍ وَّ بَلَآءٍ ھٰذَا مَنَاخُ رِکَابِنَا وَ مَحَطُّ رِحَالِنَا وَ مَقْتَلُ رِجَالِنَا۔'' (یہ کربلا ہے جو مقام کرب و بلا ہے یہیں ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے، یہیں ہمارے مال و اسباب اتریں گے اور اسی مقام پر ہمارے ساتھی قتل کیے جائیں گے)۔ یہ محرم ۶۱ ھ کی دوسری تاریخ پنجشنبہ (جمعرات) کا دن تھا۔

جب حر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں اترنے پر مجبور کر دیا تو اس نے ابن زیاد کو اس بات کی اطلاع دی۔ یہ وقت وہ تھا جب کہ ایران میں بغاوت ہو گئی تھی جس کو فرو کرنے کے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

لئے عمرو بن سعد کو چار ہزار فوج کا سردار بنایا گیا تھا اور رے کی حکومت کو پروانہ لکھ کر دیا گیا تھا۔ ابن سعد اپنی فوج کے ساتھ نکل کر ابھی تھوڑی ہی دور پہنچا تھا کہ ابن زیاد نے اسے واپس بلا کر حکم دیا کہ پہلے حسین رضی اللہ عنہ کی مہم سر کرو اس کے بعد ایران کی طرف روانہ ہو۔ عمرو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ان کا بیٹا تھا۔ وہ نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے خوب واقف تھا اس لئے اس نے ابنِ زیاد سے کہا کہ مجھے اس امر کیلئے نہ بھیجیں۔ ابنِ زیاد نے کہا اگر حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کیلئے نہیں جاتے ہو تو رے کی حکومت سے دست بردار ہو جاؤ۔ ابن سعد نے اس معاملہ میں غور کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت لی۔ پھر آخر دنیوی حکومت کی لالچ میں آ کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ اور وہی چار ہزار کی فوج جو ملک ایران جانے کے لئے تیار تھی انہیں ساتھ لے کر تیسری محرم کو کربلا پہنچ گیا اور پھر برابر کمک پہنچتی رہی یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس بائیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے ساتھ کل بیاسی آدمی ہیں جن میں بیبیاں اور بچے بھی ہیں اور پھر جنگ کے ارادہ سے بھی نہیں آئے تھے اسی لئے لڑائی کا سامان بھی نہیں رکھتے تھے۔ مگر اہل بیت نبوت کی شجاعت اور بہادری کا ابن زیاد کے دل پر اتنا اثر تھا کہ ان کے مقابلہ کے لئے بائیس ہزار کا لشکر جرار بھیج دیا۔ دوگنی چوگنی دس گنی تو کیا سوگنی تعداد کو بھی کافی نہیں سمجھا کوفہ کے تمام قابل جنگ افراد کو کربلا میں بھیج دیا اس کے باوجود لوگوں کے دل خوف زدہ ہیں اور جنگ آزما دلاوروں کے حوصلے پست ہیں۔ آخر مجبوراً ان کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ لشکر امام پر پانی بند کر دیا جائے تب ان کا مقابلہ کیا جا سکے گا۔ چنانچہ ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ دریائے فرات پر مقرر کر دیا تاکہ امام اور ان کے ساتھی پانی کی ایک بوند نہ لے سکیں۔ یہ واقعہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے سے تین دن پہلے کا ہے۔[1]

ابن سعد نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے پوچھو وہ یہاں کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ تمہارے شہر کوفہ کے لوگوں نے خطوط لکھ کر مجھے بلایا ہے اب اگر میرا آنا پسند نہیں ہے تو میں واپس چلا جاؤں۔ ابن سعد نے اپنا سوال اور حضرت

---

[1] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۱۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMI ISLAMIA ACADEMY

کا جواب لکھ کر ابن زیاد کو بھیج دیا۔ اس نے ابن سعد کو جواب میں لکھا کہ تم حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے تمام ساتھیوں سے کہو کہ وہ یزید کی بیعت کریں۔ اگر وہ بیعت کر لیں گے تو اس کے بعد ہم جو مناسب سمجھیں گے کریں گے ابن سعد کو جب یہ خط ملا تو اس نے کہا میں سمجھ گیا ابنِ زیاد کو امن و عافیت منظور نہیں۔

امام رضی اللہ عنہ اور ابنِ سعد کی ملاقات

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے ابنِ سعد کو پیغام بھیجا کہ آج رات ہم تم سے ملنا چاہتے ہیں۔ ابن سعد نے یہ بات مان لی اور رات کے وقت بیس سواروں کے ساتھ دونوں لشکروں کے درمیان آیا۔ آپ بھی بیس سواروں کے ساتھ تشریف لے گئے پھر دونوں نے اپنے اپنے ساتھیوں کو علیحدہ کر دیا اور تنہائی میں دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ آخر میں حضرت امام نے فرمایا کہ میں تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے تم جسے چاہو میرے لئے منظور کر لو۔

1- جہاں سے میں آیا ہوں وہیں مجھے واپس چلے جانے دو۔

2- مجھے کسی سرحدی مقام پر لے چلو میں وہیں رہ کر وقت گذار لوں گا۔

3- مجھ کو سیدھا یزید کے پاس دمشق کی طرف جانے دو۔ اطمینان کے لئے تم بھی میرے پیچھے پیچھے چل سکتے ہو۔ میں یزید کے پاس جا کر اس سے براہِ راست اپنا معاملہ طے کر لوں گا جیسے کہ میرے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے طے کیا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا رویہ اتنا نرم اور سلجھا ہوا تھا کہ ابن سعد نے اقرار کیا کہ آپ صلح کے راستے پر ہیں اور اس نے بہت خوش ہو کر ابنِ زیاد کو لکھا کہ خدائے تعالیٰ نے آگ کا شعلہ بجھا دیا اور اتفاق کی صورت پیدا فرما دی اور امت کے معاملہ کو سلجھا دیا۔ پھر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہوئی تینوں باتیں تحریر کیں اور آخر میں اپنی رائے بھی لکھی کہ اب اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اب اس معاملہ کو ختم ہونا چاہئے۔ ابنِ زیاد نے خط پڑھ کر کہا کہ یہ تحریر ایسے شخص کی ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے منظور کر لیا۔ یہ سن کر بد بخت شمر الجوشن اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کیا اب یہ بات ان کی قبول کرتے ہیں جب کہ وہ آپ کی زمین پر اترے ہوئے ہیں اور آپ کے پہلو میں ہیں۔ واللہ اگر وہ آپ کی اطاعت کے بغیر یہاں سے چلے گئے تو قوت و

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

غلبہ ان کے لئے ہوگا اور عاجزی و کمزوری آپ کے لئے۔ میری رائے میں ان کی خواہش کبھی نہیں منظور کرنی چاہئے اس لئے کہ یہ بہت بڑی ذلت اور کمزوری کی نشانی ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ وہ اور ان کے تمام ساتھی آپ کے حکم پر سر جھکا دیں۔ پھر اگر آپ انہیں سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہے۔ اور اگر معاف کر دیں تو اس کا بھی اختیار ہے۔ رہی ابن سعد کی بات تو خدا کی قسم مجھے تو یہ معلوم ہوا ہے کہ حسین (رضی اللہ عنہ) اور وہ رات بھر بیٹھے باتیں کیا کرتے ہیں۔

شمر خبیث کی اس فتنہ پرور تقریر سے ابنِ زیاد کی رائے بدل گئی۔ کہا تم نے بہترین مشورہ دیا ہے اور پھر ابن سعد کو لکھا کہ میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم حسین (رضی اللہ عنہ) کے بچانے کی فکر کرو اور سفارشی بن کر ان کی سلامتی چاہو۔ دیکھو اگر حسین (رضی اللہ عنہ) اور ان کے تمام ساتھی میرے حکم پر سر جھکا دیں تو ان کو میرے پاس پہنچا دو اور اگر نہ مانیں تو سب کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دو اور حسین (رضی اللہ عنہ) کی لاش پر گھوڑے دوڑا کر روند ڈالو اس لئے کہ وہ اسی کے مستحق ہیں اگر تمہیں یہ منظور نہ ہو تو ہمارا لشکر شمر کے حوالے کر دو وہ ہمارے حکم پر پورا پورا عمل کرے گا۔ یہ خط اس نے شمر کے سپرد کیا اور زبانی کہہ دیا کہ اگر ابن سعد میرے حکم پر عمل نہ کرے تو پہلے تم اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔[1]

ابن سعد نے جب یہ خط پڑھا تو شمر سے کہا کم بخت تم نے یہ کیا کیا؟ خدا تجھے غارت کرے تو میرے پاس یہ کیا لایا ہے؟ خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ تو نے ہی ابن زیاد کو میرے مشورہ پر عمل کرنے سے روک دیا اور اس بات کو بگاڑ دیا جس کے بننے کی امید تھی۔ خدا کی قسم حسین (رضی اللہ عنہ) کبھی ابن زیاد کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے۔ شمر نے کہا ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ دشمن کو قتل کرو گے یا لشکر میرے سپرد کرو گے؟

ابن سعد جو دنیا پر جان دینے والا اور بد بخت ازلی تھا اس نے کہا میں لشکر تمہارے سپرد نہیں کروں گا بلکہ یہ مہم میں خود ہی سر کروں گا چنانچہ اس نے فوراً حملہ کا حکم دے دیا۔ یہ محرم کی نویں تاریخ جمعرات کا دن اور شام کا وقت تھا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نماز عصر کے بعد خیمہ کے دروازے پر تلوار کا سہارا لے کر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھے تھے کہ آپ کی آنکھ لگ گئی تھی۔ فوج کے شور وغل کی آواز سن کر آپ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا پردے کے پاس آئیں اور آپ کو جگا کر کہا دیکھئے

---

[1] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۴۔

دشمن کے فوج کی آواز بہت نزدیک سے آرہی ہے۔ آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا میں نے ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا ''اِنَّكَ تَرُوْحُ اِلَيْنَا'' (تم ہمارے پاس آنے والے ہو)۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا یہ خواب سن کر بے قرار ہو گئیں اور روتے ہوئے کہا ''یَا وَیْلَتَاهُ'' (ہائے مصیبت)۔ آپ نے فرمایا صبر کرو۔ خاموش رہو، اللہ مالک ہے۔ پھر امام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا پوچھو اس وقت حملہ کا سبب کیا ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فوج کے سامنے آئے اور پوچھا۔ جواب ملا ابن زیاد کا حکم ہے کہ آپ لوگ اس کی طاعت کریں یا تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب سے امام عالی مقام کو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا ان سے کہو کہ ایک رات کی مہلت دیں تاکہ آج رات بھر ہم اچھی طرح نماز پڑھ لیں، دعا مانگ لیں اور توبہ واستغفار کر لیں۔ خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں نماز اور دُعا واستغفار سے کتنی محبت رکھتا ہوں۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فوج کے دستہ سے کہا کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دی جائے۔ تو انہوں نے یہ بات مان لی۔[1]

ساتھیوں میں امام رضی اللہ عنہ کی تقریر

اس کے بعد حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ تقریر فرمائی۔ سب تعریفیں خدائے تعالیٰ کے لئے ہیں۔ آرام و تکلیف ہر حال میں اس کا شکر ہے۔ اے اللہ! میں تیرا شکر بجالاتا ہوں تو نے ہمیں اہلبیت نبوت کی عزت عطا فرمائی۔ قرآن کے علم کی سمجھ عطا فرمائی اور سننے والے کان، دیکھنے والی آنکھیں اور دل آگاہ کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا میں دُنیا میں کسی کے ساتھیوں کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ وفادار و بہتر نہیں جانتا اور نہ کسی کے گھر والوں کو اپنے گھر والوں سے زیادہ نیکو کار وصلہ رحمی کرنے والا دیکھتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ سن لو! میں یقین رکھتا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں کل ہماری شہادت ہے۔ میں تم سب کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے اسی میں جہاں تم لوگوں کا جی چاہے چلے جاؤ میری طرف سے کوئی تم پر الزام نہیں۔ یہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں۔ جب مجھے قتل کر لیں گے تو پھر کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMI ISLAMIA ACADEMY

امام عالی مقام کی یہ تقریر سن کر سب سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ پھر آپ کے دوسرے بھائی، بیٹے، بھتیجے اور بھانجے سب نے بیک زبان کہا۔ کیا ہم اس لئے چلے جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا ہمیں ایسا برا دن نہ دکھائے۔

امام نے پکار کر کہا اے اولادِ عقیل! مسلم رضی اللہ عنہ کا قتل ہونا تمہارے لئے کافی ہے۔ تم چلے جاؤ میں اجازت دیتا ہوں۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم یہ ہم سے ہرگز نہ ہوگا بلکہ ہم آپ کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ اپنی جانیں آپ پر قربان کر دیں گے۔ خدائے تعالیٰ ہمیں وہ زندگی نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔

حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں یہ ہم سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے نیزہ کے ساتھ جنگ کروں گا یہاں تک کہ میرا نیزہ ان کے سینوں میں ٹوٹ جائے اور تلوار چلاؤں گا جب تک کہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ میں رہ سکے گا۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوں گے تو میں پتھر مار مار کر دشمنوں سے لڑوں گا اور اس طرح میں اپنی جان آپ پر نچھاور کروں گا۔

حضرت سعد بن عبداللہ حنفی رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم آپ کا ساتھ چھوڑ کر ہم نہیں جائیں گے جب تک کہ خدا کی بارگاہ میں یہ ثابت نہ کر دیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی کیسی حفاظت کی ہے۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میں قتل ہو جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا اور پھر جیتے جی جلا دیا جاؤں گا اور میری راکھ ہوا میں اڑا دی جائے گی اور اسی طرح ستر مرتبہ میرے ساتھ ہوگا پھر بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا اور یہ تو ایک ہی مرتبہ قتل ہونا ہے پھر اس کے بعد دائمی عزّت ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت زبیر بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں ایسے ہی میرے ساتھ ہزار مرتبہ ہو مگر خدائے تعالیٰ آپ کو اور آپ کے نوجوانوں کو بچالے۔ غرضیکہ اسی طرح آپ کے تمام ساتھیوں نے اپنی اپنی عقیدت اور جان نثاری ظاہر کی اور سب کا مطلب یہی تھا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ ہم آپ سے جدا ہو جائیں بلکہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی گردنوں اور اپنی پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے یہاں تک کہ اپنی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

جانیں آپ پر قربان کردیں گے۔[1]

اس کے بعد آپ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے نماز و دعا اور توبہ استغفار میں ساری رات گذار دی اور اس کے ساتھ ہی خیموں کی پشت پر خندق کھود کر لکڑیاں بھر دیں تاکہ جنگ کے وقت ان میں آگ لگا دی جائے تو دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔

کربلا میں قیامت صُغریٰ

(دسویں محرم کے دلسوز واقعات)

عاشورہ کی رات ختم ہوئی اور دسویں محرم کی قیامت نما صبح نمودار ہوئی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اہلبیت اور اپنے تمام ساتھیوں کے ہمراہ فجر کی نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدے میں خوب مزے لئے اور زبانوں نے تسبیح و قرأت کے خوب لطف اٹھائے۔ اب دسویں محرم کا سورج عنقریب نکلنے والا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ، ان کے اہلبیت اور تمام ساتھی تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں ایک لقمہ کسی کی حلق سے نیچے نہیں اترا اور نہ ایک قطرہ پانی کسی کو میسر ہوا ایسے لوگوں پر ظلم و جفا کے پہاڑ توڑنے کے لئے بائیس ہزار کا تازہ دم لشکر موجود ہے۔ جنگ کا نقارہ بجادیا گیا۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لال اور علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نونہال کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔ حضرت امام میدان کارزار میں تشریف لے گئے اور ایک تقریر فرمائی۔ حمد وصلاۃ کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! میرے نسب پر غور کرو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمہارے لئے کیا میرا خون بہانا جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا میں ان کے چچا زاد بھائی علی رضی اللہ عنہ کا فرزند نہیں ہوں؟ جو آٹھ دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔ کیا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ خود میرے ہی چچا نہیں تھے۔ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ اگر تم میری بات کو سچ سمجھتے ہو اور حقیقت میں وہ سچ ہی ہے اس لئے کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اور اگر تم میری بات جھوٹی سمجھتے ہو تو اب بھی اسلامی دُنیا میں جابر بن عبد اللہ انصاری، ابوسعید خدری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہ موجود ہیں ان سے پوچھ لو۔ کیا یہ حدیث تمہیں میرا خون بہانے سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے؟

شمر بدبخت نے آپ کی تقریر میں مداخلت کرتے ہوئے کچھ بدتمیزی کی تو حبیب بن مظاہر نے اسے سخت جواب دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر مہر لگادی ہے اس لئے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

تو نہیں سمجھ پا رہا ہے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں۔ شمر اور حبیب کی گفتگو کے بعد امام عالی مقام نے پھر فرمایا اے لوگو! اگر تمہیں اس حدیث میں شک ہے تو کیا اس میں شبہہ ہے کہ میں تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ ہوں۔ خدا کی قسم پورپ سے لے کر پچھّم تک پوری دنیا میں میرے سوا کوئی بھی نبی کا نواسۂ موجود نہیں ہے۔ نہ تم میں اور نہ تمہارے سوا دوسری قوموں میں۔ اور میں تو خود تمہارے ہی نبی کا نواسہ ہوں ذرا غور تو کرو کہ میرے قتل پر تم کیسے آمادہ ہو گئے؟ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کسی کا مال ہلاک کیا ہے؟ یا کسی کو زخمی کیا ہے؟ جس کا بدلہ تم مجھ سے چاہتے ہو۔

جب مخالفین کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے پکار کر کہا اے شبث بن ربعی! اے حجاز بن الجبر!، اے قیس بن اشعث!، اے یزید بن حارث! کیا تم لوگوں نے خط لکھ کر مجھے نہیں بلایا تھا؟ انہوں نے کہا ہم نے کوئی خط آپ کو نہیں لکھا تھا۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا۔ اچھا فرض کر لو تم نے نہیں لکھا تھا اور تم نہیں چاہتے تھے کہ میں ادھر آؤں تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں امن و امان کی زندگی بسر کر سکوں۔

قیس بن اشعث نے کہا آپ اپنے قرابت دار یعنی ابن زیاد کے سامنے سر جھکا دیں پھر آپ کے ساتھ کوئی ناپسندیدہ سلوک نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا تم ایسا کیوں نہیں کہو گے تم محمد بن اشعث ہی کے بھائی تو ہو۔ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ مسلم بن عقیل کے خون کی ذمہ داری تم پر ہے۔ خدا کی قسم میں ذلت کے ساتھ تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ہرگز نہیں دوں گا اور نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کروں گا مخالفین کے ماننے کی پہلے ہی سے امید نہ تھی مگر امام عالی مقام کو اپنا فرض پورا کرنا تھا وہ ہو گیا پھر آپ اونٹنی بٹھا کر اتر پڑے اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے باندھ دیں۔[1]

حُر کا شوق شہادت

جب عمرو بن سعد جنگ شروع کرنے کے لئے آگے بڑھا تو حر بن یزید نے اس سے کہا خدا تیرا بھلا کرے کیا تو واقعی ان سے جنگ کرے گا؟ ابن سعد نے کہا ہاں خدا کی قسم اور ایسی جنگ کہ جس میں سروں کی بارش ہوگی اور ہاتھ قلم ہو کر زمین پر گریں گے۔ حر نے کہا ان کی پیش کی ہوئی باتوں میں سے کوئی بات بھی تم لوگوں کو منظور نہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں

---

[1] الطبری جلد ۵، صفحہ ۴۲۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

ایک کو تم کیوں نہیں منظور کر لیتے تا کہ خدائے تعالیٰ تم کو ان کے ساتھ جنگ میں مبتلا ہونے سے بچا لے۔ کوفیوں نے کہا ہمارے سپہ سالار عمرو بن سعد موجود ہیں ان سے بات کرو۔ ابن سعد نے کہا اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں ضرور منظور کر لیتا۔ یہ سن کر حر کو غصہ آ گیا اور کہا اے کوفہ والو! خدائے تعالیٰ تم کو غارت کرے کہ تم نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بلایا اور جب وہ آ گئے تو تم نے انہیں دشمن کے حوالے کر دیا۔ تم کہتے تھے کہ ہم ان پر اپنی جان قربان کریں گے اور اب قتل کرنے کے لئے انہیں پر حملہ کر رہے ہو۔ ان کو تم نے گرفتار کر لیا، چاروں جانب سے ان کو گھیر لیا، تم نے ان کو خدا کی لمبی چوڑی زمین میں جدھر امن کا راستہ پائیں ادھر جانے سے روک دیا اور اب وہ تمہارے ہاتھ میں قیدی کی طرح ہو گئے ہیں۔ تم نے ان کو، ان کے اہلِ حرم کو، ان کے بچوں کو اور ان کے ساتھیوں کو دریائے فرات کے اس بہتے ہوئے پانی سے روک دیا جسے یہودی، نصرانی اور مجوسی تک پیتے ہیں بلکہ کتے اور سور بھی اس میں لوٹتے ہیں مگر اسی پانی کے لئے حسین اور ان کے اہل و عیال تڑپ رہے ہیں۔ تم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا ہے۔ اگر آج تم ابھی اسی دم توبہ نہیں کرو گے اور اپنے ارادے سے باز نہیں آؤ گے تو قیامت کے دن خدائے تعالیٰ تمہیں بھی پیاس سے تڑپائے گا۔ کوفیوں کے پاس چونکہ اس تقریر کا کوئی جواب نہ تھا اس لئے وہ حر پر تیر برسانے لگے، حر نے یہ دیکھ کر تقریر بند کر دی اور چونکہ ابھی جنگ باقاعدہ شروع نہیں ہوئی تھی اس لئے وہ واپس آ کر امام کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

جنگ کی ابتداء

حر کے واپس آنے کے بعد عمرو بن سعد نے فوج کو آگے بڑھایا اور اپنے غلام ذُوید کو جو علمبردارِ لشکر تھا آواز دی کہ جھنڈا میرے قریب لاؤ وہ اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ ابن سعد نے کمان میں تیر جوڑ کر حسینی لشکر کی طرف سر کیا اور اپنی فوج سے پکار کر کہا گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے ہی مارا ہے۔ سپہ سالار کے ان الفاظ کو سن کر اس کے لشکر میں جوش و خروش پیدا ہو گیا تو وہ بھی تیر برسانے لگے۔ اس طرح جنگ شروع ہو گئی اور اب دونوں طرف کے سپاہی نکل نکل کر اپنی بہادری کا جوہر دکھانے لگے۔ سب سے پہلے یسار اور سالم جو زیاد اور ابنِ زیاد کے آزاد کردہ غلام تھے کوفیوں کی طرف سے نکل کر میدان میں آئے اور مقابلہ کے لئے بلایا۔ امام عالی مقام کے دو جاں نثار ساتھی حبیب بن مظاہر اور بُریر بن حُضیر اُٹھ کھڑے ہوئے مگر امام نے ان کو روک

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

دیا۔ یہ دیکھ کر عبد اللہ بن عمیر کلبی جو اپنی بیوی ام وہب کے ساتھ امام کی مدد کے لئے کربلا میں آ گئے تھے کھڑے ہو گئے اور جنگ کی اجازت طلب کی۔ حضرت نے سر سے پیر تک ان پر نگاہ ڈالی دیکھا جوان قوی ہیکل ہے فرمایا اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو جاؤ۔ یہ تنہا دونوں کے مقابل گئے۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ عبد اللہ نے اپنا نام و نسب بیان کیا۔ انہوں نے کہا ہم تمہیں نہیں جانتے۔ ہمارے مقابلہ میں زہیر بن قیس، حبیب بن مظاہر یا بُریر بن حضیر کو آنا چاہیے تھا۔ یسار اس وقت سالم سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ عبد اللہ نے کہا او فاحشہ کے بیٹے! تو مجھ سے لڑنے میں اپنی بے عزتی سمجھتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے یسار پر حملہ کیا اور تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ وہ ایک ہی وار میں ٹھنڈا ہو گیا۔ سالم نے ایک دم جھپٹ کر حملہ کر دیا عبد اللہ نے اس کی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا انگلیاں کٹ گئیں مگر داہنے ہاتھ سے اس پر ایک ایسا وار کیا کہ اسے بھی ڈھیر کر دیا اور جوش میں آ کر شعر پڑھنے لگے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو میں خاندان کلب کا ایک فرزند ہوں میرے حسب و نسب کے لئے اتنا کافی ہے کہ قبیلۂ علیم میرا گھرانا ہے میں بڑی قوت والا ہوں اور مصیبت کے وقت پست ہمتی سے کام لینے والا نہیں ہوں۔

عبد اللہ کی بیوی کو اپنے شوہر کی بہادری دیکھ کر جوش آ گیا خیمہ کی ایک چوٹ ہاتھ میں لی اور آگے بڑھ کر کہا میرے ماں باپ تم پر قربان۔ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑتے جاؤ۔ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور چاہا کہ انہیں خیمہ میں پہنچا دیں مگر وہ ماننے والی نہیں تھیں۔ عبد اللہ کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی جس سے دشمن کا خون ٹپک رہا تھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئی تھیں جن سے لہو بہہ رہا تھا پھر بھی انہوں نے پوری قوت کے ساتھ بیوی کو واپس کرنا چاہا مگر جوش میں بھری ہوئی خاتون نے اپنا ہاتھ عبد اللہ سے چھڑا لیا اور کہا میں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گی۔ تمہارے ساتھ میں بھی جان دوں گی امام عالی مقام نے آواز دی خدائے تعالیٰ تم دونوں کو اہلبیت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ بی بی تم واپس چلی آؤ کہ عورتوں پر قتال واجب نہیں۔ حضرت کے حکم کو سُن کر وہ واپس آ گئیں۔

کربلا میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی کرامتیں

دشمنوں کے گروہ میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا سامنے آیا جس کا نام مالک بن عروہ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اور اس تدبیر سے اہل خیمہ کی حفاظت کی جارہی ہے تو اس گستاخ بد باطن نے حضرت امام سے کہا اے حسین رضی اللہ عنہ! تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کَذَبْتَ یَا عَدُوَّ اللہِ" (اے خدا کے دشمن! تو جھوٹا ہے تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا)۔ حضرت مسلم بن عوسجہ کو اس بدبخت کا یہ جملہ بہت ناگوار ہوا اور انہوں نے حضرتِ امام سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے انہیں اجازت نہیں دی مگر خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی یا الٰہ العٰلمین! عذاب نار سے پہلے اس گستاخ کو دنیا کے اندر آگ کے عذاب میں مبتلا فرما۔ امام کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سُوراخ میں گیا۔ وہ گھوڑے سے گرا، اس کا پاؤں رکاب میں الجھا، گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام رضی اللہ عنہ نے سجدۂ شکر کیا، اپنے پروردگار کی حمد وثنا کی اور عرض کیا اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے اہلبیت رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔ حضرت امام کی زبان سے یہ جملہ سن کر دشمنوں کی صف میں سے ایک اور بیباک نے کہا آپ کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو حضرت کے لئے انتہائی تکلیف دہ تھا آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا اے اللہ! اس بد زبان کو فوراً ذلت میں گرفتار کر۔ امام نے یہ دُعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی وہ گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا اس رسوائی کے ساتھ پورے لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلانِ بے حمیّت کو غیرت نہ ہوئی۔

اور ایک مزنی نے امام کے سامنے آکر کہا اے امام دیکھو دریائے فرات کیسی موجیں مار رہا ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا۔ اور تم پیاسے ہلاک ہو جاؤ گے۔ حضرتِ امام نے اس کے حق میں فرمایا "اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا" (یارب اس کو پیاسا مار)۔ امام کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا چمکا۔ مزنی گرا گھوڑا بھاگا اور مزنی پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر ایسی شدت کی غالب ہوئی کہ "اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ" پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہیں پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی پیاس کی شدت میں مرگیا۔

اے دل بگیر دامن سلطانِ اولیاء یعنی حسین بن علی جان اولیاء

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بھی دکھادینی تھی کہ ان کی مقبولیت بارگاہ حق میں اور ان کے قرب و منزلت پر جیسا کہ نصوصِ کثیرہ اور احادیثِ شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہے ان کے خوارق و کرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اتمام حجت کے سلسلے کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہوتو دیکھ لو کہ جو ایسا مستجابُ الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا سے جنگ کرنا ہے اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے۔

امام رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی شجاعت اور شہادت

کوفی لشکر سے یزید بن معقل نِکلا امام عالی مقام کی طرف سے بُریر بن حضیر نے بڑھ کر اس کے سر پر ایسی ضرب کاری لگائی کہ تلوار یزید کی خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی اور ڈھیر ہو گیا۔ اتنے میں رضی بُریر سے لپٹ گیا دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ آخر بُریر رضی کو گرا کر اس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ رضی چلایا تو کعب نے دوڑ کر بُریر کے پیٹ میں نیزہ مارا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی طرف سے حُر نکلے ان کے مقابلہ کے لئے یزید بن سفیان آیا۔ حر نے ایک ہی وار میں اسے ڈھیر کر دیا۔ اس کے بعد نافع بن ہلال آگے بڑھے ان کے مقابلہ میں مزاحم بن حُریث آیا نافع نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابھی تک لڑائی اسی انداز میں ہو رہی تھی کہ دونوں طرف سے ایک ایک جوان میدان میں آتا لیکن کوفیوں کی طرف سے جو بھی آتا وہ بچ کے نہ جاتا۔ یہ حال دیکھ کر عمرو بن حجاج چلایا، اے بیوقوف کوفیو! تمہیں نہیں معلوم کن لوگوں سے لڑ رہے ہو۔ ارے یہ سب موت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں ایک ایک کر کے ہرگز نہ جاؤ۔ عمرو بن سعد نے اس کی رائے کو پسند کیا اور اس طرح لڑائی کرنے سے منع کر دیا۔ پھر عمرو بن حجاج نے فوج کے ایک دستہ کے ساتھ امام عالی مقام کے میمنہ پر عام حملہ کر دیا کچھ دیر تک جنگ ہوئی جس میں حضرت کے ایک جاں نثار ساتھی مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

اس کے بعد شمر ایک بڑی جماعت کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ کے میسرہ پر حملہ آور ہوا اور اس حملہ کے ساتھ ہی یزیدی لشکر چاروں طرف سے امام کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑا۔ بڑی زبردست جنگ ہوئی۔ امام کے ساتھ کل ۳۲ سوار تھے لیکن جدھر وہ رُخ کرتے تھے کوفیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے یہاں تک کہ یزیدی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ ابن سعد نے فوراً پانچ سو تیر اندازوں کو بھیجا انہوں نے پہنچ کر حسینی لشکر پر تیروں کی بارش کر دی جس سے تمام گھوڑے زخمی اور بے کار ہو گئے۔ لیکن امام

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

عالی مقام رضی اللہ عنہ کے جاں نثار ہمت نہیں ہارے، گھوڑوں سے اتر پڑے بڑی بہادری و بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے اور کوفیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ ایوب بن مشرح کہتا تھا خدا کی قسم حر بن یزید کے گھوڑے کو میں نے تیر مارا جو اس کی حلق میں اتر گیا بس وہ گر پڑا اور اس کی پیٹھ پر سے حر اس طرح کود پڑا جیسے شیر۔ پھر وہ تلوار کھینچ کر میدان میں آ گیا اور ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے میرے گھوڑے کو بیکار کر دیا تو کیا ہوا میں حر شیر ببر سے زیادہ بہادر اور شریف ہوں۔ اور وہی ابن مشرح یہ بھی کہتا تھا کہ حر کی طرح تلوار چلاتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

جب ظہر کا اول وقت ہو گیا تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوفیوں سے کہو ہمیں نماز پڑھنے کی مہلت دیں۔ اس پر بدبخت حصین بن نمیر نے کہا تمہاری نماز قبول نہ ہوگی۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا او گدھے! تو سمجھتا ہے کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری قبول ہو گی۔ یہ سن کر ابنِ نمیر آگ بگولہ ہو گیا اس نے حبیب پر حملہ کر دیا۔ حبیب نے اپنے آپ کو بچا لیا اور جھپٹ کر اس کے گھوڑے کے منہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اگلے دونوں پاؤں اٹھا کر کھڑا ہو گیا اور ابن نمیر اس کی پیٹھ سے نیچے گر گیا لیکن کوفیوں نے دوڑ کر اسے بچا لیا۔ پھر بہت سے کوفیوں نے حبیب کو گھیر لیا وہ دیر تک ان سے بڑی بہادری کے ساتھ لڑتے رہے لیکن تنہا ایک بڑی جماعت کا وہ کب تک مقابلہ کر سکتے تھے۔ جب تھک گئے تو ایک تمیمی نے آپ پر نیزہ سے وار کیا آپ گر گئے اور ابھی اٹھ ہی رہے تھے کہ ابنِ نمیر نے آپ پر تلوار ماری آپ پھر گر گئے اور تمیمی نے گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ لیا۔

حبیب کی شہادت سے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے دل پر بڑا زبردست اثر پڑا۔ فرمایا کہ میں نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان کو خدائے تعالیٰ کے حوالے کیا۔ حر نے جب امام کو بہت رنجیدہ دیکھا تو رجز پڑھتے ہوئے میدان میں نکلے ساتھ میں زہیر بن قیس بھی تھے دونوں نے بہت سخت لڑائی کی۔ ان میں سے ایک حملہ کرتا اور جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا تو دوسرا حملہ کر کے اسے بچا لیتا۔ اسی طرح دیر تک یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے۔ آخر میں بہت بڑی فوج نے حر کو گھیر لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے۔ اب زہیر تنہا رہ گئے لیکن دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کیا پھر تلوار چلاتے ہوئے وہ بھی شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

کربلا والوں نے روشن کر دیا اسلام کو! شمعین گل ہوتی گئیں اور روشنی بڑھتی گئی

www.waseemziyai.com
MARKAZUL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہاشمی جوانوں کی بے مثل بہادری اور شہادت

کربلا میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی وفاداری کا یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ رہا کہ جب تک ان کا ایک بھی باقی رہا امام پاک کے بھائی اور بیٹے بھتیجے وغیرہ کسی بھی بنی ہاشم کو انہوں نے لڑنے کے لئے میدان میں نہیں جانے دیا بلکہ ان کے کسی ایک فرد کو کوئی گزند بھی نہیں پہنچنے دیا۔ حالانکہ اس درمیان میں کوفیوں کی طرف سے بڑی زبردست تیروں کی بارش بھی ہوئی مگر اس کے باوجود ایک زخم بھی کسی ہاشمی جوان یا بچہ کو لگنے کا تاریخ میں پتہ نہیں چلتا۔

ان سب کی شہادت کے بعد اب اسد اللہ الغالب کے شیروں، فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے دلاروں اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر پاروں کے لڑنے کی باری آئی ان کے میدان میں آتے ہی بڑے بڑے بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کی اسد اللہی تلواروں کے حملوں سے شیر دل بہادر بھی چیخ اٹھے، انہوں نے ضرب وحرب کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے خون سے پوری زمین کربلا رنگین ہوگئی اور کوفیوں کو ماننا پڑا کہ اگر ان لوگوں پر تین دن پہلے پانی بند نہ کیا جاتا تو ہاشمی خاندان کا ایک ایک جوان پورے لشکر کو تباہ وبرباد کر ڈالتا۔

اولادِ عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے راہ حق میں سر کٹانے کی اجازت طلب کی آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ فرمایا بیٹا میں تمہیں کیسے اجازت دے دوں ابھی تمہارے باپ کی جدائی کا داغ میرے دل سے نہیں مٹا ہے۔ عرض کیا میں اپنے باپ کے پاس جانے کیلئے بے قرار ہوں۔ حضرت نے ان کا شوق شہادت دیکھ کر اجازت دے دی۔ اس ہاشمی جوان نے میدان میں آ کر مقابلہ کے لئے پکارا۔ کوفی لشکر سے قدامہ بن اسد جو بڑا بہادر سمجھا جاتا تھا وہ آپ سے لڑنے کے لئے نکلا۔ تھوڑی دیر تک دونوں میں تلوار چلتی رہی۔ آخر عبداللہ نے تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ وہ کھیرے کی طرح کٹ کر زمین پر آ گیا۔ پھر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ تنہا آپ کے مقابلہ میں آتا۔ آپ شیر ببر کی طرح ان پر حملہ آور ہوئے۔ صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے ان میں گھستے چلے گئے۔ بہتیروں کو زخمی کیا اور کئی ایک کو جہنم میں پہنچایا۔ آخر نوفل بن مزاحم حُمیری نے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حضرت جعفر بن عقیل رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے عبد اللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اشکبار آنکھوں کے ساتھ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھی کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں، ہاشمی نسل اور غالب گھرانے کا ہوں۔ بیشک ہم سارے قبیلوں کے سردار ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ پھر آپ نے لڑنا شروع کیا اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ بہت سے یزیدیوں کو خاک میں ملا دیا۔ دشمن جب تلوار سے ان کا مقابلہ نہیں کر سکے تو چاروں طرف سے گھیر کر تیروں کی بارش شروع کی۔ آخر عبداللہ بن عزرہ کے تیر سے شہید ہو کر آپ بہشت بریں میں جا پہنچے، حضرت عبدالرحمن بن عقیل رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر بے چین ہو گئے اور بھوکے شیر کی طرح کوفیوں پر جھپٹ پڑے، صفوں کو درہم برہم کر دیا اور دشمنوں کے خون سے میدان کو لالہ زار بنا دیا۔ آخر عثمان بن خالد جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی نے مل کر آپ کو شہید کر دیا، دونوں بھائیوں کی شہادت کے بعد حضرتِ عبداللہ بن عقیل شیر ببر کی طرح میدان میں کود پڑے اور شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ بڑے بڑے بہادروں کے دانت کھٹے کر دیئے اور بہت سے کوفیوں کو جہنم میں پہنچا دیا۔ آخر میں عثمان بن اُسیم جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

یہ فقرہ کاش نقشِ ہر در و دیوار ہو جائے جسے جینا ہو مرنے کے لئے تیار ہو جائے

فرزندانِ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

اولادِ حضرتِ عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اب حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے فرزندوں کی باری آئی حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ جو اسماء بنت خثعمیہ کے بطن سے تھے امام عالی مقام سے اجازت لے کر میدان میں آئے۔ اپنی بہادری کے جوہر دکھائے اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا۔ آخر قبیلۂ بنی ابان کے ایک شخص نے آپ کو زخمی کیا اور جب آپ زمین پر گر گئے تو اس نے آپ کا سرتن سے جُدا کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔

اب حضرتِ عثمان بن علی، حضرتِ عبد اللہ بن علی اور حضرتِ جعفر بن علی رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے۔ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کے یہ تینوں فرزند امّ البنین کے بطن سے تھے اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ایسے وفادار و جاں نثار تھے کہ جب شمر عبیداللہ ابنِ زیاد کا خط لے کر کربلا کی طرف روانہ ہو رہا تھا تو عبداللہ بن ابی محل جو ام البنین کا بھتیجا تھا اور جس کا شمار کوفہ کے بڑے لوگوں میں تھا اتفاق

سے وہ بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس نے ابن زیاد سے کہا ہمارے خاندان کی ایک لڑکی کے فرزند حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں۔ آپ ان کے لئے امان نامہ لکھ دیجئے۔ ابن زیاد نے ام البنین کے چاروں فرزند حضرت عباس اور ان تینوں حضرات کے لئے امان نامہ لکھ دیا جسے عبداللہ بن ابی محل نے اپنے آزاد کردہ غلام کزمان کے ہاتھ روانہ کیا۔ وہ امان نامہ لے کر ان حضرات کے پاس پہنچا اور کہا آپ کے ماموں زاد بھائی نے آپ لوگوں کے لئے ابن زیاد سے امان نامہ لکھوا کر بھجوایا ہے۔ ان چاروں غیور اور بہادر جوانوں نے بیک زبان کہا ہمارے بھائی کو ہماری طرف سے سلام کہہ دینا اور کہنا کہ ہم کو ابن زیاد کی امان کی ضرورت نہیں خدائے تعالیٰ کی امان ہمارے لئے کافی ہے۔ شمر ذی الجوشن ام البنین ہی کے خاندان کا آدمی تھا۔ ابنِ زیاد کا خط عمرو بن سعد کو پہنچانے کے بعد اس نے بھی جماعت حسینی کی طرف کھڑے ہو کر آواز دی کہ ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ ان حضرات نے پوچھا ہم سے کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا تم لوگوں کے لئے امان ہے ان مجاہدوں نے جواب دیا کہ خدا کی پھٹکار ہو تجھ پر اور تیری امان پر کہ ہمارے لئے امان ہے اور فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے امان نہیں۔

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے یہ تینوں بھائی ایک ایک کر کے میدان میں جاتے ہیں اور ہر ایک سیکڑوں کوفیوں پر بھاری ہوتے ہیں، زورِ یداللّٰہی سے یزیدی لشکر کی صفوں کو درہم برہم کر دیتے ہیں اور قوتِ حیدری کے وہ جوہر دکھاتے ہیں کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیتے ہیں۔ بالآخر بہت سے یزیدیوں کو قتل اور زخمی کرنے کے بعد فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانوں کو قربان کر دیتے ہیں۔

وہ عاشقانِ دلبر شہنشاہِ زمن! وہ کشت گانِ خنجر درد و غم و محن پرخون پڑے تھے دشت مصیبت میں اس طرح صحنِ چمن میں پھول بکھرتے ہیں جس طرح

شہادت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

اب ہاشمی خاندان کے ایک مہکتے ہوئے پھول حضرتِ قاسم رضی اللہ عنہ جو حضرتِ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں، ان کی عمر انیس سال ہے اور ان کی شادی کا رشتہ امام عالی مقام کی صاحبزادی سکینہ رضی اللہ عنہا سے طے ہو چکا ہے۔ وہ حضرت کی خدمت میں دست بستہ کھڑے ہیں اور راہ حق میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے اجازت طلب کر رہے ہیں۔ امام نے فرمایا بیٹا! تم میرے بھائی حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی یادگار ہو میں کس طرح تمہیں تیروں سے چھلنی ہونے اور تلواروں سے کٹنے کی

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اجازت دوں؟ عرض کیا چچا جان! مجھے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت ضرور دیجئے اور مجھے اپنے اوپر قربان ہونے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا تو امام پاک نے اشک بار آنکھوں سے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور رخصت کر دیا۔

دشمن کے ایک سپاہی کا بیان ہے کہ جب آپ میدان جنگ میں آئے تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے چاند کا ایک ٹکڑا سامنے نمودار ہو گیا۔ ان کے جسم پر زرہ بھی نہ تھی بلکہ صرف ایک پیراہن پہنے ہوئے شوقِ شہادت کے جوش سے میدان میں آ گئے۔ اور یزیدی لشکر سے فرمایا اے دین کے دشمنو! میں قاسم بن حسن بن علی ہوں جسے میرے مقابلہ میں بھیجنا ہو بھیجو۔ عمرو بن سعد نے ملک شام کے ایک نامی گرامی پہلوان ارزق سے کہا تم اس کے مقابلہ میں جاؤ۔ اس نے کہا میں ہرگز نہیں جا سکتا کہ بچے کے مقابلہ میں جانا ہماری توہین ہے۔ ابن سعد نے کہا تم اسے بچہ نہ جانو یہ حسن کا بیٹا اور فاتح خیبر کا پوتا ہے۔ اس کا مقابلہ آسان نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ کچھ بھی ہو میں ایسے بچہ کے مقابلہ میں نہیں جا سکتا البتہ میرے چار بیٹے یہاں موجود ہیں میں ان میں سے ایک کو بھیج دیتا ہوں ابھی ایک منٹ میں اس کا سر کاٹ کر لے آئے گا۔

ارزق کا بڑا بیٹا زہر میں بجھی ہوئی قیمتی تلوار چمکاتا ہوا اور بادل کی طرح گرجتا ہوا میدان میں آیا اور پہنچتے ہی حضرتِ قاسم پر وار کیا۔ آپ نے اس کے وار سے بچ کر ایسی تلوار ماری کہ وہ ایک ہی تلوار میں ڈھیر ہو گیا۔ آپ نے لپک کر اس کی تلوار اٹھا لی۔ اب ارزق کا دوسرا بیٹا اپنے بھائی کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھ کر غصہ میں بھرا ہوا سامنے آیا۔ آپ نے پہلے ہی وار میں نیزہ مار کر اسے بھی جہنم میں پہنچا دیا۔ اب تیسرا بھائی غیظ و غضب میں بھرا ہوا آگے بڑھا اور گالیاں بکنے لگا۔ آپ نے فرمایا ہم گالیوں کا جواب گالیوں سے نہیں دیتے کہ یہ اہلبیت نبوت کی شان کے خلاف ہے۔ البتہ ہم تجھے تیرے بھائیوں کے پاس ابھی جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اسے بھی کھیرے کی طرح کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیا۔ اب ارزق کا چوتھا بیٹا شیر کی طرح گرجتا ہوا حضرتِ قاسم پر حملہ آور ہوا آپ نے اس کے وار کو بیکار کر دیا اور اس کے کندھے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر آ گیا اور پھر پوری طاقت کے ساتھ اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے اس کے سر کو جسم سے الگ کر دیا۔

جب ہاشمی بہادر نے چند منٹوں میں ارزق کے چاروں بیٹوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر اس

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کے سارے غرور کو خاک میں ملا دیا تو وہ غصہ سے کانپنے لگا اور جن کے مقابلہ میں آنا پہلے وہ اپنی توہین سمجھتا تھا اب ان سے لڑنے کے لئے بے قرار ہو گیا۔ ہاتھی کی طرح چنگھاڑتا اور شیر کی طرح دکھاڑتا ہوا میدان میں آ کر حضرتِ قاسم کو للکارا کہ لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ موت تمہارے سر پر آ گئی۔ آپ نے فرمایا ارزق! ذرا ہوش کر تو اوروں کے لئے طاقت کا پہاڑ ہوگا۔ ابھی تو نے ہاشمی بہادروں کو نہیں دیکھا ہے۔ ہماری رگوں میں شیر خدا کا خون ہے۔ تو ہمارے نزدیک مکھی اور مچھر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ارزق یہ طعنہ سن کر اور بھی آگ بگولہ ہو گیا اور حضرت قاسم پر نیزہ سے حملہ کر دیا۔ آپ نے اس کے وار کو بیکار کر دیا۔ پھر آپ نے بھی نیزہ سے وار کیا جو خالی گیا۔ اس طرح دونوں طرف سے کچھ دیر نیزہ بازی ہوئی۔ اس کے بعد ارزق نے تلوار کھینچی تو آپ نے بھی تلوار نکال لی۔ اس نے جب آپ کے ہاتھ میں اپنے بیٹے کی تلوار دیکھی تو کہا یہ تلوار تو ہمارے لڑکے کی ہے تمہارے پاس کہاں سے آ گئی؟ آپ نے ہنس کر فرمایا تیرا بیٹا مجھے یادگار کے طور پر یہ تلوار اس لئے دے گیا ہے تاکہ میں تجھے اسی سے موت کے گھاٹ اتار کر تیرے بیٹوں کے پاس پہنچا دوں۔ یہ سن کر ارزق غصہ سے بھر گیا اور حضرت قاسم پر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ کے پیش نظر فرمایا کہ ارزق! ہم تو تجھے نہایت تجربہ کار بہادر سمجھتے تھے لیکن تو نہایت اناڑی ہے کہ گھوڑے کی زین کسنے کا بھی سلیقہ نہیں رکھتا۔ آپ کے اس طرح فرمانے پر جب وہ جھک کر اپنے گھوڑے کی زین دیکھنے لگا تو اسی وقت آپ نے تلوار کا ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گیا۔

گرا فولاد کا ٹکڑا زمین پر سرنگوں ہو کر تکبر بہ گیا زخموں کے رستے موج خوں ہو کر

حضرتِ قاسم رضی اللہ عنہ ارزق کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور خیمے کی طرف آ کر حضرت امام کی خدمت میں عرض کیا ”یَا عَمَّاهُ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ “(اے چچا جان! پیاس۔ پیاس۔) چچا جان! اگر ہمیں تھوڑا سا پانی پینے کو مل جائے تو ابھی ہم ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا بیٹا! تھوڑی دیر اور صبر کرو۔ عنقریب تم نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے جامِ کوثر پی کر سیراب ہو جاؤ گے اس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہیں ستائے گی۔ حضرتِ قاسم رضی اللہ عنہ پھر میدان کی طرف پلٹ پڑے۔ ابنِ سعد نے کہا اس نوجوان نے ہمارے کئی نامی گرامی جوانوں کو قتل کر دیا ہے لہٰذا اب اس کے مقابلہ میں تنہا نہ جاؤ۔ اسے چاروں طرف سے گھیر کر قتل کر

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

دو۔ دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی۔ آپ کے جسم پر ۲۷ زخم آئے۔ آخر میں شیث بن سعد نے آپ کے سینہ پر ایسا نیزہ مارا کہ آپ گھوڑے سے گر پڑے اور "یا عمّاہُ اَدْرِکْ" پکارا۔ یعنی اے چچا جان! میری خبر گیری فرمایئے امام اپنے بھتیجے کی دردناک آواز سن کر دوڑ پڑے دیکھا کہ جسم نازنین زخموں سے چور ہے آپ نے ان کے سر کو گود میں لے لیا اور چہرۂ انور سے گرد و غبار صاف کرنے لگے۔ اتنے میں حضرتِ قاسم رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھول دیں اور اپنا سر امام پاک کی گود میں پا کر مسکرائے پھر آپ کی روح پرواز کر گئی۔ رضی اللہ عنہ۔

شہادتِ حضرتِ عباس

برادرانِ اسلام! اب وہ وقت آگیا کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے علم بردار حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ امام پاک سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اور عرض کرتے ہیں بھائی جان! سارے بھائی، بھتیجے اور بھانجے بھوکے پیاسے جام شہادت نوش کر گئے مگر اب ننھے منے شیر خوار بچوں کا پیاس سے تڑپنا اور ان کا بلکنا مجھ سے دیکھا نہیں جاتا مجھے اجازت دیجئے کہ میں جا کر فرات سے ایک مشکیزہ پانی لاؤں اور ان پیاسوں کو پلاؤں۔ حضرت کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ فرمایا بھائی عباس! تم ہی میرے علم بردار ہو اگر پانی لانے میں تم شہید ہو گئے تو پھر میرا علم کون اٹھائے گا اور میرے زخم دل پر مرہم کون لگائے گا؟ عرض کیا میری جان آپ پر قربان مجھے پانی لانے کی اجازت ضرور دیجئے کہ اب ننھے بچوں کی پیاس کی تکلیف میری قوت برداشت سے باہر ہے بس آخری تمنا یہی ہے کہ ساقی کوثر کے جگر پاروں کو چند گھونٹ پانی پلا کر میں بھی اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ جاؤں۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے جب بہت اصرار دیکھا تو انہیں سینہ سے لگایا اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ ان کو اجازت دے دی۔ وہ ایک مشکیزہ کاندھے پر لٹکا کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

یزیدی فوج نے جب حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ کو فرات کی طرف آتا ہوا دیکھا تو روک دیا۔ آپ نے فرمایا اے کوفیو! خدائے تعالیٰ سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرماؤ۔ افسوس صد افسوس کہ تم لوگوں نے بے شمار خطوط بھیج کر نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا اور جب وہ سفر کی مشقتیں اٹھا کر تمہاری زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو ان کے ساتھ تم نے بے وفائی کی۔ دشمنوں سے مل کر ان کے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL-ISLAMIA ACADEMY

تمام رفقا اور عزیز و اقارب کو شہید کر دیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو ایک ایک بوند پانی کے لئے ترسا رہے ہو۔ سوچو قیامت کے دن ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ کوفیوں نے جواب دیا کہ اگر ساری دنیا پانی ہو جائے تب بھی ہم تمہیں پانی کا ایک قطرہ نہیں لینے دیں گے جب تک کہ حسین یزید کی بیعت نہ کر لیں۔ ظالموں کا یہ جواب سن کر آپ کو جلال آ گیا۔ فرمایا حسین رضی اللہ عنہ سر کٹا سکتے ہیں لیکن باطل کے سامنے جھکا نہیں سکتے۔

مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا ہے سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

پھر حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ شیر کی طرح ان پر جھپٹ پڑے اور تلوار آبدار دھواں دھار چلانے لگے یہاں تک کہ بہت سے دشمنوں کو موت کی نیند سلاتے ہوئے فرات کے قریب پہنچ گئے۔ پانی کے کنارے والی فوج نے جب آپ کو دیکھا تو وہ آہنی دیوار بن گئی مگر شیر خدا کا شیر مارتے کاٹتے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے پھاڑتے آگے بڑھا اور گھوڑے کو فرات میں داخل کر دیا۔ مشکیزہ بھرا اور ایک چلو ہاتھ میں پانی لے کر پینا چاہا کہ ننھے ننھے بچوں کا پیاس سے تڑپنا اور بلکنا یاد آ گیا تو آپ کی غیرتِ ایمانی نے یہ گوارا نہ کیا کہ ساقی کوثر کے دلارے اور علی و فاطمہ کے جگر پارے تو پیاس سے تڑپیں اور ہم سیراب ہو جائیں آپ نے چلو کا پانی ڈال دیا اور بھرا ہوا مشکیزہ بائیں کاندھے پر لٹکائے ہوئے نکل پڑے، چاروں طرف سے شور ہوا راستہ روک لو مشکیزہ چھین لو۔ پانی بہا دو کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ کے خیمہ تک پانی پہنچ گیا تو پھر ہمارا ایک سپاہی نہیں بچے گا۔ سب کی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور سارے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ اور حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ اس کوشش میں رہے کہ کسی طرح اہلِ بیت نبوت کے پیاسوں تک یہ پانی پہنچ جائے۔ جب دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تو آپ نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ کرنا شروع کر دیا۔ لاشوں پر لاش گرنے لگی اور خون کی نالی بہنے لگی اور شیر خدا کے شیر نے ثابت کر دیا کہ میرے بازوؤں میں قوت حیدری اور رگوں میں خون علی رضی اللہ عنہ ہے۔

آپ برابر دشمنوں کو مارتے کاٹتے اور چیرتے پھاڑتے ہوئے خیمہ حسینی کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ ایک بدبخت جس کا نام زرارہ تھا پیچھے سے دھوکا دے کر ایسی تلوار چلائی کہ ہاتھ کندھے سے کٹ کر الگ ہو گیا۔ آپ نے فوراً داہنے کندھے پر مشکیزہ لٹکا لیا اور اسی ہاتھ سے تلوار بھی چلاتے رہے کہ پھر اچانک نوفل بن ارزق خبیث نے داہنا بازو بھی کاٹ کر الگ کر دیا۔

اب آپ نے مشکیزہ کو دانتوں سے پکڑ لیا مگر مشکیزہ کا خیمہ حسینی تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا ایک بد بخت کا تیر مشکیزہ میں ایسا لگا کہ پار ہو گیا اور اس کا سارا پانی بہ گیا۔ پھر ظالموں نے چاروں طرف سے گھیر کر آپ کو زخموں سے چور چور کر دیا یہاں تک کہ آپ گھوڑے کی زین سے زمین پر آ گئے اور ''یَا اَخَاهُ اَدْرِکْنِیْ'' فرمایا یعنی اے بھائی جان! میری خبر گیری فرمایئے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ دوڑ کر تشریف لائے دیکھا کہ عباس علمبردار رضی اللہ عنہ خون میں نہائے ہوئے ہیں اور عنقریب جامِ شہادت نوش کرنے والے ہیں۔ شدتِ غم سے امام کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے ''اَلْاٰنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ'' (اب میری کمر ٹوٹ گئی)۔ پھر عباس رضی اللہ عنہ کی لاش کو آپ اٹھا کر خیمہ کی طرف لا رہے تھے کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔

لوٹا اجل نے شیرِ الٰہی کے باغ کو بھائی کے دِل سے پوچھیے بھائی کے داغ کو

شہادت حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ

اب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سامنے آپ کے لختِ جگر نورِ نظر شبیہ پیمبر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں اور میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے محبت بھری نگاہ اپنے فرزند ارجمند پر ڈالی اور فرمایا بیٹا! میں تمہیں کس بات کی اجازت دوں؟ کیا تیروں سے چھلنی ہونے اور تلواروں سے کٹنے کی اجازت دوں؟ کیا میں تمہیں خاک و خون میں غلطاں ہونے کی اجازت دوں؟ بیٹا! تم نہ جاؤ میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ مجھے شہید کرنے کے بعد یہ پھر کسی سے تعارض نہ کریں گے۔ علی اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا بابا جان! میں آپ کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتا مجھے بھی بہشت بریں میں نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا دیجیے۔ چہیتا بیٹا جس کی کبھی کوئی ہٹ اور ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی گئی ہو مگر آج تو وہ گردن کٹانے اور خاک و خون میں لوٹنے کی اجازت طلب کر رہا ہے اجازت دیں تو کس طرح؟ اور نہ دیں تو اس کا شیشہ دل چور چور ہو جائے گا اور باغ رسالت کا گل شاداب رنج و غم سے کملا جائے گا۔ مگر جب بیٹے کا اصرار بہت زیادہ بڑھا تو امام عالی مقام کو چار و نا چار اجازت دینی ہی پڑی۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں جانے کے لئے تیار ہوئے تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے خود اپنے بیٹے کو گھوڑے پر سوار کیا۔ اسلحے اپنے دستِ مبارک سے لگائے۔ فولادی ٹوپی سر پہ رکھی،

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی اور نیزہ اپنے دستِ اقدس سے ان کے ہاتھ میں دیا۔ بیٹے نے اپنے بابا جان اور خیمہ میں کھڑی ہوئی دکھ رسیدہ بیبیوں کو سلام کیا اور میدانِ جنگ کی طرف چل پڑے۔

اٹھارہ سال کا یہ حسین جوان جس کا چہرۂ زیبا آقائے دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کا خطبہ پڑھ رہا تھا اور جن کا رُوئے تاباں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوہ زیبا کی یاد دلا رہا تھا میدان کارزار میں پہنچ گیا۔ اسد اللٰہی شیر نے صفِ اعداء کی طرف نظر کی، ذوالفقارِ حیدری کو چمکایا اور یہ رجز پڑھنی شروع کی۔

اَنَا عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ نَحْنُ اَھْلُ الْبَیْتِ اَوْلٰی بِالنَّبِیْ

(اے یزیدیو! جان لو کہ میں علی اکبر ہوں رضی اللہ عنہ میرے باپ کا نام حسین رضی اللہ عنہ ہے جو فاتح خیبر علی حیدر رضی اللہ عنہ کے نور نظر ہیں، اور کان کھول کر سُن لو کہ ہم اہل بیتِ رسالت ہیں۔ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ساری دُنیا میں ہم سے زیادہ کوئی قریبی نہیں ہے)۔

شہزادۂ عالی وقار نے جس وقت یہ رجز پڑھی ہوگی میدان کربلا کا ایک ایک چپّہ اور ریگستان کوفہ کا ایک ایک ذرّہ کانپ گیا ہوگا مگر یزیدی جن کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھا انہوں نے کوئی اثر نہ لیا اور ان کا سینہ اہلِ بیت نبوت کے کینہ سے پاک نہ ہوا۔

پھر آپ نے فرمایا اے ظالمو! اگر تم اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے ہو تو جو شخص تم میں سے بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو، زورِ اسد اللٰہی دیکھنا ہو تو میرے مقابلہ میں آؤ۔ مگر کس کی ہمت تھی کہ آگے بڑھتا اور کس کے دل میں تاب وتواں تھی کہ تنہا شیر ژیاں کے سامنے آتا۔ جب بار بار کی للکار کے باوجود کوئی مقابلہ میں نہیں آیا تو آپ نے خود ہی آگے بڑھ کر دشمنوں کی صفوں پر حملہ کر دیا۔ جس طرف کا رخ کیا یزیدی لشکر کائی کی طرح پھٹتا چلا گیا اور ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر جوانوں کو گرا دیا۔ کبھی لشکر کے میمنہ پر چمکے تو اسے منتشر کر دیا اور کبھی پلٹ کر فوج کے میسرہ پر جھپٹے تو اس کی صفوں کو درہم برہم کر ڈالا اور کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگا کر شمشیر زنی کا وہ جوہر دکھایا کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ہر طرف شور برپا ہوگیا۔ بڑے بڑے سورما ہمت ہار گئے اور بڑے بڑے بہادروں کے حوصلے پست ہوگئے۔ ہاشمی شیر کا حملہ نہ تھا بلکہ قہرِ الٰہی کا ایک عذابِ عظیم تھا جو یزیدیوں پر نازل ہوگیا تھا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

تیز دھوپ اور تپتے ہوئے ریگستان میں لڑتے لڑتے جب پیاس سے بیقرار ہو گئے تو آپ پلٹ کر امام عالی مقام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا ''یَا اَبَتَاہُ اَلْعَطَش'' (ابا جان! پیاس کا بہت زیادہ غلبہ ہے) اگر پانی کا ایک پیالہ مل جائے تو میں ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ مہربان باپ نے عزیز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر یہاں پانی کہاں تھا جو اس تشنۂ شہادت کو پلایا جاتا۔ دستِ شفقت سے چہرۂ گلگوں کا گرد و غبار صاف کیا اپنی انگوٹھی دی کہ اسے منہ میں رکھ لو اور فرمایا بیٹا! اب تمہاری سیرابی کا وقت بہت نزدیک آ گیا ہے عنقریب تم ساقیٔ کوثر نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ اقدس سے کوثر کا ایسا جام پیو گے کہ اس کے بعد کبھی تمہیں پیاس نہیں ستائے گی۔

شفیق باپ کی تسلی سے کچھ تسکین ہوئی تو پھر آپ میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ اور دشمنوں کے مقابل ہو کر پکارا ''هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ'' (ہے کوئی جو میرے سامنے آئے)۔ عمرو بن سعد نے طارق بن شیث پہلوان سے کہا بڑے شرم کی بات ہے کہ ایک نوجوان اکیلا میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو۔ اس نے پہلی مرتبہ للکارا اور جب تم میں سے کوئی مقابلہ میں نہ گیا تو اس نے خود آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ تمہاری صفوں کو درہم برہم کر دیا اور تمہارے بہت سے بہادروں کو تہ تیغ کر دیا۔ بھوکا ہے، پیاسا ہے اور دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے اس حال میں وہ تمہیں پھر للکار رہا ہے مگر تم میں سے کوئی اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت پر۔ اگر کچھ غیرت ہے تو میدان میں پہنچ کر اس کا مقابلہ کر اور سر کاٹ کر لے آ۔ تم نے یہ کام انجام دیا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ عبید اللہ بن زیاد سے تمہیں موصل کی گورنری دلا دوں گا۔ طارق بد بخت گورنری کی لالچ میں فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون بہانے کے لئے دوڑ پڑا اور سامنے پہنچتے ہی شبیہِ پیمبر پر نیزہ سے حملہ کر دیا۔ مگر ہاشمی شیر نے کمالِ ہنرمندی سے اس کے وار کو بیکار کر کے سینہ پر ایسا نیزہ مارا کہ پیٹھ سے نکل گیا اور وہ گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادے نے اس کو روند ڈالا۔ طارق کے بیٹے عمرو بن طارق نے جب اپنے باپ کو اس طرح قتل ہوتے دیکھا تو وہ غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا اور دوڑ کر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ شہزادے نے ایک ہی وار میں اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ اب طارق کا دوسرا بیٹا طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے شہزادۂ حسین رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شہزادے کی ہیبت سے پورا یزیدی لشکر تھرا گیا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع بن غالب کو مقابلہ کے لئے بھیجا وہ نیزہ تان کر حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے اس کے نیزہ کو تلوار سے قلم کر دیا اور پھر اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ وہ تنہا ہاشمی شیر کے مقابلہ میں آتا۔ آخر ابنِ سعد نے محکم بن طفیل کو ہزار سواروں کے ساتھ یکبارگی حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ان بدبختوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیے۔ آپ بھی برابر جوابی حملے کرتے رہے اور دشمنوں کو خاک و خون میں ملاتے رہے لیکن نیزہ و تلوار کی لگاتار ضربوں سے آپ کا تنِ نازنین زخموں سے چور چور ہو گیا اور چمنستان فاطمہ کا یہ پھول اپنے خون سے رنگین ہو گیا۔ بالآخر آپ پشت زین سے روئے زمین پر آ گئے اور پکار ''یَا اَبَتَاہُ اَدْرِکْنِیْ'' (اے بابا جان! میری خبر گیری فرمایئے)۔ امام عالی مقام گھوڑا بڑھا کر میدان میں پہنچے اور شہزادے کو اٹھا کر خیمہ میں لائے، سر گود میں لیا اور ان کے چہرۂ انور سے خون آلود گرد صاف کرنے لگے کہ اتنے میں علی اکبر نے آنکھیں کھول دیں امام پاک کے آخری دیدار سے محظوظ ہوئے پھر آنکھیں بند ہو گئیں اور بہشت بریں کو روانہ ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

جہاں بھر کے یزیدی کو پیامِ مرگ لائے گا　شہیدان وفا کا خون ناحق رنگ لائے گا

شہادت حضرتِ علی اصغر رضی اللہ عنہ

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے چھوٹے فرزند حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ جو ابھی بہت کم عمر اور شیر خوار ہیں۔ پیاس سے بے چین ہیں، تشنگی کی شدت سے تڑپ رہے ہیں۔ بھوکی پیاسی ماں کے سینے میں دودھ خشک ہو چکا ہے۔ خیمہ میں پانی کا ایک قطرہ نہیں ہے۔ چھوٹا بچہ سوکھی زبان باہر نکالتا ہے بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا ہے۔ ماں سے بچے کی یہ حالت دیکھی نہ گئی گود میں لئے امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میرے سرتاج! اب علی اصغر کی پیاس دیکھی نہیں جاتی۔ اس ننھی سی جان کی بے چینی قوت برداشت سے باہر ہے۔ اس کے رونے اور تڑپنے سے کلیجہ پاش پاش ہوا جا رہا ہے۔ آپ اس کو گود میں لے کر جایئے اور ظالموں کو دکھایئے۔ شاید ان سنگ دلوں کو اس بچے کی پیاس پر ترس آ جائے اور پانی کے چند گھونٹ اس کو پلا دیں۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اس ننھے بچے کو سینہ سے لگا کر سیاہ دل دشمنوں کے سامنے تشریف لے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

گئے اور فرمایا اے میرے نانا جان کا کلمہ پڑھنے والو! یہ میرا سب سے چھوٹا بچہ ہے جو پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ اگر تمہارے نزدیک مجرم ہوں تو میں ہوں اس بچے کا تو کوئی جرم نہیں ہے اس کو تو پانی پلا دو۔ دیکھو پیاس کی شدت سے اس کی حالت کیسی ہو رہی ہے۔ اگر تم لوگوں کے دلوں میں کچھ بھی رحم ہو تو اس ننھے بچے کے لئے تھوڑا سا پانی دے دو۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی اس تقریر کا ظالمانِ سنگ دِل پر کوئی اثر نہیں ہوا اور بے زبان بچے پر ان کو ذرا بھی رحم نہیں آیا۔ پانی کے بجائے ایک بدبخت ازلی حرملہ بن کاہل نے تیر کا ایسا نشانہ باندھ کر مارا کہ علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلق کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے تیر کھینچا تو علی اصغر رضی اللہ عنہ کے گلے سے خون کا فوارہ ابلنے لگا اور بچے نے باپ کے ہاتھوں میں تڑپ کر جان دے دی۔

بچہ بھی شیر خوار نہ چھوڑا حسین کا
زخمی جگر خبیثوں نے توڑا حسین کا

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے حسرت بھری نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا اِلٰہُ العالمین! حسین رضی اللہ عنہ کی یہ ننھی قربانی بھی قبول فرما لے۔ پھر ننھے شہید کی لاش کو اپنے کلیجے سے لگا کر آہستہ آہستہ خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جب ماں کی گود میں علی اصغر رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیا تو ماں نے اپنے معصوم لال کی لاش کو کلیجے سے لگا لیا اور اشکبار آنکھوں سے کہا اے میرے بیٹے اپنی ماں کے سینہ سے لگ جاؤ کہ اب تم کو اپنے سینے سے لگانا کبھی مجھے نصیب نہ ہو گا!

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

تاجدارِ کربلا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت

اب جگر پارۂ رسول، شہزادۂ بتول، علی کے نورِ عین، مومنوں کے دِل کے چین، جنتی نوجوانوں کے سردار، مجاہدوں کے قافلہ سالار ابن حیدر کرار، شہنشاہ کربلا، پیکر صبر و رضا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت آ گیا، جب آپ نے میدانِ جنگ میں جانے کا ارادہ فرمایا تو حضرتِ زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنی بیماری کی نقاہت اور کمزوری کے باوجود نیزہ لئے ہوئے حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بابا جان! پہلے ہمیں میدانِ کارزار میں جانے اور اپنی جان کے نثار کرنے کی اجازت دیجئے۔ میرے ہوتے ہوئے آپ شہید ہو جائیں یہ نہیں ہو سکتا امام عالی مقام نے نورِ نظر کو اپنی آغوش محبت میں لیا۔ پیار کیا اور فرمایا بیٹا! میں تمہیں کیسے اجازت

MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

دے دوں؟ علی اکبر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے قاسم رضی اللہ عنہ بھی دُنیا سے چلے گئے اور تمام عزیز و اقارب جو ہمراہ تھے سب راہ حق میں نثار ہو چکے میں تمہیں اجازت دے دوں تو خواتین اہلِ بیت کا کوئی محرم نہیں رہ جائے گا، ان بیکسان غریبُ الوطن کو مدینہ کون پہنچائے گا؟ تمہاری ماؤں، بہنوں کی نگہداشت و خبر گیری کون کرے گا؟ میرے پیارے بیٹے! تمہیں زندہ رہنا ہے، تمہیں شہید نہیں ہونا ہے ورنہ میری نسل کس سے چلے گی؟ حسینی سادات کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا؟ میرے جد و پدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں وہ کس کے سپرد کی جائیں گی؟ میرے لختِ جگر! یہ ساری امیدیں تمہاری ذات سے وابستہ ہیں۔ دیکھو میری طرح صبر و استقامت سے رہنا راہِ حق میں ہر آنے والی تکلیف و مصیبت کو برداشت کرنا اور ہر حالت میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اور ان کی سُنت کی پیروی کرنا، میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو۔ تمہیں میدان کارزار میں جانے کی اجازت نہیں پھر امام عالی مقام نے ان کو تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اپنی دستار مبارک اتار کر ان کے سر پر رکھ دی اور انہیں بستر علالت پر لٹا دیا۔

اب امام پاک اپنے خیمہ میں تشریف لائے صندوق کھولا، قبائے مصری زیب تن فرمائی اور تبرکات میں اسے اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ مبارک سر پر باندھا۔ سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ڈھال پشت پر رکھی۔ شیر خدا کی تلوار ذوالفقار گلے میں حمائل کی اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا نیزہ ہاتھ میں لیا۔ اِس طرح تاجدار کربلا، پیکر صبر و رضا سب کچھ راہ حق میں قربان کرنے کے بعد اب اپنی جان نذر کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بیبیوں نے جب اس منظر کو دیکھا تو ان کے چہروں کے رنگ اڑ گئے اور آنکھوں سے موتی ٹپکنے لگے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آنسو بہاتے ہوئے کہا پیارے بھیّا! بیویوں نے درد میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہا ہمارے سرتاج! اور حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے کہا بابا جان! کہاں جا رہے ہو؟ اس جنگل میں ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہو؟ جو درندے ننھے علی اصغر رضی اللہ عنہ پر رحم نہیں کھاتے وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے فرمایا اللہ تم لوگوں کا حافظ و نگہبان ہے۔ پھر آپ نے تمام اہلِ خیمہ کو صبر و شکر کی وصیّت فرمائی اور سب کو اپنا آخری دیدار کرا کر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے ؛ حشر کا ہنگامہ برپا ہے میان اہل بیت

غریبُ الوطن اور بیکس مُسافروں کا دکھ رسیدہ قافلہ حسرت بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتا

www.waseemziyai.com
MARKAZUL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

رہا۔ پردہ نشینانِ حرم حسرت و یاس کی خاموش تصویریں بنی ہوئی کھڑی رہیں اور سب کی آنکھوں سے اشکِ غم کے موتی ٹپکتے رہے۔ مگر کوئی چیز حضرت امام کے پاؤں کی بیڑی نہ بن سکی۔ آپ نے سب کو خدا کے حوالے کیا اور دشمنوں کے سامنے پہنچ گئے کئی دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں اور جاں نثار ساتھیوں کے غم سے نڈھال ہیں اس کے باوجود پہاڑوں کی طرح جمی ہوئی فوجوں کے مقابلہ میں شیر کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور ایک ولولہ انگیز رجز پڑھی جو آپ کے نسب اور ذاتی فضائل پر مشتمل تھی۔ پھر آپ نے ایک فصیح و بلیغ تقریر کی اس میں آپ نے حمد و صلاۃ کے بعد فرمایا اے لوگو! تم جس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہو اسی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ تو اے یزیدیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری دشمنی سے باز آؤ۔ اگر واقعی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہو تو سوچو اس خدائے شہید و بصیر کو کیا جواب دو گے؟ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ بے وفاؤ! تم نے مجھے خطوط بھیج کر بلایا اور جب میں یہاں آیا تم نے میرے ساتھ ایسا برا سلوک کیا کہ مظالم کی انتہا کر دی۔ ظالمو! تم نے میرے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کو خاک و خون میں تڑپایا۔ چمنِ زہراء کے ایک ایک پھول کو کاٹ ڈالا، میرے تمام ساتھیوں کو شہید کر دیا اور اب میرے خون کے پیاسے ہو، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر ویران کرنے والو! اگر قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے انجام پر غور کرو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو۔ پھر یہ بھی سوچو کہ میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ ہوں؟ میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لختِ جگر ہیں؟ میں انہیں فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا فرزند ہوں کہ جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہلِ محشر! اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کر لو کیونکہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا ستر ہزار حوروں کے ساتھ گزرنے والی ہیں۔ بے غیرتو! اب بھی وقت ہے۔ شرم سے کام لو اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کرو۔

حضرت امام کی تقریر سن کر یزیدی لشکر کے بہت سے لوگ متاثر ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ لیکن شمر وغیرہ بد بخت خبیثوں نے کوئی اثر نہ لیا بلکہ جب انہوں نے لشکریوں پر حضرت امام کی تقریر کا کچھ اثر دیکھا تو شور و غل مچانا شروع کر دیا کہ آپ یا تو یزید کی بیعت کر لیں اور یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اس کے علاوہ ہم کچھ سننا نہیں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

چاہتے۔ امام نے فرمایا اے بد باطنو! مجھے خوب معلوم ہے کہ تمہارے دلوں پر شقاوت و بدبختی کی مہر لگ چکی ہے اور تمہاری غیرتِ ایمانی مردہ ہو چکی ہے لیکن میں نے یہ تقریر صرف اتمام حجت کے لئے کی ہے تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم نے حق اور امام برحق کو نہیں پہچانا تھا۔ الحمدللہ! میں نے تمہارا یہ عذر ختم کر دیا۔ اب رہا یزید کی بیعت کا سوال؟ تو یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں باطل کے سامنے سر جھکا دوں۔

مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ بدبخت میرے قتل کا وبال اپنی گردن پر ضرور لیں گے اور میرا خون بہانے سے کسی طرح باز نہیں آئیں گے تو آپ نے فرمایا اب تم لوگ جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جسے میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔ بڑے بڑے مشہور بہادر جو شیر خدا کے شیر سے مقابلہ کے لئے محفوظ رکھے گئے تھے ان میں سے ابن سعد نے سب سے پہلے تمیم بن قحطبہ کو حضرتِ امام سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا جو ملک شام کا نامی گرامی پہلوان تھا۔ وہ غرور و تمکنت سے ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا اور اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتا ہوا حضرت کے سامنے آیا اور پہنچتے ہی آپ پر حملہ کرنا چاہا ابھی اس کا ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ شیر خدا کے شیر نے ذوالفقار حیدری سے ایسا جچا تلا وار کیا کہ اس کا سر جسم سے اڑا دیا اور اس کے گھمنڈ کو خاک میں ملا دیا۔

پھر یزید ابطحی بڑے کروفر کے ساتھ آگے بڑھا اور چاہا کہ امام کے مقابل بہادری کا جوہر دکھا کر یزیدیوں کی جماعت میں اپنی شاباشی حاصل کرے اور انعام و اکرام کا مستحق بنے۔ آپ کے سامنے پہنچ کر ایک نعرہ مارا اور کہا کہ شام و عراق کے بہادرانِ کوہ شکن میں میری بہادری کا غلغلہ ہے، میں روم و مصر میں شہرۂ آفاق ہوں، بڑے بڑے بہادروں کو آنکھ جھپکتے موت کے گھاٹ اُتارتا ہوں، ساری دُنیا کے لوگ میری شجاعت و بہادری کا لوہا مانتے ہیں اور میرے سامنے بھیڑ بکری کی طرح بھاگتے ہیں۔ کسی میں مجھ سے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ آج تم میری قوت اور میرے داؤ پیچ کو دیکھو۔ امام عالی مقام نے فرمایا تو مجھے جانتا نہیں۔ میں اپنی رگوں میں ہاشمی خون رکھتا ہوں، فاتح خیبر شیر خدا علی مشکل کشا کا شیر نر ہوں تم جیسے نامردوں کی میری نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں، میرے نزدیک مکھی اور مچھر سے زیادہ تیری حیثیت نہیں۔ شامی جوان یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور فوراً گھوڑا دوڑا کر آپ پر تلوار کا وار کر دیا۔ حضرتِ امام نے اس کے وار کو بیکار

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کر دیا۔ اور پھر جھپٹ کر اس کی کمر پر ایسی تلوار ماری کہ وہ کھیرے کی طرح کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور منہ کے بل زمین پر گر پڑا ؎

گرا فولاد کا ٹکڑا زمین پر سرنگوں ہو کر تکبر بہ گیا زخموں کے رستے موجِ خوں ہو کر

بدر بن سُہیل یمنی اس منظر کو دیکھ کر غصہ سے لال پیلا ہو گیا اور ابن سعد سے کہا تم نے کن گنواروں کو حسین کے مقابلے میں بھیج دیا جو دو ہاتھ بھی جم کر مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میرے چاروں بیٹوں میں سے کسی ایک کو بھیج دے پھر دیکھ ابھی منٹوں میں حسین کا سر کاٹ کر لاتے ہیں۔ ابنِ سعد نے اس کے بڑے بیٹے کو اشارہ کیا وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا امام عالی مقام کے سامنے پہنچ گیا۔ آپ نے فرمایا بہتر ہوتا کہ تیرا باپ مقابلہ میں آتا تاکہ وہ تجھے خاک و خون میں تڑپتا ہوا نہ دیکھتا۔ پھر آپ نے ذوالفقار حیدری سے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر کے جہنم میں پہنچا دیا۔

بدر نے جب اپنے مشہور شہسوار بیٹے کو اس طرح ذلت کے ساتھ قتل ہوتا ہوا دیکھا تو غیظ و غضب کا پتلا بن کر دانت پیستے ہوئے گھوڑا دوڑا کر امام کے سامنے آیا اور پہنچتے ہی نیزہ سے وار کیا۔ آپ نے اس کے نیزہ کو قلم کر دیا۔ اس نے فوراً تلوار سنبھالی اور کہا حسین! دیکھنا میں وہ شمشیر مارتا ہوں کہ اگر پہاڑ پر ماروں تو وہ سرمہ بن جائے۔ یہ کہتے ہوئے امام پر تلوار چلا دی۔ آپ نے اس کے وار کو خالی کر دیا اور اس پر ذوالفقار حیدری کا ایسا بھرپور وار کیا کہ بدکردار کا سر سر کٹ کر گیند کی طرح دور جا کر گرا۔

اسی طرح شام و عراق کے ایک سے ایک بہادر حضرت امام کے مقابل آتے رہے مگر جو بھی سامنے آیا آپ نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا کوئی ان میں سے زندہ بچ کر واپس نہیں گیا۔ شیر خدا کے شیر نے تین دن کا بھوکا پیاسا ہونے کے باوجود شجاعت و بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ زمین کربلا میں بہادرانِ کوفہ و شام کا کھیت بو دیا، کسی کے سینہ میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔ کسی کو نیزہ کی انی پر اٹھا کر زمین پر پٹک دیا اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں، کسی کا پٹکا پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور گھوڑے کی ٹاپوں سے اس کو روند ڈالا، کسی کی کمر پر تلوار ماری تو وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا، کسی کی گردن پر ذوالفقار حیدری چلائی تو اس کا سر بیل کی طرح لڑھکتا ہوا چلا گیا اور کسی کے سر پر تلوار آبدار ماری تو وہ زین تک کٹ گیا۔

غرض کہ امام عالی مقام نے دشمنوں کی لاشوں کا انبار لگا دیا۔ بہادرانِ عراق و شام کے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

خونوں سے کربلا کے پیاسے ریگستان کو سیراب کر دیا۔ بڑے بڑے صف شکن بہادر کام آ گئے اور مشہور جنگ جو پہلوان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ آپ کی ہیبت و شجاعت سے دشمنوں کے دل تھرا گئے اور بڑے بڑے گھمنڈیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ دشمنوں کے لشکر میں شور برپا ہو گیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو ہماری جماعت کا ایک سپاہی بچ کر نہیں جا سکے گا۔ سب کی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور سارے بچے یتیم ہو جائیں گے لہٰذا اب موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔

روباہ صفت یزیدی جب دست بدست کی جنگ میں بری طرح شکست کھائے تو انہوں نے یہی طریقہ اختیار کیا کہ ہزاروں نے چاروں طرف سے گھیر کر حملہ کرنا شروع کر دیا۔

وہ گل عذرا فاطمہ خاروں میں گھر گیا　تنہا علی کا لال ہزاروں میں گھر گیا

اب سیکڑوں تلواریں بیک وقت چمکنے لگیں، پچاسوں نیزے آپس میں ٹکرانے لگے اور دشمن بڑھ بڑھ کر امام پر وار کرنے لگے۔ ادھر آپ کی تلوار جلال حیدری کی تصویر اور ''لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفِقَارْ'' کی تفسیر بنی ہوئی تھی۔ آپ تیغ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے، جس طرف حملہ کرتے پرے کے پرے کاٹ ڈالتے اور دشمنوں کے سروں کو اس طرح اڑاتے جیسے باد خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔

ابن سعد کو جب اس طرح کی جنگ میں بھی کامیابی کی امید نظر نہ آئی تو اس نے حکم دیا کہ چاروں طرف سے تیروں کا مینہ برسایا جائے اور جب خوب زخمی ہو جائیں تب نیزوں سے حملہ کیا جائے۔ تیر اندازوں نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور بیک وقت ہزاروں تیر کمانوں سے چھوٹنے لگے اور تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ گھوڑا اس قدر زخمی ہو گیا کہ اس میں کام کرنے کی طاقت نہ رہی۔ مجبوراً حضرت امام کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا۔ ہر طرف سے تیر آ رہے ہیں اور امام مظلوم کا جسم اقدس تیروں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ تن نازنین زخموں سے چور اور لہولہان ہو رہا ہے۔ بے وفا کوفیوں نے جگر پارۂ رسول، فرزند بتول کو مہمان بلا کر ان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ یہاں تک کہ زہر میں بجھا ہوا ایک تیر آپ کی اس مقدس پیشانی پر لگا جسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہزاروں بار چوما تھا۔ تیر لگتے ہی چہرۂ انور پر خون کا دھارا بہ نکلا۔ آپ غش کھا کر گھوڑے کی زین سے فرشِ زمین پر آ گئے۔ اب ظالموں نے نیزوں سے حملہ کیا شیطان صفت سنان نے ایک ایسا نیزہ مارا جو

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تنِ اقدس کے پار ہو گیا۔ تیر اور نیزہ و شمشیر کے بہتر زخم کھانے کے بعد آپ سجدے میں گرے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے واصل بحق ہو گئے۔ ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ مطابق ۶۸۰ء کو امام عالی مقام نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ''اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' یزیدیوں نے سمجھا کہ ہم نے حسین رضی اللہ عنہ کو مار ڈالا اور وہ مر گئے لیکن زمین کربلا کا ذرّہ، ذرّہ زبان حال سے ہمیشہ یہ پکارتا رہا کہ اے حسین رضی اللہ عنہ!

تو زندہ ہے و اللہ تو زندہ ہے و اللہ مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

نضر بن خرشہ آپ کے سر مبارک کو تنِ اقدس سے جدا کرنے کے لئے آگے بڑھا مگر امام عالی مقام کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ گئی۔ پھر بد بخت ازلی خولی بن یزید، سنان بن انس، شبل بن یزید یا شمر خبیث نے آپ کے سر اقدس کو تنِ مبارک سے جدا کیا۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسینؓ دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دستِ یزید حقّا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسین

اے حسین رضی اللہ عنہ

کلمۂ توحید ہے تیری شہادت اے حسین
تو نہ ہوتا تو نہ رہ جاتی صداقت اے حسین
تیری قربانی نے زندہ کر دیا اسلام کو
وہ رہے گا تا ابد تیری بدولت اے حسین
طالبانِ منزل امن و سکون کے واسطے
تیری قربانی ہوئی شمع ہدایت اے حسین
ملت اسلام کو ملتا ہے اک درسِ حیات
کیسے بھولیں ہم ترا یومِ شہادت اے حسین
اِحتمال آنے کا ہے پھر سے یزیدیت کا دَور
پھر جہانِ نو کو ہے تیری ضرورت اے حسین
جاں میرا کچھ بھی ہو میرا عقیدہ ہے یہی
بخشوائے گی مجھے تیری محبت اے حسین

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

ایک مرتبہ ہم اور آپ سب لوگ مل کر سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، ان کی آل و اصحاب اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم پر بلند آواز سے درود و سلام کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ۔

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو صدمۂ جانکاہ

برادرانِ اسلام! واقعہ کربلا سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو صدمہ جانکاہ گذرا اور ان کے قلب نازک کو جو دکھ پہنچا وہ انداز و قیاس سے باہر ہے۔ حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ہیں وہ بیان فرماتی ہیں کہ ''میں ام المومنین حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں، میں نے عرض کیا آپ روتی کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سر مبارک اور ریش اقدس (داڑھی) پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا ''شَھِدْتُ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا'' (میں ابھی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت گاہ پر گیا تھا)۔[1]

اور حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بال مبارک چہرۂ انور پر بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں اور دست اقدس میں خون سے بھری ہوئی ایک بوتل ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! میری جان آپ پر فدا اور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ بوتل کیسی ہے؟ اور اس قدر رنج و ملال کیوں ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس بوتل میں میرے نورِ نظر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے جاں نثار ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج صبح سے اٹھا رہا ہوں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت اور تاریخ کو یاد رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت شہید کئے گئے تھے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، حدیث ۶۱۶۶، جلد ۳، صفحہ ۱۷۳۳۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OQOMIL ISLAMIA ACADEMY

اس حسین ابنِ حیدر رضی اللہ عنہ پہ لاکھوں سلام

خاصۂ ربِّ داور پہ لاکھوں سلام مالکِ حوضِ کوثر پہ لاکھوں سلام
نورِ عینِ پیمبر پہ لاکھوں سلام تشنۂ آب خنجر پہ لاکھوں سلام
اس شہید دلاور پہ لاکھوں سلام
اس حسین بن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کو جھولا فرشتے جھلاتے رہے لوریاں دے کے نوری سلاتے رہے
جس کو کندھوں پہ آقا بٹھاتے رہے جس پہ سفاک خنجر چلاتے رہے
اس شہیدوں کے بچوں پہ لاکھوں سلام
اس حسین بن حیدر پہ لاکھوں سلام

جو جوانانِ جنت کا سالار ہے جس کا نانا دو عالم کا سردار ہے
جو سراپائے محبوبِ غفار ہے جن کا سر دشت میں زیرِ تلوار ہے
اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام
اس حسین بن حیدر پہ لاکھوں سلام

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

واقعات بعد شہادت

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و الصّلاۃ و السّلام علی سید المرسلین و علی الہٖ و اصحابہ الذین قاموا بنصرۃ الدین المتین اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۚ (ابراھیم:۴۲)صدق اللّٰہ و صدق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تبارک و تعالیٰ علیہ و سلم تسلیما کثیراً کثیراً۔

برادرانِ ملت! سب لوگ مل کر بہ آواز بلند تمام عالم کے محسن اعظم رحمتِ عالم نورِ مجسم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں درود شریف کا نذرانہ اور ہدیہ پیش کریں۔ صلی اللّٰہ علی النّبی الامی و الہٖ صلی اللّٰہ علیہ و سلم صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللّٰہ۔

جب انسان کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا اور حکومت وقت کا اندیشہ نہیں رہتا پھر اپنی نیک نامی وبدنامی کی بھی پروانہیں کرتا تو عظیم سے عظیم تر گناہ کرنے اور بڑا سے بڑا ظلم ڈھانے سے بھی وہ نہیں ڈرتا۔ یہی حال یزیدیوں کا ہوا کہ خدائے تعالیٰ کا خوف ان کے دلوں میں نہیں تھا اور حکومت وقت کے اندیشہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اسی کے حکم سے اہلبیت رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ظلم و جفا کا پہاڑ توڑنے کے لئے بھیجے ہی گئے تھے اور انہیں اس بات کی بھی پروا نہیں تھی کہ دنیا والوں کی نگاہ میں ہم ذلیل ورسوا ہو جائیں گے۔ تو پھر انہیں کسی طرح کا ظلم ڈھانے سے کوئی چیز مانع نہ ہوئی۔ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول (رضی اللہ عنہ) کو صرف بے دردی کے ساتھ شہید کرنے پر انہوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کے جسم اقدس سے کپڑے بھی اتار لیے۔ اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے آپ کی لاش مبارک کو پامال کر کے ہڈیوں کو چکنا چور بھی کیا، پھر خیمے کی طرف بڑھے تمام اسباب اور سارا سامان لوٹ لیا۔

جل گیا خیمۂ اطہر لیکن دین پر آنچ نہیں آنے دی
مرحبا جرأت ابن حیدر سر دیا بات نہیں جانے دی

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک خولی بن یزید کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا اور باقی شہداء کے سر قیس ابن اشعث اور شمر وغیرہ کے ساتھ روانہ کیے گئے۔ خود ابن سعد اس روز کربلا

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

میں ٹھہر گیا اور گیارہ محرم کی صبح کو اپنی فوج کے تمام مقتولین کو جمع کیا ان پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا مگر شہدائے راہِ حق کی لاشوں کو ایسے ہی بے گور و کفن پڑا رہنے دیا۔ پھر پردہ نشین خواتین جو بیمار زین العابدین رضی اللہ عنہ اور چند چھوٹے بچوں کے ساتھ کھلے آسمان کے نیچے رات بھر میدان میں پڑی رہیں انہیں قیدی بنا کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔

یزیدی فوج کے ایک سپاہی کا بیان ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی لاش سے گزریں تو انتہائی درد کے ساتھ روتے ہوئے کہا ''وا محمداہ! وا محمداہ!'' آپ پر اللہ اور ملائکہ مقربین کا درود و سلام ہو۔ حسین رضی اللہ عنہ میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ خون میں ڈوبے ہوئے ہیں اور تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ وا محمداہ! آپ کی بیٹیاں قید میں جا رہی ہیں۔ آپ کی اولاد قتل کی گئی۔ ہوا ان کی لاشوں پر خاک اڑا رہی ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ان الفاظ کو سن کر دوست و دشمن سب رونے لگے۔ پھر جب کربلا سے یزیدی لشکر چلا گیا تو قبیلہ بنی اسد نے جو قریب کے گاؤں غاضریہ میں رہتا تھا حضرت امام اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں کو آ کر دفن کیا۔

امام رضی اللہ عنہ کا سرِ انور اور ابن زیاد

امام عالی مقام کا سرِ انور جب کوفہ پہنچا اور بھرے دربار میں ابن زیاد کے سامنے ایک طشت میں رکھا گیا اس وقت ظالم ابن زیاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے لبوں اور دانتوں کو ٹھوکر دینے لگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بوڑھے صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو اس وقت وہاں موجود تھے اس گستاخی کو دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ اور روتے ہوئے فرمایا چھڑی کو ہٹا لے۔ خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ ان لبوں اور دانتوں کو چوما کرتے تھے اور پھر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا خدا تجھے خوب رُلائے اگر تو بڈھا نہ ہوتا اور تیری عقل خراب نہ ہو گئی ہوتی تو میں تیری گردن مار دیتا۔ حضرت زید وہاں سے اٹھے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ غلام نے غلام کو حاکم بنا دیا جس نے سارے بندگانِ خدا کو اپنا خانہ زاد بنا لیا۔ اے قومِ عرب! آج سے تم سب غلام ہو گئے۔ تم نے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا حاکم بنا لیا جو اچھوں کو قتل کر رہا ہے اور بُروں کو غلام بنا رہا ہے۔ تم نے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ذلت کو گوارا کرلیا۔ اور جو ذلت کو گوارا کرے اس پر خدا کی بار ہو۔[1]

ایک جاں نثاری اور شہادت

اعلان ہوا کہ لوگ بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں جب بہت سے لوگ وہاں اکٹھا ہو گئے تو ابن زیاد بدنہاد مسجد میں گیا اور منبر پر کھڑے ہو کر کہا اللہ کا شکر ہے جس نے حق اور اہل حق کی مدد کی۔ امیر المؤمنین یزید بن معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو کامیابی عطا فرمائی اور ان کو فتح و نصرت سے سرفراز کیا۔ اور کذاب ابن کذاب حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کو شکست دی اور ان کو ہلاک کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔ جب اس بدبخت نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کذاب کہا تو حضرت عبد اللہ بن عفیف ازدی رضی اللہ عنہ جو محبِ اہلبیت تھے دونوں آنکھوں سے معذور تھے اور سارا دن ذکر و فکر اور نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گذارتے تھے۔ وہ ابن زیاد کی گستاخی کو برداشت نہ کر سکے بے تاب ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرطِ غضب سے کانپتے ہوئے فرمایا۔ او ابن مرجانہ! تو ہی کذاب ابن کذاب ہے اور جس نے تجھے حاکم بنایا وہ بھی کذاب ہے۔ حسین رضی اللہ عنہ سچے، ان کے باپ سچے، ان کے نانا سچے ہیں۔ تم لوگ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے مجرم ہو اور باتیں صدیقین جیسی کرتے ہو۔ ابن زیاد نے کہا اسے پکڑ لو۔ سپاہیوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ ابن عفیف کی قوم کے بہت سے لوگ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے ان کو چھڑا لیا مگر ظالم ابن زیاد کو ان کا خون بہائے بغیر چین نہ آیا۔ گھر بلوا کر ان کو قتل کیا اور شاہراہ عام پر ان کی لاش کو دار پر لٹکا دیا۔ اس طرح کوثر کے ساحل پر ایک جاں نثار کا اور اضافہ ہوا۔[2]

پھر ابن زیاد بدنہاد نے امام عالی مقام کے سر مبارک کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بے غیرتی و بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد حضرت امام اور ان کے تمام جاں نثار شہدائے کرام کے سروں کو اور اسیران اہل بیت کو ایک جماعت کے ہمراہ شمر وغیرہ کی سرکردگی میں یزید پلید کے پاس اس حالت میں روانہ کیا کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا اور بی بیوں کو اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر بٹھایا گیا تھا اور ظالم نے حکم دیا تھا کہ سروں کو نیزوں پر چڑھائے ہوئے آبادیوں میں سے ہو کر گذرنا تاکہ لوگوں کو عبرت

---

[1] طبری، جلد ۵، صفحہ ۵۶۔

[2] طبری، جلد ۵، صفحہ ۵۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL-ISLAMIA ACADEMY

ہو اور آئندہ کوئی یزید کی مخالفت پر آمادہ نہ ہو۔

غیبی شعر

جب اشقیا کی جماعت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو لے کر پہلی منزل پر ایک گرجا گھر کے پاس رات گذارنے کے لئے اتری اور بروایت علامہ صبان شراب پی رہی تھی تو ایک لوہے کا قلم غیب سے نمودار ہوا جس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

(جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے کیا وہ اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ان کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اُن کی شفاعت کریں گے؟)

اور بعض روایتوں میں ہے کہ دیوار پر یہ شعر پہلے سے لکھا ہوا تھا بدبختوں نے جب دیکھا تو بہت متعجب ہوئے اور گرجا گھر کے راہب سے پوچھا کہ یہ شعر کس نے لکھا ہے اور کب کا لکھا ہوا ہے؟ راہب نے کہا کس نے لکھا ہے یہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ اتنا جانتا ہوں کہ تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ سے پانچ سو برس پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

راہب نے جب شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر اور چند بی بیوں اور بچوں کو بحالت اسیری دیکھا تو اس کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور دریافت کرنے پر جب پورا حال اس کو معلوم ہوا تو کہا معاذ اللہ تم لوگ کتنے بُرے آدمی ہو کہ اپنے نبی کی اولاد کو قتل کیے ہو اور پھر ان کے بال بچوں کو قیدی بنائے ہو۔

راہب کا قبولِ اسلام

پھر راہب نے ان بدبختوں سے کہا کہ اگر رات بھر اپنے نبی کے نواسے کا سر ہمارے پاس رہنے دو تو ہم تمہیں دس ہزار درہم دیں گے وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے۔ راہب نے رقم ادا کر کے حضرت کا سر مبارک لیا اور اپنے مخصوص کمرہ میں لے گیا پھر سر انور، چہرۂ مبارک اور مقدس زلفوں اور داڑھی کے بالوں پر جو گرد و غبار اور خون وغیرہ جمع ہوا تھا دھویا اور عطر و کافور لگایا اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے سامنے رکھ کر اس کی زیارت کرنے لگا اللہ تعالیٰ اس کے اس ادب سے راضی ہوا۔ اس نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دئے۔ راہب رونے لگا اور اس کی نگاہوں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

سے پردے اٹھ گئے۔ اس نے دیکھا کہ سرِ اقدس سے آسمان تک نور ہی نور ہے۔ جب اس نے سرِ مبارک کی یہ کرامت دیکھی تو صدقِ دل سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور صبح کو سرِ انور ان کے حوالے کر دیا۔

بدبخت جب وہاں سے چل کر دوسری منزل پر پہنچے اور درہموں کو تقسیم کرنے کے لئے تھیلیوں کے منہ کو کھولا تو دیکھا کہ سب درہم ٹھیکری ہو گئے ہیں اور ان کے ایک طرف یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی ہے ”وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ“ (ظالم جو کرتے ہیں خدائے تعالیٰ کو اس سے غافل ہرگز نہ جانو) (ابراھیم:۴۲) اور دوسری طرف یہ آیت مبارکہ تحریر تھی ”وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝“ (ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے) (الشعراء ۲۲۷)۔

باجے بجے

جب یزید پلید کو معلوم ہوا کہ اسیرانِ کربلا اور امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کا سر عنقریب دمشق پہنچنے والا ہے تو اس نے پورے شہر کو آراستہ کرنے اور سب کو خوشی منانے کا حکم دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سہل رضی اللہ عنہ تجارت کیلئے ملک شام آئے ہوئے تھے جب وہ دمشق شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سب لوگ خوشی منا رہے ہیں اور باجے بجا رہے ہیں تو انہوں نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اہلِ عراق نے حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے پاس ہدیہ بھیجا ہے تمام اہلِ شہر اسی کی خوشی منا رہے ہیں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ایک آہ بھری اور پوچھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر کون سے دروازہ سے لائیں گے؟ کہا باب الساعۃ سے۔ آپ اس طرف تیزی سے بڑھے اور بڑی دوڑ دھوپ کے بعد اہلبیت تک پہنچ گئے۔ آپ نے دیکھا ایک سر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ مبارک سے بہت زیادہ مشابہ ہے نیزہ پر چڑھا کر رکھا گیا ہے جسے دیکھ کر آپ بے اختیار رو پڑے۔ اہلبیت میں سے ایک نے پوچھا کہ تم ہم پر کیوں رو رہے ہو؟ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا میرا نام سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہ ہے۔ انہوں نے فرمایا اور میں آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمایئے حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے والد کے سرِ انور کو سب سے آگے کرا دیجئے تا کہ لوگ اُدھر متوجہ ہو جائیں اور ہم سے دور رہیں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے چار سو درہم دے کر حضرت امام

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

کے سر مبارک کو مستورات سے دور کرا دیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ محرم کے دنوں میں باجے بجانا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دشمن یزیدیوں کی سنت ہے آپ کے محبین کا گھر تو ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ ان کے یہاں اس موقع پر باجا بجنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ امام کی شہادت کی خوشی میں یزیدیوں نے بجایا تھا مگر اب امام عالی مقام کی محبت کے دعویدار بجاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے اور یزیدیوں کی سنت پر عمل کرنے سے بچائے۔ آمین۔

امام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اور یزید

قافلہ عراق میں سے جو شخص سب سے پہلے یزید سے ملا وہ زحر بن قیس تھا جب اس نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر یزید کو سنائی تو وہ آب دیدہ ہو گیا اور کہا میں تمہاری اطاعت سے اس وقت خوش ہوتا کہ تم نے حسین رضی اللہ عنہ کو نہ قتل کیا ہوتا۔ پھر شمر ذی الجوشن اور محضر بن ثعلبہ عائذی سب کو لیے ہوئے یزید پلید کے دروازہ پر پہنچے۔ محفّر نے بلند آواز سے کہا ہم امیر المومنین کے دربار میں بدترین اور ملامت زدہ شخص کا سر لے کر آئے ہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) یزید نے یہ سن کر کہا سب سے بدتر اور ملامت زدہ وہی شخص ہے جس کو محفّر کی ماں نے جنا ہے۔ پھر وہ اندر داخل ہوئے اور امام عالی مقام کے سر مبارک کو یزید کے سامنے طشت میں رکھا۔ یزید سر انور کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے حسین رضی اللہ عنہ! واللہ اگر تمہارا معاملہ میرے ہاتھ میں پڑتا تو میں تم کو قتل نہ کرتا مروان کا بھائی یحییٰ بن حکم اس وقت یزید کے پاس موجود تھا اس نے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ ابن زیاد کمینہ اور کھوٹے نسب والے سے اس لشکر کی قرابت زیادہ ہے جو زمین طف کے پہلو میں قتل کیا گیا۔ سمیّہ کی نسل تو سنگر یزوں کی تعداد کے برابر ہو گئی اور بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل باقی نہ رہی۔ یزید نے یہ سن کر یحییٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا خاموش۔[1]

پھر یزید پلید نے امام عالی مقام کے لبوں اور دانتوں کو چھڑی لگاتے ہوئے کہا کہ اب ہماری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ حصین بن الحمام شاعر نے کہا ہے کہ ہماری قوم نے تو انصاف کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن ان تلواروں نے انصاف کر دیا جن سے خون ٹپکتا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا

[1] طبری جلد ۵ صفحہ ۴۶۰

MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

اے یزید! تم اپنی چھڑی حسین کے دانتوں اور لبوں سے لگا رہے ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوسا کرتے تھے۔ سن لو! قیامت کے دن تمہارا حشر ابن زیاد کے ساتھ ہوگا اور حسین رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ دربار سے اٹھے اور چلے گئے۔

پہلے جو ذکر کیا گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر یزید رونے لگا اور پھر اس نے یہ کہا کہ اے حسین! واللہ اگر تمہارا معاملہ میرے ہاتھ میں پڑتا تو میں تم کو قتل نہ کرتا۔ ان باتوں سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے راضی نہ تھا لیکن حالات بتاتے ہیں کہ یہ اس کی سیاست تھی تاکہ ہماری بدنامی نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر واقعی وہ راضی نہ ہوتا تو ظالم ابن زیاد اور ابن سعد وغیرہ قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ سے ضرور مواخذہ کرتا اور ان کو سزا دیتا۔

مدینہ منورہ کو واپسی

صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ میں سختی نہ کرنے کے سبب گورنری سے معزول کر دئے گئے تھے یزید نے انہیں اہلبیت رسالت کا ہمدرد سمجھ کر بلایا اور کہا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو عزت واحترام کے ساتھ مدینہ پہنچانے کا انتظام کرو اور پھر اپنے کو قتل حسین رضی اللہ عنہ سے بری ثابت کرنے کے لئے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں بلا کر کہا کہ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے واللہ اگر براہ راست آپ کے والد کا اور میرا سامنا ہو جاتا تو جو کچھ وہ فرماتے میں منظور کر لیتا اور ان کو قتل کرنا ہرگز گوارا نہ کرتا لیکن جو خدا کو منظور تھا وہ ہوا۔ اب آپ مدینہ تشریف لے جائیے مجھ کو وہاں سے خط لکھتے رہیے گا اور جس چیز کی ضرورت ہوگی مجھے خبر کیجئے گا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تیس آدمیوں کا حفاظتی دستہ کیا گیا وہ اہلبیت کو لے کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے اور راستہ بھر نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ پیش آتے رہے۔ مدینہ طیبہ کے لوگوں کو واقعہ کربلا کی خبر پہلے پہنچ چکی تھی۔ جب وہ لٹا ہوا قافلہ شہر میں داخل ہوا تو تمام اہل مدینہ، حضرت محمد بن حنفیہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور خاندان کی دیگر عورتیں سب روتی ہوئی نکل پڑیں۔ قافلہ سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مقدسہ پر حاضر ہوا۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ جو ابھی تک صبر وضبط کا پیکر بنے ہوئے خاموش تھے جیسے ہی ان کی نظر قبر انور پر پڑی اور ابھی اتنا ہی کہا تھا دادا جان اپنے نواسے کا سلام قبول فرمائیے کہ ان کے صبر کا پیمانہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

چھلک اٹھا اور وہ اس طرح درد کے ساتھ روئے اور حالات بیان کرنے شروع کیے کہ کہرام برپا ہو گیا اور قیامت کا نمونہ قائم ہو گیا۔

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور کہاں دفن کیا گیا اس میں اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ اسیران کربلا کے ساتھ یزید نے آپ کے سر مبارک کو مدینہ طیبہ روانہ کیا جو سیدہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا یا حضرت امام حسین مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

کربلا کے بعد یزید کی خباثت و مدینہ منورہ پر چڑھائی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ یزید کی آزادیوں کے لئے بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ بالکل ہی بے لگام ہو گیا پھر تو ہر قسم کی برائیوں کا بازار گرم ہو گیا۔ زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی بہن کا نکاح، سود اور شراب وغیرہ علانیہ طور پر رائج ہو گئے اور نمازوں کی پابندی اٹھ گئی۔ پھر اس کی شیطانیت یہاں تک پہنچی کہ ۶۳ھ میں مسلم بن عقبہ کو بارہ یا بیس ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس بدبخت لشکر نے مدینہ منورہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ الامان والحفیظ۔ قتل و غارت گری اور طرح طرح کے مظالم کا بازار گرم کیا۔ لوگوں کے گھروں کو لوٹ لیا۔ سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے گناہ شہید کیا اور تابعین وغیرہ کو ملا کر کل دس ہزار سے زیادہ شہید کیے۔ لڑکوں کو قید کر لیا اور یہاں تک ظلم کیا کہ وہاں کی پاکدامن پارسا عورتوں کو تین شبانہ روز اپنے اوپر حلال کر لیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی سخت بے حرمتی کی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن تک مسجد نبوی میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہو سکے صرف حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ جو کبار تابعین میں سے تھے پاگل بن کر وہاں حاضر رہے۔ آخر میں ظالموں نے ان کو بھی گرفتار کر لیا مگر پھر دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ خبیث لشکر نے ایک نوجوان کو پکڑ لیا اس کی ماں نے مسلم بن عقبہ کے پاس آ کر فریاد کی اور اس کی رہائی کے لئے بڑی عاجزی سے منتیں کیں۔ مسلم نے اس کے لڑکے کو بلا کر گردن مار دی اور سر اس کی ماں کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ تو اپنے زندہ رہنے کو غنیمت نہیں سمجھتی کہ بیٹے کو لینے آئی ہے۔

ایک شخص کو جب قتل کیا گیا تو اس کی ماں ام یزید بن عبداللہ بن ربیعہ نے قسم کھائی کہ اگر

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

میں قدرت پاؤں گی تو اس ظالم مسلم کو زندہ یا مردہ جلاؤں گی۔ جب وہ ظالم مدینہ منورہ میں قتل و غارت کے بعد مکہ معظمہ کی طرف متوجہ ہوا تاکہ وہاں جا کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور وہاں کے ان لوگوں کا بھی کام تمام کرے جو یزید کے خلاف ہیں تو اتفاقاً راستہ میں اس پر فالج گرا اور وہ مر گیا۔ اس کی جگہ یزید کے حکم کے مطابق حُصین بن نمیر سکونی قائد لشکر بنا۔ مسلم کو انہوں نے وہیں دفن کر دیا۔ جب یہ خبیث لشکر آگے بڑھ گیا تو اس عورت کو مسلم کے مرنے کا پتہ چلا وہ کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر آئی تاکہ اس کو قبر سے نکال کر جلائے اور اپنی قسم پوری کرے جب قبر کھودی تو کیا دیکھا کہ اژدہا اس کی گردن سے لپٹا ہوا اس کی ناک کی ہڈی پکڑے چوس رہا ہے یہ دیکھ کر سب کے سب ڈرے اور اس عورت سے کہنے لگے خدائے تعالیٰ خود ہی اس کے اعمال کی سزا اس کو دے رہا ہے اور اس نے عذاب کا فرشتہ اس پر مسلط کر دیا ہے۔ اب تو اس کو رہنے دے۔ اس عورت نے کہا نہیں خدا کی قسم میں اپنے عہد اور قسم کو ضرور پورا کروں گی اور اس کو جلا کر اپنے دل کو ٹھنڈا کروں گی۔ مجبور ہو کر سب نے کہا اچھا پھر اس کو پیروں کی طرف سے نکالنا چاہئے جب اُدھر سے مٹی ہٹائی تو کیا دیکھا کہ اسی طرح پیروں کی طرف بھی ایک اژدہا لپٹا ہوا ہے۔ پھر سب نے اس عورت سے کہا اب اس کو چھوڑ دے اس کے لئے یہی عذاب کافی ہے مگر وہ عورت نہ مانی۔ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ الٰہی! تو خوب جانتا ہے اس ظالم پر میرا غصہ محض تیری رضا کے لئے ہے مجھے یہ قدرت دے کہ میں اپنی قسم پوری کروں اور اس کو جلاؤں۔ یہ دعا کر کے اس نے ایک لکڑی سانپ کی دُم پر ماری وہ گردن سے اتر کر چلا گیا۔ پھر دوسرے سانپ کو ماری وہ بھی چلا گیا تب انہوں نے مسلم کی لاش کو قبر سے نکالا اور جلا دیا۔

فضائلِ مدینہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”لَا يَكِيدُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ، إِلَّا انْمَاعَ كَمَا يَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ“ (جو شخص اہل مدینہ سے مکر و فریب کرے یا جنگ کرے تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے)۔[1]

اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”لَا يُرِيدُ

[1] صحیح بخاری، حدیث ۱۸۷۷، جلد ۳، صفحہ ۲۱۔

اَحَدٌ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ ''(جو مدینہ منورہ والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، خدائے تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں رانگا کی طرح پگھلائے گا)۔[1]

اور حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ ظَالِمًا لَّھُمْ اَخَافَہُ اللّٰہُ وَ کَانَتْ عَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَائِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا ''(جس نے اہل مدینہ کو اپنے ظلم سے خوفزدہ کیا خدائے تعالیٰ اسے خوف میں مبتلا کرے گا اور اس پر اللہ، ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی فرض عبادت قبول فرمائے گا اور نہ نفل)۔[2]

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو اہل مدینہ کو ڈرائے۔ ان سے جنگ کرے اور ان پر ظلم ڈھائے بلکہ ان سے برائی کا بھی ارادہ کرے تو خدائے تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں رانگا کی طرح پگھلائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اور اس کی کوئی عبادت چاہے وہ فرض ہو یا نفل خدائے تعالیٰ قبول نہیں فرمائے گا۔

مکہ معظّمہ پر حملہ

مسلم بن عقبہ کی ہلاکت کے بعد حصین بن نمیر جو شامی لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا اس نے مکہ معظّمہ پہنچ کر حملہ کر دیا اہل مکہ اور حجاز والے یزید پلید کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر چکے تھے ان کی فوج نے لشکر یزید کا مقابلہ کیا اور صبح سے شام تک لڑائی جاری رہی مگر فتح وشکست کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن حصین بن نمیر نے منجنیق جو پتھر پھینکنے کی مشین ہوتی ہے۔ اسے کوہ ابوقبیس پر نصب کر کے پتھر برسانا شروع کیا۔ سنگباری سے حرم شریف کا مبارک صحن پتھروں سے بھر گیا اور اس کے صدمہ سے مسجد حرام کے ستون ٹوٹ گئے۔ کعبہ شریف کی دیواریں شکستہ ہوگئیں اور چھت گر گئی۔ شامی پتھر برسانے کے ساتھ روئی، گندھک اور رال کے گولے بھی بنا بنا کر اور جلا جلا کر پھینکنے لگے جس سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی۔ اس کا غلاف جل گیا اور وہ دُنبہ جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا اس کا سینگ تبرک کے طور پر

---

[1] صحیح مسلم، حدیث ۱۳۶۳، جلد ۲، صفحہ ۹۹۲۔

[2] مسند احمد، حدیث ۱۶۵۵۷، جلد ۲۷، صفحہ ۹۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM-IL ISLAMIA ACADEMY

کعبہ شریف میں محفوظ تھا وہ بھی جل گیا۔ حرم شریف کے باشندوں کا گھر سے نکلنا دشوار تھا۔ تقریباً دو ماہ تک وہ سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ یہاں شامی لشکر کعبہ شریف کی بے حرمتی میں لگا ہوا تھا اُدھر شہر حمص میں ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو انتالیس سال کی عمر میں یزید ہلاک ہو گیا۔

سب سے پہلے یہ خبر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ملی۔ انہوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا اے شامی بدبختو! تمہارا گمراہ سردار یزید ہلاک ہو گیا تو اب کیوں لڑ رہے ہو؟ شامیوں نے پہلے اس بات کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے فریب پر محمول کیا۔ لیکن تیسرے دن جب انہیں ثابت بن قیس نخعی نے کوفہ سے آکر یزید کے مرنے کی خبر سنائی تو انہیں یقین ہوا۔ اب ان کے حوصلے پست ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فوج کے حوصلے بلند ہو گئے وہ شامیوں پر ٹوٹ پڑے اور شامی خائب و خاسر ہو کر بھاگے اس طرح اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔

یزید پلید نے کل تین برس سات مہینے تک حکومت کی۔ جب وہ قریہ حوارین میں ہلاک ہوا تو اس کی موت پر ابن عروہ نے چند اشعار کہے جن کے معنیٰ یہ ہیں۔ اے بنی امیہ! تمہارے بادشاہ کی لاش حوارین میں پڑی ہے۔ موت نے ایسے وقت میں آکر اس کو مارا جبکہ اس کے تکیہ کے پاس کوزہ اور شراب کا مشکیزہ سربمہر لبالب بھرا ہوا رکھا تھا اور اس نشہ سے مست ہونے والے پر ایک گانے والی سارنگی لئے رو رہی تھی جو کبھی بیٹھ جاتی اور کبھی کھڑی ہو جاتی تھی۔

یزید کی موت کے بعد

حجاز و یمن اور عراق و خراسان والوں نے یزید کی موت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور شام و مصر کے لوگوں نے یزید کے بیٹے معاویہ کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ معاویہ اگرچہ یزید پلید کا بیٹا تھا مگر نیک و صالح تھا اور باپ کے برے کاموں سے نفرت کرتا تھا۔ بیماری کی حالت میں اسے تخت پر بٹھایا گیا جو آخری دم تک بیمار ہی رہا نہ اس نے کسی طرف فوج کشی کی اور نہ کوئی دوسرا اہم کارنامہ انجام دیا۔ یہاں تک کہ صرف چالیس روز یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ آخر وقت میں لوگوں نے اس سے کہا کہ کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں۔ معاویہ نے جواب دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو پھر اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں؟

معاویہ بن یزید کی موت کے بعد شام و مصر کے لوگوں نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOM ISLAMIA ACADEMY

کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ کچھ دنوں بعد مروان نے خفیہ سازشوں کے ذریعہ مصر و شام پر قبضہ جمالیا اور جب وہ مرنے لگا تو اپنے بیٹے عبدالملک کو اپنا جانشین بنا دیا جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ بیٹے پیدا کرتے ہیں لیکن مروان نے اپنا باپ پیدا کیا۔

عبدالملک دانشمند، فقیہ اور قرآن وحدیث کا جاننے والا اور تخت نشین ہونے سے پہلے بہت بڑا عابد و زاہد تھا اور مدینہ منورہ کے عبادت گذار لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا مگر بعد میں وہ بد اعمال ہو گیا۔ یحییٰ غسانی کا بیان ہے کہ عبدالملک اکثر حضرت ام درداء صحابیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا اٹھا کرتا تھا۔ ایک دن ام درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے امیر المؤمنین میں نے سنا ہے کہ تم عبادت گذار ہونے کے بعد شراب خور بن گئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ شراب خور ہونے کے ساتھ ساتھ میں خونخوار بھی ہو گیا ہوں۔[1]

قاتلین امام حسین (رضی اللہ عنہ) کا عبرتناک انجام

عبدالملک کے زمانۂ خلافت میں کوفہ پر مختار بن عبید ثقفی کو تسلط حاصل ہوا۔ اس نے کہا میں قاتلین حسین میں سے ایک کو بھی دنیا میں چلتے پھرتے نہیں رہنے دوں گا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھ پر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لعنت ہو۔ پھر اس نے لوگوں سے کہا کہ مجھے ہر اس شخص کا نام و پتہ بتاؤ جو حضرت حسین کے مقابلے میں کربلا گیا تھا۔ لوگوں نے بتانا شروع کیا اور مختار نے ایک ایک کو قتل کرنا اور سولی پر لٹکانا شروع کر دیا۔

ابن سعد کا قتل

مختار نے ایک دن کہا کہ میں کل ایک شخص کو قتل کروں گا کہ اس سے تمام مومنین اور ملائکہ مقربین بھی خوش ہوں گے۔ ہثیم بن اسود نخعی اس وقت مختار کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ سمجھ گیا کہ عمرو بن سعد کل مارا جائے گا۔ مکان پر آ کر اس نے اپنے بیٹے کو رات میں ابن سعد کے پاس بھیج کر اطلاع کر دی کہ تم اپنی حفاظت کا انتظام کرو مختار کل تمہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ مگر مختار چونکہ اپنے خروج کے ابتدائی زمانے میں ابن سعد سے نہایت ہی اخلاق کے ساتھ پیش آتا تھا اس لئے اس

---

[1] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۴۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

نے کہا مختار ہمیں نہیں قتل کرے گا۔

دوسرے دن صبح کو مختار نے ابن سعد کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا اس نے اپنے بیٹے حفص کو بھیج دیا۔ مختار نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ خلوت نشین ہو گیا ہے اب گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کے لئے فرزند رسول کا خون بہایا تھا اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ کیوں خانہ نشین نہیں ہوا تھا؟ پھر مختار نے اپنے کوتوال ابو عمرہ کو بھیجا کہ ابن سعد کا سر کاٹ کر لے آئے۔ وہ ابن سعد کے پاس گیا اور اس کا سر کاٹ کر اپنی قبا کے دامن میں چھپا کے مختار کے پاس لایا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔ مختار نے حفص سے پوچھا پہچانتے ہو یہ سر کس کا ہے؟ اس نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا پھر کہا یہ میرے باپ کا سر ہے اور اب ان کے بعد زندگی میں کوئی مزا نہیں۔ مختار نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو اور تم زندہ بھی نہیں رہو گے پھر اسے بھی قتل کر دیا اور کہا باپ کا سر حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ ہے اور بیٹے کا سر علی اکبر رضی اللہ عنہ کا۔ اگرچہ یہ دونوں ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا کی قسم اگر میں قریش کے تین دستے بھی قتل کر ڈالوں تب بھی وہ سب حسین کی انگلیوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر مختار نے دونوں کے سر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔

خُولی بن یزید کو قتل کے بعد جلا دیا گیا

خولی وہ بد بخت انسان ہے جس نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سر انور کو جسم اقدس سے جدا کیا تھا۔ مختار نے اپنے کوتوال ابو عمرہ کو چند سپاہیوں کے ساتھ اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں نے آ کر خولی کے گھر کو گھیر لیا۔ جب اس بد بخت کو معلوم ہوا تو وہ ایک کوٹھری میں چھپ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ تم لاعلمی ظاہر کر دینا۔ کوتوال نے اس کے گھر کی تلاشی کا حکم دیا۔ اس کی بیوی باہر نکل آئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے؟ چونکہ جس وقت سے خولی حضرت حسین کا سر لایا تھا وہ اس کی دشمن ہو گئی تھی اس لئے اس نے زبان سے تو کہا مجھے معلوم نہیں وہ کہاں ہے مگر ہاتھ کے اشارہ سے اس کے چھپنے کی جگہ بتا دی۔ سپاہی اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ سر پر ایک ٹوکرا رکھے ہوئے زمین سے چپکا ہوا ہے۔ اس کو گرفتار کر کے لا رہے تھے کہ مختار کوفہ کی سیر کے لئے نکلا تھا راستہ میں مل گیا اس کے حکم سے خولی کے گھر والوں کو بلا کر ان کے سامنے شاہراہ عام پر قتل کیا

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

گیا پھر اسے جلایا گیا اور جب تک اس کی لاش جل کر راکھ نہیں ہو گئی مختار کھڑا رہا۔

از مکافات عمل غافل مشو　　　گندم از گندم بروید جو از جو

شمر قتل کے بعد کتوں کے حوالے کیا گیا

مسلم بن عبداللہ ضبابی کا بیان ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کربلا جانے والوں کو پکڑ پکڑ کر مختار قتل کرنے لگا تو میں اور شمر ذی الجوشن تیز رفتار گھوڑوں پر بیٹھ کر کوفہ سے بھاگ نکلے۔ مختار کے غلام ذربی نے ہمارا پیچھا کیا۔ ہم نے اپنے گھوڑوں کو بہت تیزی سے دوڑایا لیکن ذربی ہمارے قریب آ گیا۔ شمر نے ہم سے کہا تم گھوڑے کو ایڑ دے کر ہم سے دور ہو جاؤ شاید یہ غلام میری تاک میں آ رہا ہے۔ ہم اپنے گھوڑے کو خوب تیزی سے بھگا کر شمر سے الگ ہو گئے۔ غلام نے پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو شمر اس کے وار سے بچنے کے لئے گھوڑے کو کاوا دیتا رہا اور جب ذربی اپنے ساتھیوں سے دور ہو گیا تو شمر نے ایک ہی وار میں اس کی کمر توڑ دی۔ جب مختار کے سامنے ذربی لایا گیا اور اس کو واقعہ معلوم ہوا تو اس نے کہا اگر یہ مجھ سے مشورہ کرتا تو میں کبھی اسے شمر پر حملہ کرنے کا حکم نہ دیتا۔

ذربی کو قتل کرنے کے بعد شمر کلتانیہ گاؤں میں پہنچا جو دریا کے کنارے واقع تھا۔ اس نے گاؤں کے ایک کسان کو بلا کر مارا پیٹا اور اسے مجبور کیا کہ میرا یہ خط مصعب بن زبیر کے پاس پہنچاؤ۔ اس خط پر یہ پتہ لکھا تھا۔ شمر ذی الجوشن کی طرف سے امیر مصعب بن زبیر کے نام۔ کسان اس کے خط کو لے کر روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک بڑا گاؤں آباد تھا جہاں کوتوال ابوعمرہ چند سپاہیوں کے ہمراہ جنگی چوکی قائم کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ یہ کسان اس گاؤں کے ایک کسان سے مل کر شمر نے جو اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اس کو بیان کر رہا تھا کہ ایک سپاہی ان کے پاس سے گذرا اس نے شمر کے خط اور اس کے پتہ کو دیکھا پوچھا کہ شمر کہاں ہے؟ اس نے بتا دیا۔ معلوم ہوا کہ پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ ابوعمرہ فوراً اپنے سپاہیوں کو لئے ہوئے شمر کی طرف چل پڑا۔

مسلم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں رات میں شمر کے ہمراہ تھا میں نے اس سے کہا بہتر ہے کہ ہم لوگ اس جگہ سے روانہ ہو جائیں اس لئے کہ ہمیں یہاں ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا میں تین دن سے پہلے یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اور تمہیں خوف غالباً مختار کذاب کی وجہ سے ہے تم اس سے مرعوب ہو گئے ہو۔ ہم جہاں ٹھہرے تھے وہاں ریچھ بہت زیادہ تھے ابھی زیادہ رات

www.waseemziyai.com
MAKTABA-E-UL-OOMI ISLAMIA ACADEMY

نہیں گذری تھی اور مجھے برابر نیند نہیں آئی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی میں نے اپنے دل میں کہا ریچھ ہوں گے مگر جب آواز تیز ہوگئی تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور کہا یہ ریچھوں کی آواز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اتنے میں انہوں نے پہنچ کر تکبیر کہی اور ہماری جھونپڑیوں کو گھیرے میں لے لیا۔ ہم اپنے گھوڑے چھوڑ کر پیدل ہی بھاگے وہ لوگ شمر پر ٹوٹ پڑے۔ جو پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور اس کے برص کی سفیدی چادر کے اوپر سے نظر آرہی تھی۔ وہ کپڑے اور زرہ وغیرہ بھی نہیں پہن سکا اسی چادر کو اوڑھے ہوئے نیزے سے ان کا مقابلہ کرنے لگا۔ ابھی ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ تکبیر کی آواز کے بعد ہم نے سنا کہ اللہ نے خبیث کو قتل کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے اس کے سر کو کاٹ کر لاش کو کتوں کے لئے پھینک دیا۔

ہاتھ پاؤں کاٹ کر تڑپنے کے لئے چھوڑ دیا گیا

عبداللہ بن دیاس جس نے محمد بن عمار بن یاسر کو قتل کیا تھا اس نے امام عالی مقام کے قاتلین میں سے مختار کو چند آدمیوں کے نام بتا دیئے جن میں عبداللہ بن اسید جہنی۔ مالک بن نُسیر بدّی اور حمل بن مالک محاربی بھی تھے یہ سب اس زمانہ میں قادسیہ میں رہتے تھے۔ مختار نے اپنے سرداروں میں سے ایک سردار مالک بن عمرو نہدی کو ان کی گرفتاری کے لیے چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا اس نے جا کر ان سب کو گرفتار کر لیا اور عشاء کے وقت لے کر مختار کے پاس پہنچا۔ مختار نے ان لوگوں سے کہا اے اللہ و رسول اور آل رسول کے دشمنو! حسین بن علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ مجھے حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کراؤ ظالمو! تم نے اس مقدس ذات کو قتل کیا جن پر نماز میں تمہیں درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے ہمیں ان کے مقابلے میں زبردستی بھیجا گیا تھا ہم جانے کے لئے راضی نہیں تھے۔ آپ ہم پر احسان کریں اور چھوڑ دیں۔ مختار نے کہا تم نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر احسان نہیں کیا، ان پر تمہیں رحم نہیں آیا۔ تم نے انہیں اور ان کے بچوں کو پیاسا رکھا پانی نہیں پینے دیا اور آج ہم سے احسان طلب کرتے ہو۔ پھر بدّی سے کہا تم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ٹوپی اتاری تھی؟ عبداللہ بن کامل نے کہا جی ہاں یہی وہ شخص ہے جس نے ان کی ٹوپی اتاری تھی۔ مختار نے حکم دیا دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو چھوڑ دیا جائے تاکہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر یہ مر جائے چنانچہ اس کے حکم پر عمل کیا گیا۔ بدّی کے ہاتھوں اور پیروں سے خون کا دھارا بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اس کے بعد جہنی اور محاربی کو بھی قتل کرا دیا۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

حکیم برہنہ کر کے تیروں کا نشانہ بنایا گیا

حکیم بن طفیل طائی وہ بدنصیب انسان ہے کہ جس نے کربلا میں حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے لباس و اسلحہ پر قبضہ کیا تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا مختار نے عبداللہ بن کامل کو اس کی گرفتاری کے لئے چند سپاہیوں کے ساتھ بھیجا وہ پکڑ کر اسے مختار کی طرف چلا۔ حکیم کے گھر والے عدی بن حاتم کے پاس فریادی ہوئے کہ آپ مختار سے سفارش کر کے اس کو چھڑا دیں۔ مختار عدی کی بہت قدر کیا کرتا تھا وہ سفارش کیلئے مختار کے پاس پہنچ گئے وہ عدی کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ عدی نے اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ مختار نے کہا اے ابو ظریف! کیا آپ قاتلین حسین کیلئے بھی سفارش کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا حکیم پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔ مختار نے کہا اچھا تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔

سپاہیوں کو راستہ میں معلوم ہوا کہ عدی مختار کے پاس حکیم کی سفارش کیلئے گئے ہیں انہوں نے اپنے سردار ابن کامل سے کہا کہ مختار عدی کی سفارش قبول کر لیں گے اور یہ خبیث بچ جائے گا حالانکہ آپ اس کے جرم سے بخوبی واقف ہیں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ہم ہی اس کو قتل کر دیں۔ ابن کامل نے انہیں اجازت دے دی۔ وہ لوگ حکیم کو ایک گھر میں لے گئے اس کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اسے ایک جگہ کھڑا کیا اور کہا تو نے حضرت عباس بن علی کے کپڑے اتارے تھے ہم تیری زندگی ہی میں تیرا سارا لباس اتارتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے بالکل ننگا کر دیا۔ پھر کہا تو نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا ہم بھی تجھے تیروں کا نشانہ بناتے ہیں یہ کہہ کر انہوں نے تیروں سے مار مار کر اس کو ہلاک کر دیا۔

ابن کامل نے آکر مختار کو حکیم کے قتل کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا میرے پاس لائے بغیر تم نے اسے کیوں قتل کر دیا؟ دیکھو یہ عدی اس کی سفارش کیلئے آئے ہیں۔ اور یہ اس بات کے اہل ہیں کہ ان کی سفارش قبول کی جائے۔ ابن کامل نے کہا آپ کے شیعے میری بات نہیں مانے تو میں مجبور ہو گیا۔ عدی نے کہا اے دشمن خدا! تو جھوٹ بولتا ہے تو نے جانا کہ مختار میری سفارش قبول کر لیں گے اس لئے تو نے اسے راستہ ہی میں قتل کر دیا اس کے علاوہ اور تجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ابن کامل بھی عدی کو جواب میں برا بھلا کہنا چاہتا تھا مگر مختار نے انگلی اپنے منہ پر رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ عدی مختار سے خوش اور ابن کامل سے ناراض ہو کر چلے آئے۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

نیزوں سے چھید چھید کر مارا گیا

بنی صدا کا ایک بد بخت جس کا نام عمرو بن صُبیح تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو تیر سے زخمی کیا ہے مگر کسی کو قتل نہیں کیا ہے سب لوگوں کے سو جانے کے بعد مختار نے اس کی گرفتاری کے لئے سپاہیوں کو روانہ کیا۔ جب وہ ابن صبیح کے مکان پر پہنچے تو وہ اپنی چھت پر بے خبر سو رہا تھا اور اس کی تلوار اس کے سرہانے رکھی تھی سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا وہ کہنے لگا کہ اللہ اس تلوار کو برا کرے کہ یہ مجھ سے کس قدر قریب تھی اور اب کتنی دور ہو گئی۔ سپاہیوں نے رات ہی میں اسے مختار کے سامنے پیش کیا۔ مختار نے حکم دیا کہ صبح تک اسے قید میں رکھو پھر صبح کو دربار عام کیا جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور ابن صبیح اس کے سامنے لایا گیا تو نہایت دلیری سے بھرے دربار میں کہنے لگا اے گروہ کفار و فجار! اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ میں بزدل اور کمزور نہیں ہوں اگر میں تمہارے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے قتل کیا جاتا تو یہ بات میرے لئے باعث مسرت ہوتی اس لئے کہ میں تم کو بدترین مخلوق سمجھتا ہوں۔ اے کاش! اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں تھوڑی دیر تمہارا مقابلہ کرتا۔ اس کے بعد ابن صبیح نے ابن کامل کی آنکھ پر ایک گھونسا مارا۔ ابن کامل ہنسا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اہلبیت رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تیروں سے زخمی کیا ہے۔ تو اب اس کے بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ مختار نے کہا نیزے لاؤ اور اسے نیزوں سے چھید چھید کر مارو۔ چنانچہ نیزوں سے مار مار کر اسے ہلاک کیا گیا۔

قاتل کو زندہ جلا دیا گیا

بنی جنب کا ایک شخص جس کا نام زید بن رقاد تھا اس بد بخت نے حضرت عبداللہ بن مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو تیر مارا تھا؟ جو ان کی پیشانی میں لگا تھا۔ انہوں نے پیشانی کو بچانے کے لئے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا تیر ایسا لگا کہ ہاتھ بھی پیشانی کے ساتھ پیوست ہو گیا اور جب کوشش کے باوجود ان کا ہاتھ پیشانی سے جدا نہیں ہو سکا۔ تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی یا اللہ العالمین ہمارے دشمنوں نے جیسے ہمیں ذلیل کیا ہے تو بھی ان کو ایسے ہی ذلیل کر۔ اور جس طرح انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے تو بھی ان کو قتل کر۔ پھر زید بن رقاد نے ان کے پیٹ میں ایک تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ ابن رقاد کہا کرتا تھا کہ ان کے پیٹ کا تیر تو میں [illegible] سانی سے نکال لیا مگر جو تیر پیشانی

پر لگا کوشش کے باوجود نہیں نکل سکا۔

مختار نے عبداللہ کامل کو اس کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ ابن کامل سپاہیوں کے ساتھ پہنچ کر اس پر ٹوٹ پڑا وہ بھی ایک بڑا بہادر آدمی تھا تلوار لے کر ان کا مقابلہ کیا۔ ابن کامل نے اپنے سپاہیوں سے کہا اسے نیزہ اور تلوار سے ہلاک نہ کرو بلکہ تیر اور پتھر سے مارو۔ سپاہیوں نے اس قدر تیر اور پتھر مارے کہ وہ گر گیا۔ ابن کامل نے کہا دیکھو اگر جان باقی ہو تو اسے باہر لاؤ۔ چونکہ جان باقی تھی تو اسے باہر نکالا گیا۔ ابن کامل نے آگ منگا کر اسے زندہ جلا دیا۔

ابن زیاد بد نہاد کا عبرتناک انجام

عبیداللہ بن زیاد وہ نہاد انسان ہے جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اسی بد بخت کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت کو تمام ایزائیں پہنچائی گئیں یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کے لئے ایک فوج کو لے کر بھیجا۔ موصل سے تقریباً پچیس کلومیٹر کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے چنانچہ بہت سے ہلاک کیے گئے۔ اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۷ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوایا۔ مختار نے دار الامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرور حکومت و بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک رکھا تھا مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا اے اہل کوفہ! دیکھو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے۔ چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی جگہ ہے۔ خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا۔ اسی کوفہ اور اسی دار الامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح حدیث میں ہے کہ ''لَمَّا جِیْءَ بِرَأْسِ عُبَیْدِ اللهِ بْنِ زِیَادٍ وَأَصْحَابِهِ نُضِّدَتْ فِی الْمَسْجِدِ فِی الرَّحَبَةِ فَانْتَهَیْتُ إِلَیْهِمْ وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ، فَإِذَا

حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّءُوسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي مَنْخَرَي عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً، ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتَّى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوْا قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا'' (جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لاکر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا اور اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے۔ وہ تمام سروں پر پھرا پھر جب عبداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا اس کے نتھنوں میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا، اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا)۔[1]

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

مختار کا دعویٰ نبوت

مختار نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کے بارے میں بڑا شاندار کارنامہ انجام دیا لیکن آخر میں وہ دعویٰ نبوت کر کے مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ تعالیٰ) کہنے لگا کہ میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آتا ہے اور مجھ پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جب اس کے دعویٰ نبوت کی خبر ملی تو آپ نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ فرمایا جو مختار پر غالب ہوا اور ماہ رمضان ۶۷ھ میں اس بد بخت کو قتل کیا۔[2]

قاتلین امام حسین (رضی اللہ عنہ) پر طرح طرح کے عذاب

جو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کربلا گئے اور ان کے قتل میں شریک ہوئے ان میں سے تقریباً چھ ہزار کوفی تو مختار کے ہاتھوں ہلاک ہوئے اور دوسرے لوگ طرح طرح کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی نہیں بچا کہ جس نے آخرت کے عذاب سے پہلے اس دنیا میں سزا نہ پائی ہو ان میں سے کچھ تو بری طرح قتل کئے گئے کچھ اندھے اور کوڑھی ہوئے اور کچھ لوگ سخت قسم کی آفتوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔

حضرت ابو الشیخ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں جس نے بھی کسی طرح کی کوئی مدد کی وہ مرنے سے

---

[1] سنن الترمذی، حدیث ۳۷۸۰، جلد ۶، صفحہ ۱۲۶۔

[2] تاریخ الخلفاء، صفحہ ۱۴۶۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

پہلے کسی نہ کسی عذاب میں ضرور مبتلا ہوا۔ ایک بڈھا جو اسی مجلس میں تھا اس نے کہا میں نے بھی تو مدد کی تھی مگر میں کسی عذاب میں نہیں مبتلا ہوا۔ اتنا کہنے کے بعد چراغ درست کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس کی آگ نے بڈھے کو پکڑ لیا اس کا پورا بدن جلنے لگا وہ آگ آگ چلاتا رہا۔ یہاں تک کہ دریائے فرات میں کود پڑا مگر آگ بجھی نہیں اور وہ اسی میں جل کر ہلاک ہوگیا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ امام سدی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے انہوں نے فرمایا ''وَاللهِ اَنَا رَأَيْتُهٗ كَاَنَّهٗ حُمَمَةٌ'' (خدا کی قسم میں نے اس کو دیکھا وہ اس طرح جل رہا تھا جیسے کوئلہ)۔[۱]

اور امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جو لشکر یزید کے ساتھ تھا مگر اس نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا واقعہ کربلا کے بعد وہ اندھا ہوگیا۔ اس سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔ اس نے کہا میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ وہ آستین مبارک چڑھائے ہوئے اور ہاتھ میں ننگی تلوار لئے ہوئے کھڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ایک چمڑا بچھا ہوا ہے اور دس قاتلینِ حسین ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بہت لعنت ملامت کی اور خون میں ڈبا کر ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی اسی وقت سے میں اندھا ہوگیا۔[۲]

اور حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ یزید کے لشکر کا وہ سپاہی کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا کچھ دنوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بہت زیادہ کالا ہوگیا؟ لوگوں نے پوچھا کہ تیرا چہرہ تو بہت خوبصورت تھا پھر اتنا کالا کیسے ہوگیا؟ اس نے کہا جس روز میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اسی روز ہر رات کو دو آدمی میرے پاس آتے ہیں اور مجھے پکڑ کر ایسی جگہ پر لے جاتے ہیں کہ جہاں بہت سی آگ ہوتی ہے مجھے منہ کے بل اس آگ میں ڈال کر نکالتے ہیں۔ اس وجہ سے میرا منہ اتنا زیادہ کالا ہوگیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ شخص بہت بری موت مرا۔[۳]

ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ''إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي

---

[۱] الصواعق المحرقہ، جلد ۲، صفحہ ۵۷۲۔

[۲] الصواعق المحرقہ، جلد ۲، صفحہ ۵۷۲۔

[۳] الصواعق المحرقہ، جلد ۲، صفحہ ۵۷۲۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

الْأَرْضِ کَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا ''(جب کسی جگہ کوئی گناہ کیا جائے تو جو شخص وہاں حاضر ہو مگر اسے بُرا سمجھتا ہو تو وہ اس آدمی کے مثل ہے جو وہاں موجود نہیں اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو لیکن اس پر راضی ہو تو وہ اس آدمی کے مثل ہے جو وہاں موجود ہو۔[1]

مجالس محرم کے فائدے

مجالس محرم سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ حدیث شریف میں ہے'' عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ '' (صالحین کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے)[2] اور خلفائے راشدین وامامین کریمین حضرات حسن وحسین رضی اللہ عنہم تو صالحین کے امام وپیشوا ہیں ان کے ذکر کے وقت تو کثیر رحمتیں نازل ہوں گی۔ جن سے ان مجلسوں میں شرکت کرنے والے خاص طور پر فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان کے ذکر کو سن کر اللہ کے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ دین ومذہب کی حرمت قائم رکھنے کے لئے میدان میں نکلنا اور اعلائے کلمۃ الحق کرنا، طرح طرح کی مصیبتوں کو برداشت کرنا اور صبر وتحمل کا دامن نہ چھوڑنا۔ تین دن کا بھوکا پیاسا رہنے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے رونے بلکنے کے باوجود حق کی حمایت کرنا اور باطل کے سامنے نہ جھکنا۔ عزیزوں کی لاشیں خاک وخون میں تڑپتی ہوئی دیکھ کر بھی حرف شکایت زبان پر نہ لانا۔ ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہنا اور مقام صدق وصفا میں ثابت قدم رہنا۔ ان باتوں کے سننے سے دل میں امام عالی مقام کی عظمت ومحبت پیدا ہوتی ہے اور دین ومذہب کی عزت وحرمت باقی رکھنے کے لئے جان ومال کی قربانی دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور چوتھا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کے لئے کوفیوں کا اپنی عاقبت برباد کرنا، اہل بیت رسالت کی توہین کرنا، ان کو ستانا اور ایذا پہنچانا، پھر طرح طرح کی آفتوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہونا اور قتل حسین کے عوض ایک لاکھ چالیس ہزار کا مارا جانا۔ ان باتوں کے سننے سے عبرت ونصیحت حاصل ہوتی ہے اور اللہ والوں کی شان میں گستاخی وبے ادبی کرنے سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے، اور پانچواں فائدہ یہ بھی

---

[1] سنن ابی داؤد، حدیث ۴۳۴۵، جلد ۴، صفحہ ۱۲۴۔

[2] المعجم لابن المقری، محمد بن ابراہیم، متوفی ۳۸۱ھ، حدیث ۱۴۲، جلد ۱، صفحہ ۷۵، مکتبۃ الرشید، دمشق۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ہے کہ عشرۂ محرم میں امام سے جھوٹی محبت کا دعویٰ رکھنے والوں نے جو طرح طرح کے خرافات اور ناجائز باتیں رائج کر رکھی ہیں مجلسوں کی برکت سے لوگ ان میں شامل ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اسی طرح ہر سال مجالس محرم منعقد کرنے بزرگوں کا ذکر جمیل سننے سنانے اور ان سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق رفیق بخشے اور اللہ کے محبوب بندوں کو ستانے اور ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنے سے محفوظ رکھے اور قیامت کے دن نبیین، صدیقین، شہدا اور صالحین کے دامن کرم کے سائے میں ہم لوگوں کا حشر فرمائے۔

فضائل عاشورہ

عاشورہ یعنی محرم کی دسویں تاریخ بڑی عظمت و بزرگی والی اور فضل و شرف والی ہے اس لئے کہ بہت سے اہم واقعات اس تاریخ سے متعلق ہیں حضرت شیخ عبدالرحمن صفوریؒ اپنی مشہور کتاب ''نزھۃ المجالس'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی روز آسمان و زمین اور قلم کی تخلیق ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا علیہا السلام پیدا ہوئے اور آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی حضرت ابراہیم علیہ السلام مرتبہ خلت سے سرفراز کئے گئے چالیس سال بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام ملے حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے حضرت ایوب علیہ السلام صحت یاب ہوئے۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عطا ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور اسی روز قیامت بھی قائم ہوگی۔

ثابت ہوا کہ محرم کی دسویں تاریخ خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑی عظمت و فضیلت والی ہے اسی لئے اس نے اپنے پیارے حبیب جناب احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب نواسے کی شہادت کے لئے بھی اسی تاریخ کو منتخب فرمایا۔

عاشورہ کے اعمال

عاشورہ کے دن روزہ رکھنا سنت ہے اور بہت فضیلت رکھتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں آپ نے ان سے فرمایا یہ کیسا دن ہے کہ جس میں تم لوگ روزہ رکھتے ہو؟ انہوں

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

نے کہا یہ وہ عظمت والا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون کو اس کی قوم کے ساتھ ڈبو دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ میں روزہ رکھا ہم بھی رکھتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ تو عاشورہ کا روزہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی رکھا اور اس روزہ کا حکم بھی فرمایا۔[1]

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاء أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ'' (مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ عاشورہ کے روزہ کو پچھلے سال بھر کے گناہ کا کفارہ بنا دے)۔[2]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس کے روزہ کا حکم فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ وہ دن ہے کہ جس کی یہود اور عیسائی تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ'' (اگر میں سال آئندہ دنیا میں باقی رہا تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا)۔[3] اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ محرم کی نویں اور دسویں دونوں تاریخ کو روزہ رکھا جائے۔

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں'' مَنْ صَلَّى يَوْمَ عَاشُوْرَاء أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَ قُلْ هُوَاللهُ أَحَدٌ إِحْدٰى عَشْرَةَ غَفَرَاللهُ لَهُ ذُنُوبَ خَمْسِيْنَ عَامًا وَبُنِيَ لَهُ مِنبَرًا مِّنْ نُوْرٍ '' (جو شخص عاشورے کے دن چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرما دے گا اور اس کے لئے نور کا منبر بنائے گا)۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مَنْ وَسَّعَ عَلَى عِيَالِهِ يَوْمَ عَاشُوْرَاء وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ'' (جو شخص عاشورے کے دن اپنے گھر والوں پر کھانے پینے میں کشادگی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سال بھر

---

[1] صحیح بخاری، حدیث ۲۰۰۴، جلد ۳، صفحہ ۴۴۷۔

[2] صحیح مسلم، حدیث ۱۱۶۲، جلد ۲، صفحہ ۸۱۸۔

[3] صحیح مسلم، حدیث ۱۱۶۲، جلد ۲، صفحہ ۸۱۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

تک برابر کشادگی میں رکھے گا)۔[1]

حُوراور حُلہ بہشتی

حضرت شیخ عبدالرحمن صفوری ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مصر میں ایک شخص رہتا تھا جس کے پاس صرف ایک کپڑا تھا جو اس کے بدن پر تھا اس نے عاشورے کے دن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھی۔ وہاں کا دستور یہ تھا کہ عورتیں عاشورے کے دن مسجد میں دعا کے لئے جایا کرتی تھیں ایک عورت نے اس سے کہا اللہ کے نام پر مجھے کچھ میرے بال بچوں کے لئے دیجئے۔ اس شخص نے کہا اچھا میرے ساتھ چلو۔ گھر پہنچ کر اس نے اپنے بدن سے کپڑا اتارا اور دروازے سے اس عورت کو دیدیا۔ عورت نے دعا دی ''اَلْبَسَكَ اللّٰہُ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ'' (خدائے تعالیٰ تمہیں جنت کے حُلے پہنائے)۔

اس شخص نے اسی رات ایک نہایت خوبصورت حور دیکھی جس کے ہاتھ میں ایک عمدہ خوشبودار سیب تھا حور نے اس سیب کو توڑا تو اس میں سے ایک حلہ نکلا اس شخص نے حور سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تیری جنت کی بیوی عاشورہ ہوں۔ پھر وہ شخص نیند سے بیدار ہوگیا اور سارے گھر کو خوشبو سے مہکتا ہوا پایا۔ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی ''اَللّٰھُمَّ اِنْ كَانَتْ زَوْجِیْ حَقًّا فِی الْجَنَّةِ فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ'' (یا الٰہ العالمین! اگر واقعی وہ جنت میں میری بیوی ہے تو میری روح کو قبض کرلے اور مجھے اس کے پاس پہنچا دے خدائے تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور وہ اسی وقت مر گیا)۔

امام عالی مقام کی نذر و نیاز کرنا، سبیل لگانا، اُن کے لئے کھچڑا پکانا اور شربت وغیرہ پلانا باعث ثواب و برکت

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے تو ان کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ ''قَالَ اَلْمَاءُ فَحَفَرَ بِیْرًا وَقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ'' (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی (بہترین صدقہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور

---

[1] شعب الایمان، امام بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، حدیث ۳۵۱۳، جلد ۵، صفحہ ۳۳۱، مکتبۃ الرشید، ریاض۔

اپنی ماں کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے (اس کا ثواب ان کی روح کو ملے)۔[1]

اس حدیث شریف سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کو ثواب پہنچانے کی غرض سے سبیل لگانا اور کھچڑا وغیرہ پکانا پھر یہ کہنا یہ کھچڑا اور سبیل امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوانے کے بعد فرمایا یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں جو کھانا کہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو نیاز کریں۔ اس پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھنے سے تبرک ہوجاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔ اور ارشاد فرماتے ہیں اگر مالیدہ اور چاولوں کی کھیر کسی بزرگ کے فاتحہ کے لئے ایصالِ ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں جائز ہے۔

پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں اگر فاتحہ کسی بزرگ کے نام کیا گیا تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔ البتہ تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا اور مٹھائی وغیرہ نہیں کھانی چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ''حضرت امام کے نام کی نیاز کھانی چاہیے اور تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا نہیں کھانا چاہیے''۔ پھر دو سطر بعد تحریر فرماتے ہیں ''تعزیہ چڑھانے سے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی نیاز نہیں ہوجاتی اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دلائیں تو اس کے کھانے سے احتراز چاہیے''۔

تعزیہ داری علمائے اہلسنّت کی نظر میں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

''تعزیہ داری در عشرۂ محرم و ساختن ضرائع و صورت وغیرہ درست نیست'' (عشرۂ محرم میں تعزیہ داری اور قبر وصورت وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے)۔[2]

پھر چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں ''تعزیہ داری کہ ہمچو مبتدعاں می

---

[1] سنن ابی داؤد، حدیث ۱۶۸۱، جلد ۲، صفحہ ۱۳۰۔

[2] فتاویٰ عزیزیہ، جلد ۱، صفحہ ۷۵۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

کنند بدعت ست و ہمچنیں ساختن ضرائح و صورت قبور و علم وغیرہ ایں ہم بدعت ست و ظاہر ست کہ بدعت سیۂ است۔[1]''(تعزیہ داری جیسا کہ بدمذہب کرتے ہیں بدعت ہے۔اور ایسے ہی تابوت، قبروں کی صورت اور علم وغیرہ یہ بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ بدعت سیۂ ہے)۔

اور تحریر فرماتے ہیں''این چوبہا کہ ساختہ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اند چنانچہ در حدیث شریف آمدہ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ''(یہ تعزیہ جو کہ بنایا جاتا ہے زیارت کے قابل نہیں ہے بلکہ اس قابل ہے کہ اسے نیست و نابود کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جو شخص کوئی بات خلاف شرع دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے ختم کرے اور اگر ہاتھ سے ختم کرنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی قدرت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے)۔[2]

کسی طرح تعزیہ داری کی مدد نہ کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں''این ہم جائز نیست چراکہ اعانت بر معصیت می شود و اعانت بر معصیت غیر جائز''(یہ بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ گناہ پر مدد ہے گناہ پر مدد ناجائز ہے)۔[3]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ:

تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پرنور حضور شہزادہ گلگوں قبا شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعًا کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہ یاہر غیر جاندار کی بنا کر رکھنا سب جائز اور ایسی چیزیں کہ معظمان

---

[1] فتاویٰ عزیزیہ، جلد ۱، صفحہ ۷۵۔

[2] صحیح مسلم، حدیث ۴۹، جلد ۱، صفحہ ۶۹۔

[3] فتاویٰ عزیزیہ، جلد ۱، صفحہ ۷۷۔

دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز جیسے صدہا سال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین وعلمائے معتمدین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان فوائد جلیلہ ومنافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں۔ اشتباہ ہوتو امام علامہ تلمسانیؒ کی ''فتح المتعال'' وغیرہ مطالعہ کرے۔ مگر جہاں بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کر کے صدہا خرافات تراشیں کی کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں۔ اول تو نقش تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت پھر کسی میں پریاں کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ ودست بدست اشاعتِ غم کے لئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور افگنی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے۔ کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے۔ کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے باجے تاشے مردوں، عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔

غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا ان بیہودہ رسومات نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔ پھر وہاں ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا ریا وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔ روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے۔ پیسے ریت میں گر کر غائب ہوتے ہیں مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر اتار رہے ہیں۔

اب بہار عشرہ کے پھول کھلے۔ تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں یعنی حضرات شہداء رضی اللہ عنہم کے جنازے میں کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ کر دفن کر دیے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم وبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے۔ آمین

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

اب کہ تعزیہ داری اس طرح نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز وحرام ہے ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام رضی اللہ عنہم کی ارواح طیبہ کو ایصال وثواب کی سعادت پر اختصار کرتے تو کس قدر خوب محبوب تھا اور اگر نظر شوق و محبت میں نقل روضہ انور کی بھی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک و زیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم و تصنع الم و نوحہ زنی و ماتم کنی و دیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا۔ مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ''اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ'' (تہمت کی جگہوں سے بچو)[1] اور وارد ہوا ''مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَقِفَنَّ مَوَاقِفَ التُّهَمِ'' (جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت والی جگہوں پر نہ کھڑا ہو)۔[2]

لہٰذا روضۂ اقدس حضور سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے۔ جس طرح حرمین محترمین سے کعبۂ معظمہ اور روضۂ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پرنور کے نقشے لکھے ہیں۔

اور تحریر فرماتے ہیں ''تعزیہ ممنوع ہے شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ بدعات ان کے ساتھ کی جاتی ہیں سخت ناجائز ہیں۔ تعزیہ جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے۔ اگرچہ حرام نہیں ہو جاتی مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز کی وقعت بڑھانے اور اس کے ترک میں اس سے نفرت دلانی ہے۔ لہٰذا نہ کھائی جائے ڈھول بجانا حرام ہے۔ تعزیہ کا تعظیم بدعت تعزیہ بنانا ناجائز ہے''۔

حضرت صدر الشریعۃ علامہ امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت:

تعزیہ داری کہ واقعات کربلا کے سلسلے میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اور ان کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ پاک کی شبیہ کہتے ہیں۔ کہیں تخت بنائے جاتے ہیں کہیں

---

[1] احیاء العلوم، امام غزالی، متوفی ۵۰۵ھ، جلد ۳، صفحہ ۳۶، دار المعرفہ، بیروت۔

[2] المقاصد الحسنہ، امام سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ، حدیث ۱۱۳۳، جلد ۱، صفحہ ۶۵۱، دار الکتاب العربی، بیروت۔

صریح بنتی ہے اور علم اور شدے نکالے جاتے ہیں۔ ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں۔تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے۔آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں۔سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں۔ جہاں پھول ناریل چڑھائے جاتے ہیں۔ وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں۔ بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے چھتی لگانے کو بہت برا جانتے ہیں تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں اور وہاں شربت مالیدہ وغیرہ فاتحہ دلواتے ہیں یہ تصور کر کے کہ حضرت امام مقام کے روضہ اور مواجہہ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں۔

پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے پھر تیجہ، دسواں، چالیسواں اور سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی مہندی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے۔ اور مہندی رچائی جائے گی اور اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں کوئی پیش بنتا ہے جس کے کمر سے گھنگرو بندھے ہوتے ہیں گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے۔کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے اس کے گلے میں جھولی ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں کوئی سقہ بنایا جاتا ہے چھوٹی سی مشک ان کے کندھے سے لٹکتی ہے اور اس پر تیر لگا ہوتا ہے گویا کہ یہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ ہیں کہ فرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتیں ہیں یہ سب لغو خرافات ہیں ان سے ہرگز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ خوش نہیں یہ تم خود غور کرو کہ انہوں نے احیائے دین وسنت کے لئے یہ زبردست قربانیاں دیں اور تم نے معاذ اللہ ان کو بدعات کا ذریعہ بنالیا۔

بعض جگہ اس تعزیہ داری کے سلسلے میں براق بنایا جاتا ہے جو عجیب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا شاید حضرت امام عالی مقام کی سواری کے

لئے ایک جانور ہوگا کہیں دلدل بنتا ہے کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں بعض جگہ آدمی ریچھ بندر لنگور بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی۔ ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا۔ افسوس کہ محبت اہل بیت کرام کا دعویٰ اور ایسی بیجا حرکتیں۔ یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشا بنالیا۔

اسی سلسلے میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کوبی ہوتی ہے اتنے زور زور سے سینہ کوٹتے ہیں کہ ورم ہو جاتا ہے۔ سینہ سرخ ہو جاتا ہے بلکہ بعض زنجیروں اور چھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینے سے خون بہنے لگتا ہے تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور تعزیہ جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے۔ مرثیہ میں غلط واقعات نظم کئے جاتے ہیں۔ اہلبیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع وفزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اکثر مرثیہ رافضیوں ہی کے ہیں بعض میں تبرا بھی ہوتا ہے مگر اس رو میں سنی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انہیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔[1]

ایک فتویٰ مع تصدیقات علمائے اہلسنت

سوال نمبر-1 (الف) مروجہ تعزیہ داری جائز ہے یا ناجائز؟ (ب) علم اور شدے نکالنا، تعزیہ کو شب عاشورہ گلی کوچہ میں گشت کرانا، پھر اسے دسویں محرم کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرنا، پہلی محرم سے ڈھول وتاشہ بجانا، پھر عاشورہ کے دن تعزیہ کے آگے آگے باجہ بجاتے ہوئے اسے مصنوعی کربلا تک لے جانا، شرعاً کیسا ہے؟ نیز تعزیہ داری علم اور شدے کی اصل کیا ہے؟

سوال نمبر-2 ڈھول، تاشے اور شدے وغیرہ کو مسجد یا فنائے مسجد میں رکھنا شرعاً کیا ہے؟ نیز مسجد یا فنائے مسجد میں رکھے ہوئے ڈھول، تاشے، علم اور شدے کو باہر نکال کر پھینک دینے والا شرعاً مجرم ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب نمبر-1 (الف) تعزیہ داری مروجہ ہند ناجائز و بدعت سیۂ وحرام ہے۔ والتفصیل فی اعالی الافادہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) یہ سب بھی ناجائز وحرام قاتل اہل اسلام اور جب یہ ناجائز وحرام، ہیں تو ان کی اصل کیا ہوسکتی ہے؟ ہاں اگر سائل کی مراد یہ ہو کہ یہ کس کی نقل ہے کہ جس کی نقل ہو اس کی اصل

---

[1] بہار شریعت، جلد ۱۶، صفحہ ۲۴۷۔۲۴۸۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

قرار دی جائے تو نظر غائر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم اور شدے جو نیزوں اور جھنڈوں کی شکل میں ہوتے ہیں غالبًا یزیدی فوج کے اس فعل کی نقل ہے جو انہوں نے کربلا میں ظلم و جفا کے پہاڑ توڑنے کے بعد امام عالی مقام کا سر مبارک نیزوں پر کوفہ کی گلیوں میں بطور شادیانہ و مبارک بادی گھمایا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب نمبر-2 یہ واہیات وخرافات چیزیں سب ناجائز ہیں تو جہاں بھی رکھیں ناجائز ہیں اور مسجد یا فنائے مسجد میں بدرجۂ اولیٰ ناجائز اور ان چیزوں کو مسجد میں نکال کر پھینکنے والا ثواب پائے گا کیونکہ اس نے ناجائز چیز کو دفع کیا اور حدیث ''من رأی منکم منکرا الخ'' پر عمل کیا۔ واللہ تعالیٰ ثم رسول صلی علیہ وسلم۔

محمد احمد جہانگیر خان غفرلہ ولابویہ المنان

مفتی مرکز اہلسنّت منظر اسلام

تصدیقات مظہر اسلام بریلی شریف

(۱) الجواب صحیح محمد مصطفیٰ رضا خان (مفتی اعظم ہند)۔

(۲) لقد اصاب من اجاب قاضی محمد عبدالرحیم بستوی۔

(۳) صح الجواب تحسین رضا غفرلہ۔

(۴) الجواب الصحیح محمد اعظم۔

(۵) الجواب صحیح مظفر حسین غفرلہ۔

مناظر اسلام بریلی شریف

(۶) الجواب صحیح مفتی سید محمد افضل حسین غفرلہ۔

(۷) صح الجواب محمد احسان علی عفی عنہ مظفر پوری۔

(۸) الجواب صواب غلام مجتبیٰ اشرفی۔

(۹) الجواب ہو الجواب سید محمد عارف رضوی ناپناروی۔

(۱۰) الجواب صحیح والمجیب نجیح خلیل الرحمن رضوی۔

(۱۱) الجواب صحیح محمد فیض احمد عفی عنہ صدیقی۔

(۱۲) الجواب صحیح محمد عمر قادری اوجھا گنجوی بستی۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

جبل پور

(۱۳) ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری بلاشبہ بدعات وممنوعات کا ایسا مجموعہ ہے کہ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ علماء واعظین مقررین مشائخ طریقت اور سجادہ نشین حضرات کو عملی طور پر اپنے اپنے حلقۂ اثر میں ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن اور ادفع بالتی هی احسن السیئة کے طریقہ سے کام لے کر آہستہ آہستہ مروجہ تعزیہ داری کے بدعات وممنوعات ومحرمات شرعیہ کو مٹانے کی کوشش کریں مفتی صاحب کا یہ جواب بالکل حق وصواب اور واجب العمل بلا ارتیاب ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہٗ الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق القادری الرضوی السلامی غفرلہٗ۔

بمبئی

(۱۴) الجواب صحیح وصواب والفاضل المجیب مصیب ومثاب فقیر ابوالحسین آل مصطفی القادری البرکاتی النوری غفرلہٗ۔

(۱۵) الجواب صحیح۔ السید حامد اشرف الاشرفی الجیلانی (کچھوچھوی)

(۱۶) الجواب صحیح۔ معین الدین دانش امین غفرلہٗ ٹونکی۔

(۱۷) الجواب حق۔ خادم محمد سلیم غفرلہٗ رضوی۔

ملتان۔ پاکستان

(۱۸) الجواب صحیح فقیر محمد حسن علی الرضوی القادری غفرلہٗ خادم مدرسہ غوثیہ انوار الرضا میلسی ملتان۔

جاورہ۔ ضلع رتلام

(۱۹) الجواب صحیح وصواب واللہ ورسولہٗ اعلم جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقیر ابوالطاہر محمد طیب علی قادری غفرلہٗ مفتی شہرہ جاورہ (رتلام)

مرادآباد

(۲۰) تعزیہ علم اور شدے کی اصل کے متعلق عدم تحقیق کی بنا پر میں خاموش وساکت ہوں اور واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کہہ کر گزر جاتا ہوں اس کے علاوہ جواب میں تحریر کردہ امور کے

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

ساتھ مجھے پورا پورا اتفاق ہے جوابات صحیح ہیں۔ العبد المذنب محمد حبیب اللہ غفرلہٗ النعیمی الشرفی۔

(۲۱) الجواب صحیح محمد یونس عفی عنہ (مہتم جامعہ نعیمیہ)

(۲۲) الجواب المجیب فھو الصحیح الفقیر محمد ایوب خاں الحبیبی

(۲۳) الجواب صحیح محمد طریق اللہ خادم جامعہ نعیمیہ۔

(۲۴) الجواب صحیح۔ العبد محمد ہاشم غفرلہٗ النعیمی۔

(۲۵) الجواب صحیح وصواب عبدالحکیم محمدی قادری نعیمی غفرلہٗ۔

مالوہ اندور

(۲۶) لقد اصاب من اجاب واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب محمد رضوان الرحمن الفاروقی مفتی مالوہ۔

مظفر پور بہار

(۲۷) الجواب صحیح۔ محمد مطیع الرحمن نوری مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرہ۔

(۲۸) الجواب صحیح بلا ارتیاب محمد مشتاق احمد غفرلہٗ باتھوی۔

(۲۹) الجواب صحیح وصواب۔ محمد اطہر حسین باتھوی۔

ناگپور

(۳۰) الجواب مصیب محمد عبدالرشید غفرلہٗ (مفتی جامعہ)۔

(۳۱) الجواب صحیح محمد عبدالحفیظ غفرلہٗ۔

(۳۲) الجواب صحیح وصواب۔ ابوالمجد محمد زین العابدین غفرلہٗ۔

(۳۳) الجواب صحیح۔ محمد عبدالحکیم رضوی اشرفی۔

(۳۴) الجواب صحیح۔ محمد شفیع رضوی غفرلہٗ۔

مبارک پور۔ ضلع اعظم گڈھ

(۳۵) الجواب صحیح۔ عبدالعزیز عفی عنہ صدر المدرسین اشرفیہ۔

(۳۶) الجواب صحیح۔ عبدالرؤف غفرلہٗ مدرس اشرفیہ۔

(۳۷) الجواب صحیح۔ عبدالمنان اعظمی (مفتی اشرفیہ)۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

(۳۸) صح الجواب۔ محمد یحییٰ غفرلہٗ خادم دارالعلوم اشرفیہ۔

امروہہ۔ ضلع مراد آباد

(۳۹) الجواب صحیح مع سائر فروعہا دوالمجیب مصاب فقیر محمد خلیل کاظمی عفی عنہ امروہوی۔

رائے بریلی

(۴۰) الجواب صحیح۔ عبدالتواب صدیقی پکسرواں رائے بریلی۔

کچھوچھہ شریف

(۴۱) اہلسنت و جماعت کے نزدیک تعزیہ داری کہہ کر جن مراسم کو مراد لیا جاتا ہے ان کے منکرات امر لنکر ہی ہیں مثلاً اضاعت مال مسلم واسباب تعیش وتفریح وبیان مکذوبات واوہام فاسدہ وغیرہ ذلک اور یہ وہ منکرات ہیں جن کا منکر ہونا منصوص ہے نیز مسجد وفنائے مسجد کو ہر طرح کے تعیش وتفریح کے آلات واشیاء سے پاک رکھنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین کچھوچھہ شریف۔

(۴۲) الجواب صحیح۔ سید مظفر حسین کچھوچھوی۔

ٹانڈہ۔ ضلع فیض آباد:

(۴۳) الجواب صحیح۔ عبدالعزیز اشرفی عفی عنہ۔

(۴۴) الجواب صحیح۔ فقیر محمد طیب خان غفرلہٗ مدرس مدرسہ منظر حق۔

(۴۵) الجواب صحیح۔ محمد ایوب قادری عفی عنہ۔

(۴۶) الجواب صحیح وصواب۔ محمد قدرت اللہ عارف الرضوی۔

التفات۔ گنج۔ ضلع فیض آباد

(۴۷) الجواب صحیح۔ عبدالرؤف اشرفی۔

(۴۸) الجواب صحیح۔ احقر عبدالمتین ڈھلوی۔

(۴۹) الجواب صحیح۔ محمد جمیل احمد الیار علوی شمیم بستوی۔

(۵۰) الجواب صحیح۔ محمد سمیع قادری الیار علوی۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

بلرامپور۔ضلع گونڈہ

(۵۱)الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم محمد شریف الحق امجدی جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرمپور۔

امروڈ بھا۔بسڈ یلا ضلع بستی

(۵۲)الجواب صحیح۔العبد سخاوت علی رضوی عفی عنہ تنویر الاسلام۔

(۵۳)الجواب صحیح۔نظام الدین عفی عنہ۔

(۵۴)الجواب صحیح۔محمد ابو اللیث عفی عنہ۔

(۵۵)الجواب صحیح۔محمد ظہور احمد رضوی عفی عنہ۔

(۵۶)الجواب حق۔محمد اسمٰعیل اطہر پستوی۔

براؤں شریف ضلع بستی

(۵۸)الجواب صحیح محمد صدیق احمد القادری الرضوی۔

(۵۹)الجواب صحیح۔غلام جیلانی عفی عنہ (شیخ الحدیث فیض الرسول)

(۶۰)الجواب صحیح۔بدر الدین احمد القادری الرضوی۔

(۶۱)الجواب صحیح۔محمد یونس نعیمی اشرفی۔

(۶۲)قد صح الجواب ابو البرکات العبد محمد نعیم الدین احمد عفی عنہ۔

(۶۳)لقد اصاب من اجاب جلال الدین احمد امجدی القادری نسیم بستوی۔(۶۵)الجواب صحیح۔علی حسن النعیمی الاشرفی۔

(۶۶)الجواب صحیح۔محمد حنیف قادری۔

(۶۷)الجواب صحیح۔محمد محسن چشتی یا علوی۔

(۶۸)الجواب صحیح۔نور محمد قادری اوجھا گنجوی۔

(۶۹)جواب صحیح۔محمد انوری الحق خادم حضرت شاہ صاحب قبلہ۔

بہاو پور۔ضلع بستی

(۷۰)الجواب صحیح۔العبد محمد حلیم قادری یار علوی۔

(۷۱)الجواب حق۔محمد سمیع اللہ قادری۔

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

(۷۲) الجواب صحیح۔ عبد الجبار قادری۔

(۷۳) الجواب صحیح۔ عبد الجبار قادری چرکھوی۔

بڑھیا۔ ضلع بستی

(۷۴) الجواب صحیح۔ محمد صدیق قادری (نیپالی)

(۷۵) الجواب صحیح۔ عبد الجبار اشرفی مؤی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقصد شہادت کو سمجھنے اور محرم کی جملہ بدعات وخرافات سے بچنے کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ وسلم علی النبی الکریم و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ ازواجہٖ و اہل بیتہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY
www.waseemziyai.com

مصادر ومراجع قرآن وتفاسیر قرآن

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	وفات	مطبوعہ
۱۔	قرآن مجید			
۲۔	تفسیر الرازی	امام فخر الدین	۶۰۴ھ	داراحیاء التراث العربی
۳۔	تفسیر الدر المنثور	امام جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ	دار الفکر، بیروت
۴۔	تفسیر البیضاوی	امام بیضاوی	۶۸۵ھ	داراحیاء التراث العربی
۵۔	تفسیر خازن	علی بن محمد الخازن	۷۴۱ھ	دار الکتب العلمیہ
۶۔	تفسیر القرطبی	ابو عبداللہ القرطبی	۶۷۱ھ	دار الکتب المصریہ، بیروت
۷۔	تفسیر روح البیان	محمد اسماعیل حقی	۱۱۲۷ھ	دار الفکر، بیروت
۸۔	تفسیر البغوی	الحسین بن مسعود	۵۱۰ھ	داراحیاء التراث العربی
۹۔	تفسیر طبری	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰ھ	دار الھجر لطباعۃ
۱۰۔	تفسیر مقاتل	مقاتل بن سلیمان	۱۵۰ھ	داراحیاء التراث، بیروت

مصادر ومراجع احادیث وشروحاتِ حدیث

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	وفات	مطبوعہ
۱۔	صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۶۵ھ	دار طوق النجاۃ
۲۔	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱ھ	داراحیاء التراث
۳۔	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ
۴۔	سنن نسائی	احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳ھ	مؤسسۃ الرسالہ
۵۔	سنن ابوداؤد	سلیمان بن اشعث ابوداؤد	۲۷۵ھ	المکتبۃ المصریہ، بیروت
۶۔	سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید القزینی	۵۷۲ھ	داراحیاء الکتب
۷۔	سنن ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۹۷۲ھ	دار الغرب، بیروت
۸۔	سنن الدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن	۵۵۲ھ	دار المغنی
۹۔	مصنف ابن ابی شیبہ	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ	دار الوطن
۱۰۔	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ	دار الحرمین، القاھرہ
۱۱۔	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰ھ	مکتبۃ ابن تیمیہ
۱۲۔	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی	۳۰۷ھ	دار المأمون دمشق

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OOMIL ISLAMIA ACADEMY

۱۳۔	مسند احمد بن حنبل	احمد بن حنبل	۱۴۲ھ	مؤسسۃ الرسالہ
۱۴۔	فضائلِ صحابہ	احمد بن حنبل	۲۴۱ھ	مؤسسۃ الرسالہ
۱۵۔	مسند الشھاب	محمد بن سلامیہ القضاعی	۴۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ
۱۶۔	مسند ابن ابی شیبہ	محمد بن عبداللہ بن ابی شیبہ	۴۳۲ھ	دارالوطن الریاض
۱۷۔	مجمع الزوائد	علی بن ابی بکر	۸۰۷ھ	مکتبۃ القدسی
۱۸۔	کنزالعمال	علاؤالدین علی المتقی	۵۷۹ھ	دارالکتب العلمیہ
۱۹۔	فتح الباری	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۲۵۸ھ	دارالمعرفہ بیروت
۲۰۔	تحفۃ الاحوذی	عبدالرحمٰن مبارکپوری	۱۲۵۳	دارالکتب العلمیہ
۲۱۔	مسند البزار	احمد بن عمر	۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم، مدینہ
۲۲۔	فیض القدیر	عبدالروف مناوی	۲۲۸ھ	المکتبۃ التجاریہ
۲۳۔	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان القاری	۴۱۰۱ھ	دارالفکر، بیروت
۲۴۔	حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰ھ	دارالکتب العربی
۲۵۔	کشف الخفاء	اسماعیل بن الجراحی	۱۱۶۲ھ	مؤسسۃ الرسالہ
۲۶۔	شرح الصدور	امام جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ	دارالمعرفہ، لبنان
۲۷۔	مرآۃ الجنان	عبداللہ بن محمد	۷۶۸ھ	دارالکتب الاسلامی
۲۸۔	احیاء العلوم	محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵ھ	دارالکتب المعرفہ
۲۹۔	موارد الظمآن	علی بن ابی بکر	۸۰۷ھ	بیروت
۳۰۔	مسند الرویانی	محمد بن ھارون	۳۰۷ھ	مؤسسۃ قرطبہ
۳۱۔	شرح مشکل الآثار	امام جعفر طحاوی	۳۲۱ھ	مؤسسۃ الرسالہ
۳۲۔	شعب الایمان	امام بیہقی	۴۵۸ھ	مکتبۃ الرشد
۳۳۔	مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق بن ہمام	۲۱۱ھ	المکتبۃ العلمی
۳۴۔	معرفۃ السنن والآثار	احمد بن حسین	۴۵۸ھ	دارقتیبہ، دمشق
۳۵۔	مشکوٰۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ	۷۴۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت
۳۶۔	فضائل خلفاء الاربعہ	ابونعیم الاصفہانی	۴۳۰ھ	دارالبخاری، مدینہ
۳۷۔	لاحادیث المختارۃ	ضیاء الدین الدمشقی	۶۴۳ھ	دارخضر، لبنان
۳۸۔	الاعتقاد	امام بیہقی	۴۵۸ھ	دارالآفاق، بیروت
۳۹۔	موطا امام محمد	مالک بن انس	۱۷۹ھ	المکتبۃ العلمیہ، بیروت
۴۰۔	المخلصیات	محمد بن عبدالرحمٰن	۳۹۳ھ	وزارۃ اوقاف، قطر

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

۴۱۔	الجامع الصحیح السنن	صہیب عبد الجبار		المکتبۃ العلمیہ، بیروت
۴۲۔	کتاب الفوائد	ابو بکر البزاز	۳۵۴ھ	دار ابن الجوزی، الریاض
۴۳۔	المستدرک الصحیح	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۴۔	المعجم لابن المقری	محمد بن ابراہیم	۳۸۱ھ	مکتبۃ الرشید، دمشق
۴۵۔	المقاصد الحسنہ	امام سخاوی	۹۰۲ھ	دار الکتاب العربی، بیروت
۴۶۔	عمدۃ القاری	بدر الدین العینی	۸۵۵ھ	دار احیاء التراث العربی

مصادر و مراجع سیرت، تاریخ ولغت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	وفات	مطبوعہ
۱۔	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۔	تاریخ بغداد	الخطیب بغدادی	۴۶۳ھ	دار الغرب
۳۔	الصواعق المحرقہ	علی بن حجر	۹۷۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ
۴۔	تاریخ الخلفاء	عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱ھ	مکتبہ نزار
۵۔	رد المحتار	ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲ھ	دار الفکر، بیروت
۶۔	شرح الصدور	جلال الدین السیوطی	۹۱۱ھ	دار المعرفہ، لبنان
۷۔	تنزیہ المکانۃ الحیدریہ			
۸۔	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا خان		
۹۔	کرامات صحابہ			
۱۰۔	الشریعۃ	ابو بکر لآجری	۳۶۰ھ	دار الوطن الریاض
۱۱۔	امیر معاویہ پر ایک نظر			
۱۲۔	تاریخ طبری	ابن جریر الطبری	۳۱۰ھ	دار التراث، بیروت
۱۳۔	بہار شریعت	امجد علی		ضیاء القرآن پبلیکیشنز
۱۴۔	مراقی الفلاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۰ھ	المکتبۃ العصریہ
۱۵۔	نسیم الریاض	شہاب الدین خفاجی		بیروت
۱۶۔	سلوک اقرب السبل	محدث دہلوی		مطبوعہ رحیمیہ دیوبند
۱۷۔	وفاء الوفا	علامہ سمہودی		بیروت

www.waseemziyai.com
MARKAZ-UL-OLOOMIL ISLAMIA ACADEMY

پیر عبداللطیف خان نقشبندی سابق ڈائریکٹر محکمہ موسمیات کی قرآن وحدیث اور آثارِ صالحین کی روشنی میں لکھی گئی معیاری کتب جن میں علامہ اقبال اور مولانا روم کے کلام کو یکجا کر کے امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز کا روحانی اسلوب میں حل پیش کیا گیا ہے۔

اوراق: 932 قیمت: 350 روپے
نماز کی اہمیت، اغراض و مقاصد، فضائل اور دیگر روحانی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد حقیقتِ نماز یعنی معراج اور معرفتِ حقیقی تک رسائی کی راہوں کو عیاں کیا گیا ہے۔ آداب باطنی اور ظاہری تقاضوں کو پورا کرنے میں معاون کتاب۔

اوراق: 586 قیمت: 450 روپے
حقیقت انسان، نفس کا مفہوم، اہمیت، اقسام و مدارج، قلب، عقل اور روح پر نفس کے اثرات اور حقوقِ نفس، آفات، نفس اور اس کے باریک خطرات کے بعد اس کی تہذیب اور تزکیہ کی راہوں کو بیان کیا ہے۔

اوراق: 608 قیمت: 350 روپے
عوام کی فہم کے مطابق سنت، اسوہ حسنہ، اطاعت، اتباع اور محبت رسول ﷺ سے لے کر حجیت واصولِ حدیث (اقسام، تاریخ، سند و متن) منکرین حدیث وسنت کے جوابات اور بدعت اور اس کی اقسام تک کے مضامین شامل ہیں۔

اوراق: 752 قیمت: 400 روپے
حضرات جنیدؒ و بایزیدؒ کی پر کیف زندگیوں، مقالات، روحانی مدارج اور بلند پرواز احوال جو قارئین پر دوررس روحانی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ مصنف کے مخصوص انداز میں لکھی گئی انتہائی دلچسپ تصنیف۔

اوراق: 416 قیمت: 250 روپے
رابطہ شیخ کی ضرورت، اہمیت، تصور شیخ، توجہ شیخ اور روحانی تصرفات بیان کرنے کے بعد دیدار الٰہی کی تمنا سے وصل الی اللہ تک رسائی کے طریقوں کو بیان کرنے کی کاوش فرمائی۔

اوراق: 272 قیمت: 200 روپے
قرآن وحدیث کی روشنی میں بیعت وتصوف کی ضرورت و اہمیت کے مختلف زاویوں کو آشکار کرنے والی ایسی کتاب جس میں ضروری اصطلاحاتِ تصوف شامل کر دی گئی ہیں۔ راہِ طریقت پر چلنے والوں کے لئے نصاب کی سی حیثیت رکھتی ہے۔

اوراق: 579 قیمت: 350 روپے
مثنوی مولانا رومؒ کی برس ہا برس کی عرق ریزی کے بعد ایسے منتخب اشعار کی تشریح شامل کی ہے جو عشق ومستی سے لبریز اور زبان زد عام ہیں۔ مولانا کو ایک مرشد روشن ضمیر کے طور پر پیش کر کے انہیں رفیق راہ بنانے کا سبق دیا۔

اوراق: 408 قیمت: 300 روپے
اپنی زندگی سنوارنے کے خواہشمند حضرات کے لیے دل کے معارف، اسرار و رموز، حضورِ قلب اور خشوع و خضوع کے حصول کے لئے مصنف کی دلنواز تصنیف جس میں مولانا رومؒ اور علامہ اقبالؒ کے کلام کا اس موضوع پر بخوبی احاطہ کیا گیا ہے

اوراق: 260 قیمت: 250 روپے (نیشنل بک فاؤنڈیشن)
اللہ تعالیٰ پر یقین کے دلائل، انسان کی تخلیق کی غرض وغایت، عبادت گزاروں کو ملنے والے امتیازات نیز اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے جیسے اہم موضوعات پر قلم کشائی کی گئی ہے۔ بے نمازیوں کو پابندِ نماز بنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اوراق: 313 قیمت: 157 روپے
ایمان کی تقویت کیلئے قرآنی، عقلی، سائنسی اور مشاہداتی دلائل اس طرح پیش کئے گئے ہیں کہ قاری کے لئے عمل میں حائل مشکلات کو رفع کرنا آسان ہو جائے۔ یہ مصنف کی شائع ہونے والی پہلی کتاب جو آج ہر گھر کی ضرورت ہے۔

اوراق: 1211 قیمت: 385 روپے
تصوف کی اصطلاحات واحوال اور روحانیت کے ۵۱ ابواب جن میں فقر و درویشی، رموز قلندری، طبقات سمٰوت اور حکمت و معرفتِ الٰہی جیسے موضوعات کو قرآن واحادیث واقوال صالحین اور اقبالؒ کے کلام کے ساتھ دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

اوراق: 364 قیمت: 120 روپے
شاہین اپنی بلند پروازی، خودداری اور دلیری جیسی خوبیوں کے باعث پرندوں کی دنیا میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اسی لئے مصنفؒ نے علامہ اقبالؒ کے کلام کو یکجا کرتے ہوئے مسلمانوں کو شاہین کی صفات اپنانے کی ترغیب دلائی ہے۔

نشانِ منزل پبلی کیشنز

نادر آباد نمبر 2، بیدیاں روڈ، لاہور۔ فون: 03234878481، 37114939، 042-35709606
Web: www.nishanemanzal.com eMail: nishanemanzal@gmail.com
نشانِ منزل پبلیکیشنز۔ شاپ نمبر ۲، ظہور ہوٹل، نزد مکتبۃ المدینہ، داتا دربار مارکیٹ، لاہور۔ 042.37114939

نشانِ منزل
NISHANEMANZAL PUBLICATIONS

www.waseemziyai.com